زیر ہدایت حضرت مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹرایڈیشن

فتاوی رحیمیہ

جلد دہم

کتاب الاضحية، کتاب الحظر والاباحة
کتاب الميراث

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
کمپوزنگ : مولانا مامون الحق صاحب
طباعت : ۲۰۰۳ء حسان پرنٹنگ پریس، کراچی۔
ضخامت : کل ۲۹۰۰ صفحات مکمل سیٹ

﴿.......ملنے کے پتے.........﴾

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
ادارہ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیپ روڈ لسبیلہ کراچی

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد دہم

کتاب الاضحیہ

باب الختان وقلم الاظفار وغیرہ

باب مایجوز اکلہ ومالا یجوز

باب التصاویر

لباس زینت

23

کتاب الاضحیه

قضاء قربانی کے ساتھ ادا قربانی درست ہے؟:

(سوال ۱) قربانی کے سات شرکاء میں سے ایک نے گذشتہ سال کی قربانی کی نیت کی تو سب شرکاء کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) درست ہو جائے گی۔ لیکن اس شریک کی جس نے قضا کی نیت کی ہے نفلی قربانی ہوگی قضاء ادا نہ ہوگی[1] قضا کے عوض ایک اوسط درجہ (درمیانی) بکرے کی قیمت خیرات کرنی ضروری ہے فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی میں عقیقہ کا حصہ درست ہے؟:

(سوال ۲) بڑے جانور کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ رکھ سکتے ہیں؟

(الجواب) ہاں! قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کا حصہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

میت کی طرف سے قربانی کس طرح کرے؟:

(سوال ۳) میت کی طرف سے قربانی کرنی ہو تو ہر ایک میت کے لئے متفرق جدا جدا حصہ رکھنا ضروری ہے یا پھر ایک میں سب شریک ہو سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہر ایک کے لئے جدا جدا حصہ رکھنا ضروری ہے۔ ایک حصہ ایک سے زائد میت کے لئے کافی نہیں ہے۔ البتہ اپنی طرف سے نفل قربانی کر کے اس کا ثواب ایک سے زیادہ مردوں و زندوں کو بخشنا درست ہے، جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک قربانی کا ثواب پوری امت کو بخشا تھا۔ گنجائش ہو تو مردوں کے لئے ضرور قربانی کریں بڑے ثواب کا کام ہے۔ اس سے مردوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نابالغ بچہ پر قربانی واجب نہیں:

(سوال ۴) مجھے امسال قربانی کرنا ہے میری اولاد نابالغ ہے ان کے پاس مال ہے تو ان کے مال میں سے قربانی کرنا مجھ پر ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نابالغ پر قربانی واجب نہیں لہذا آپ ان بچوں کے مال میں سے قربانی نہ کریں۔ ولیس للاب ان یفعله من مال طفله ورجحه ابن الشحنة قلت وهو المعتمد لما فی متن مواهب الرحمن من انه اصح ما یفتی به اه (درمختار مع الشامی ج۵ ص ۲۷۶ کتاب الاضحیة) فقط واللہ اعلم بالصواب

(۱) ولو ارادوا القربة الاضحیة او غیرها من القرب اجزاهم سواء کانت القربة واجبة او تطوعا او وجب علی البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة او اختلفت الخ فتاوی عالمگیری کتاب الاضحیة الباب الثامن ج۵ ص ۳۰۷ ایضاً

مالدار ایام اضحیہ میں قربانی نہ کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۵) امیر پر قربانی واجب تھی مگر قربانی نہیں کی ایام اضحیہ ختم ہوگئے۔ اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک بکری کی قیمت صدقہ کردے۔ اگر قربانی کے لئے جانور لے لیا ہو تو اس کو اختیار ہے چاہے زندہ صدقہ کردے یا اس کی قیمت خیرات کردے ولو ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق بها حیة (درمختار) (قوله تصدق بها حیة) لو قوع الیاس عن التقرب بالاراقة وان تصدق بقیمتها اجزاه ایضاً لان الواجب هنا التصدیق بعینها وهذا مثله فیما هو المقصود الخ ذخیره (شامی ج۵ ص ۲۹ ۲ کتاب الضحیۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

ادھار مہر داخل نصاب ہے یا نہیں؟:

(سوال ٦) ایک عورت مالک نصاب نہیں ہے لیکن اس کا مہر نصاب سے زیادہ خاوند کے ذمہ باقی ہے مگر فی الحال نہیں مل سکتا تو مہر کی حق دار ہونے سے عورت مالدار کہلائے گی؟ اور اس پر قربانی لازم ہوگی؟

(الجواب) شوہر کے ذمہ مہر باقی رہنے سے وہ مالدار نہیں اور قربانی بھی واجب نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ج۵ میں ہے! واما الموجل الذی سمی بالفارسیة (کابین) فالمرأة لا تعتبر موسرة بذلک بالا جماع (جلد پنجم ص ۲۹۴ کتاب الضحیۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تفاوت نیت سے قربانی کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۷) بڑے جانور میں سات شرکاء میں سے ایک شریک سال رواں کی قربانی کی نیت کرے اور بقیہ شرکاء گذشتہ سال کی قضاء کی نیت کریں تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سال رواں کی نیت سے قربانی کرنے والے کی قربانی درست ہے اور دوسروں کی درست نہیں ہے۔ گذشتہ برس کی قربانی اس سال ادا نہ ہوگی یہ نفل قربانی ہوگی اور سب گوشت صدقہ کردے وشمل مالو کان احدهم مرید الاضحیة عن عامه واصحابه عن الماضی تجوز الا ضحیة عنه ونیة اصحابه باطلة وصار وا متطوعین و علیهم التصدق بلحمها وعلی الواحد ایضاً لان نصیبه شائع الخ (شامی ج۵ ص ۲۸۵ کتاب الا ضحیة) فقط واللہ اعلم بالصواب .

قربانی کے جانور سے نفع اٹھانا کیسا ہے؟:

(سوال ۸) قربانی کے جانور کے بال اور دودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قربانی کرنے سے پہلے بال کاٹ کر اور دودھ دوہ کر خود استعمال نہ کرے، بلکہ صدقہ کردینا لازم ہے۔ ہاں قربانی کے بعد کٹے ہوئے بال اور تھن میں سے نکلا ہوا دودھ استعمال کرسکتے ہیں کیونکہ جانور کے ذبح کرنے کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا ہے۔ اب جس طرح اس کا گوشت استعمال کرنا درست ہے اسی طرح بال۔ دودھ چمڑا وغیرہ بھی خود

استعمال کرسکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولو حلب اللبن قبل الذبح او جز صوفها یتصدق به ولا ینتفع به کذافی الظهیرة واذا ذبحها فی وقتها جازله ان یحلب لبنها ویجز صوفها وینتفع به لان القربة اقیمت بالذبح والا نتفاع بعد اقامة القربة مطلق کالا کل کذا فی المحیط (جلد پنجم فقط واللہ اعلم بالصواب الباب السادس فی بیان مایستحب فی الا ضحیة والا نتفاع بها ج۵ ص ۳۰۱)

قربانی کے بعد زندہ بچہ نکلے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۹) قربانی کے بعد زندہ بچہ نکلے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) بچہ زندہ نکلے تو اس کو ذبح کرے اور مردہ نکلے تو اس کو استعمال میں نہیں لاسکتے فان خرج من بطنها حیا فالعامة انه یفعل به ما یفعل بالام الخ (شامی ص ۳۸۱ کتاب الا ضحیة) فقط واللہ اعلم .

ایک کے بجائے سات بکرے ذبح کرے تو واجب قربانی ایک ہوگی یا سب :

(سوال ۱۰) ایک شخص پر قربانی واجب ہے ایک بکرے کے بجائے سات بکرے ذبح کرے تو واجب قربانی ایک بکرے سے ادا ہوگی یا سات بکرے سے۔ اسی طرح بڑے جانور میں سے ساتویں حصے کے بجائے پورے جانور کی قربانی کرے ساتویں حصے سے قربانی ادا ہوگی یا پورے جانور سے ادا ہوگی۔

(الجواب) واجب قربانی کے لئے ایک قربانی کے عوض چند ذبح کرے تو ایک سے واجب ادا ہوجائے گا، اور بقیہ بکرے کی قربانی نفل شمار ہوگی۔ لیکن بڑے جانور کے ساتویں حصہ کے بجائے پورے جانور کی قربانی کرے گا تو پورے جانور سے واجب قربانی ادا ہوگی۔ قال فی الخلاصة ولو ضحیٰ با کثر من واحدة فالواحدة . فریضة والزیادة تطوع عند عامة العماء ۔ اور دوسری جگہ ہے کہ ولو ان رجلاً موسراً ضحی بدنة عن نفسه خاصةً کان الکل اضحیة واجبة عند عامة العلماء وعلیه الفتویٰ (شامی ج۵ ص ۲۹۱ ایضاً) (خلاصة الفتاویٰ ج۴ ص ۳۱۵ . ایضاً) (فتاویٰ قاضی خان ج۴ ص ۳۴۷ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

غریب قربانی کی نیت کرے پھر قربانی نہ کرے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۱) ایک غریب شخص کے پاس (جو مالک نصاب نہیں ہے) پالا ہوا بکرا ہے، عید ہونے سے گھر ہی میں قربانی کرنے کا ارادہ تھا، بکرا ناتندرستی کی وجہ سے بکرا بیچنا چاہتا ہے تو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟ کسی کا کہنا ہے کہ غریب جب قربانی کی نیت کرلیتا ہے تو وہ اس جانور کو بیچ نہیں سکتا اس کی قربانی کرنا لازم ہوجاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) بکرے کا مالک غریب ہو یا امیر جب وہ نیت کرتا ہے کہ اس بکرے کی قربانی کروں گا تو اس سے اس پر قربانی لازم نہیں ہوجاتی۔ بدلنا چاہے تو بدل سکتا ہے اور فروخت کرنا چاہے تو فروخت بھی کرسکتا ہے۔ شامی وغیرہ میں ہے۔ فلو کانت فی ملکه فنویٰ ان یضحی بها لا یجب یعنی! جس کی ملکیت میں پہلے ہی سے جانور

ہوتو اس کی قربانی کی نیت کر لینے سے اس کی قربانی لازم نہیں ہوتی (شامی ج۵ ص ۲۸۰ کتاب الاضحیۃ فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۹۱ کتاب الاضحیہ

اسی طرح جانور خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ ہوتو بعد میں نیت کرنے سے اس جانور کی قربانی لازم نہیں ہوگی۔ شامی میں ہے او اشتراھا ولم ینوا لا ضحیۃ وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک لا یجب لان النیۃ لم تقارن الشراء فلا تعتبر بدائع (شامی ج۵ ص ۲۸۰ کتاب الاضحیۃ فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۹۱) البتہ غریب (کہ جس پر قربانی واجب نہیں) بہ نیت قربانی ایام نحر میں قربانی کا جانور خریدے تو اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے اس کو نہ بیچ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے درمختار میں ہے! (وفقیر شراھا لھا لوجوبھا علیہ بذلک شامی میں ہے۔ لان شرائہ لھا یجری مجری الایجاب (شامی ج۵ ص ۲۸۰ کتاب الاضحیۃ)

شامی کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایام نحر سے قبل جانور قربانی کی نیت سے خریدا ہوتو اس جانور کی قربانی لازم نہ ہوگی بدل سکتا ہے اور فروخت بھی کر سکتا ہے۔ شامی میں ہے۔ لقولہ شراھا ایام النحر وظاھرہ انہ لو شراھا قبلھا لا یجب ج۵ ص ۲۸۰ کتاب الاضحیہ

فتاویٰ دارالعلوم! عزیز الفتاویٰ میں یہی ہے! اگر فقیر ایام نحر میں قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدے تو وہ متعین ہو جاتا ہے قربانی کے لئے، لیکن اگر ایام نحر میں نہ خریدا بلکہ ایام نحر سے پہلے خریدا تو دونوں (امیر وغریب) کو بدلنا جائز ہے (ج۵ ص۶۵)

قربانی خود کرے یا دوسری جگہ بھیجے، اولیٰ کیا ہے :

(سوال ۱۲) افریقہ والے اپنی قربانی ہندوستان میں کراتے ہیں، وہاں خود نہیں کرتے۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں قربانی بدون حرج کے درست ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ جانور خود پسند کر کے اس کی خدمت گذاری کر کے اس سے محبت کا تعلق پیدا کرے۔ کیونکہ یہ ایک بڑے ثواب کا ذریعہ بننے والا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اولاد کی قربانی کے قائم مقام ہے۔ یعنی اس کو قربان کرنا اولاد کو قربان کرنے کے برابر ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، ذبح نہ کر سکے تو اس مبارک وقت پر حاضر رہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس حاضر رہو کیونکہ قربانی کے (خون کے) ہر ایک قطرہ کے بدلہ میں تمہارے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔(۱) لہذا ایسی عنایت خداوندی کے وقت حاضر رہنا بہت بہتر اور انعام خداوندی کی قدردانی سمجھا جائے گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا خدا کی یہ نوازش صرف ہم اہل بیت ہی کے لئے خاص ہے یا ہر ایک کے لئے ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (خاص نہیں ہے) بلکہ

(۱) ویاکل من لحم الاضحیۃ ویؤکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیھم وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا یعلمہ شھید ھا بنفسہ قال فی الشامیۃ تحت قولہ شھد ھا بنفسہ لما روی الکرخی باسنادہ الی عمران بن الحصین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قومی یا فاطمۃ فاشھدی اضحیتک فانہ یغفرلک باول قطرۃ من دمھا کل ذنب عملتہ وقولی ان صلاتی ونسکی الخ درمختار مع الشامی کتاب الاضحیۃ ج ۶ ص ۳۲۸

ہمارے لئے اور ہر ایک مسلمان کے لئے ہے (طبرانی) اور مستحب ہے کہ اپنی قربانی میں سے کھائے۔ ہو سکے تو عید کے مبارک دن میں کھانے کی ابتداء اپنی قربانی کے گوشت سے کرے اور پڑوسی اور عزیز واقارب نیز غریبوں اور رشتہ داروں کو کھلائے، دوسری جگہوں پر قربانی کرانے سے مذکورہ بالا برکتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اگر کسی عذر یا شرعی مصلحت کی بنا پر یہ کیا جاتا ہوتو پورے اجر کی بلکہ زیادہ ثواب کی بھی امید کی جاسکتی ہے، صحیح طریقہ اور نیت پر مدار ہے، وطن میں خویش واقارب اور رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کے لئے بعض قربانی کا انتظام کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جانور خریدنے کے بعد قربانی نہ کر سکا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۳) مجھ پر قربانی فرض تھی، لیکن عذر کی بنا پر قربانی نہ کر سکا اور وقت نکل گیا۔ اب کیا کیا جائے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جانور خریدا ہوتو اس کو زندہ خیرات کردے یا اس کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے۔ اگر جانور خریدا نہیں تھا تو ایک بکرے کی قیمت خیرات کردے۔(۱)

قربانی کا چمڑا کس کو دے :

(سوال ۱۴) چرم قربانی کس کو دیا جائے؟

(الجواب) جس کو قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں؟ اس کو چرم بھی دے سکتے ہیں۔

میت کی طرف سے قربانی کرے یا نہیں :

(سوال ۱۵) میت کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) میت کی طرف سے اور میت کے لئے قربانی کر سکتے ہیں اور اس کی چند صورتیں ہیں (۱) میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مال میں سے میری طرف سے قربانی کر دینا۔ اور وصیت کے مطابق اس کے مال میں سے قربانی کرے تو جائز ہے۔ مگر قربانی کا تمام گوشت وغیرہ حق داروں کو (جو زکوۃ کے مستحق ہیں) صدقہ کر دینا واجب ہے۔ شامی میں ہے (وعن میت) ای ضحی عن میت وارثہ بامرہ الزمہ بالتصدق بھا وعدم الاکل منھا (شامی ج۵ ص ۲۹۳ کتاب الاضحیۃ)

(۲) میت نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو ان کے عزیز واقارب یا احباب اپنے پیسوں سے نفل قربانی کر دیں تو درست ہے اور اس کا گوشت امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں۔ وان یتبرع بھا عنہ لہ الاکل لانہ یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت (شامی ج۵ ص ۲۹۳ کتاب الاضحیہ

(۳) اپنے مال سے اور نام سے نفل قربانی کر کے اس کا ثواب ایک یا ایک سے زائد میت کو بخش دے تو وہ بھی درست ہے اور اس کا گوشت بھی امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں۔

(۱) او اشتری شاۃ لیضحی بھا حتی مضت ایام النحر تصدق بھا حیۃ ولا یجوز الاکل منھا فان باعھا تصدق بثمنھا الخ فتاویٰ عالمگیری . الباب الرابع فیما یتعلق بالمکان والزمان ج ۵ ص ۲۹۶.

میت کے لئے قربانی اولیٰ ہے یا قیمت کا صدقہ کرنا :

(سوال ۱۶) میت کو ایصال ثواب کے لئے پیسہ صدقہ کرنا بہتر ہے یا ان پیسوں سے قربانی کر کے ایصال ثواب کرنا افضل ہے؟

(الجواب) ایام نحر میں پیسہ وغیرہ صدقہ کرنے سے قربانی کرنا اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا افضل ہے۔ کیونکہ صدقہ وخیرات میں فقط مال کا ادا کرنا ہے اور قربانی میں مال کا ادا کرنا بھی ہے اور فداء کرنا بھی۔ یعنی دو مقصد پائے جاتے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ شراء الاضحیة بعشرة اولیٰ من ان یتصدق بالف لان القربة التی تحصل باراقة الدم لا تحصل بالصدقة (خلاصة الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۰ کتاب الاضحیہ یعنی دس درہم کا جانور خرید کر قربانی کرنا بہتر ہے اس سے کہ ہزار درہم صدقہ کردیں اس لئے کہ ایام نحر میں جو قربت اراقت دم سے (ذبح کرنے سے) حاصل ہوتی ہے وہ صدقہ سے کہاں حاصل ہوسکتی ہے۔

نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرے یا نہیں :

(سوال ۱۷) میں امیر ہوں، مجھ پر قربانی واجب ہے اور میری چھوٹی چھوٹی اولادیں ہیں تو ان کی طرف سے مجھ پر قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) واجب نہیں مستحب ہے۔ وفی الولد الصغیر عن ابی حنیفة روایتان فی ظاهر الروایة یستحب ولا یجب بخلاف صدقة الفطر (فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۵۵ کتاب الاضحیہ فصل فی صفة الاضحیة ووقت وجوبها الخ)

زوجہ کی طرف سے قربانی کرے یا نہیں:

(سوال ۱۸) اپنی اہلیہ کی طرف سے مجھ پر قربانی کرنا واجب ہے؟

(الجواب) واجب نہیں ہے۔

زائد مکان کی قیمت میں صدقہ و قربانی ہے یا نہیں

(سوال ۱۹) جس کے پاس دو مکان ہوں ایک میں خود قیام پذیر ہو اور دوسرا کرایہ پر دیا ہو تو قربانی کے متعلق مالداری میں اس گھر کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ یا نہیں؟

(الجواب) دوسرا مکان کرایہ پر دے یا نہ دے قربانی و صدقۂ فطر کے سلسلہ میں تکمیل نصاب میں اس کی قیمت کا اعتبار ہے کیونکہ یہ اس کی ضرورت سے زیادہ ہے۔(۱)

(۱) اولها الغنی والغنی فیها من له مائتا درهم او عرض یساوی مائتی درهم سوی مسکنه وخادمه و ثیابه التی یلبسها و اثاث البیت فالغنی فی الاضحیة ما هو الغنی فی صدقة الفطر حواله بالا۔

ایک ہی مکان ہے اس کو کرایہ پر دیا ہے تو اس کی قیمت کا اعتبار ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۰) جس کے پاس ایک ہی مکان ہو لیکن اس میں خود نہیں رہتا ہے کرایہ پر دے رکھا ہے اور وہ خود کرایہ کے گھر میں رہتا ہے تو قربانی کے متعلق مالداری میں اس گھر کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا؟

(الجواب) اپنا گھر چاہے کرایہ پر دیا ہو یا مفت یا خالی پڑا ہو اور خود دوسرے مکان میں کرایہ پر رہتا ہے یا مفت ہر ایک صورت میں قربانی اور فطرہ کے متعلق مالداری میں اس مکان کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ یہ مکان فی الحال حاجت اصلیہ سے زائد ہے۔

قربانی کرنے والے کے لئے بال و ناخن ترشوانا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۱) ہلال ذی الحجہ دیکھ کر قربانی تک بال و ناخن کاٹنے کی ممانعت کی کیا وجہ ہے؟

(الجواب) جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے اس کے لئے مستحب ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے آغاز سے جب تک قربانی ذبح نہ کرے جسم کے کسی عضو و جزو سے بال و ناخن صاف نہ کرے کہ قربانی کرنے والا اپنی جان کے فدیہ میں قربانی کر رہا ہے۔ اور قربانی کے جانور کا ہر جزء قربانی کرنے والے کے جسم کے ہر جزء کا بدلہ ہے۔ جسم کا کوئی جزو نزول رحمت کے وقت غائب ہوکر قربانی کی رحمت سے محروم نہ رہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے مذکور حکم دیا ہے لیکن چالیس دن سے زائد مدت ہو جاتی ہو تو کراہت سے بچنے کی خاطر بال وغیرہ کی صفائی میں ڈھیل اور سستی نہ کرے۔(۱)

قربانی کا گوشت غیر قوم کو دینا:

(سوال ۲۲) قربانی کا گوشت غیر قوم کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کوئی واقعی مصلحت ہو تو دے سکتے ہیں مگر بہتر نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں میں غرباء کی کمی نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایام نحر میں غریب مالدار ہوجائے تو قربانی کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۳) وجوب قربانی کے لئے مالداری کا اعتبار قربانی کے اول دن کا ہے یا آخری دن کا۔ بعض کہتے ہیں کہ عید کے دن صبح کے وقت جو مالدار ہوگا اس پر قربانی واجب ہے۔ بعد میں مالدار ہونے سے قربانی واجب نہیں ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) آخری دن کا اعتبار ہے۔ اگر وہ شخص پہلے روز غریب ہو یا مسافر یا کافر (معاذ اللہ) مگر قربانی کے آخری دن

(۱) (ومما ورد فی صحیح مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا فهذا محمول علی الندب دون الوجوب بالاجماع العیدین مطلب فی ازالة الشعر والظفر الخ ج ۲) شامی

(۲) ویهب منها ما یشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی کذا فی الغیاثیة فتاویٰ عالمگیری کتاب الاضحیة الباب الخامس فی بیان محال اقامة الواجب ج ۵ ص ۳۰۰

یعنی ایام نحر گزرنے سے قبل غریب مالدار ہوگیا اور مسافر مقیم بن گیا یا کافر مسلمان ہوگیا (بشرطیکہ وہ مالدار بھی ہو) تو قربانی واجب ہوجائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ حتی لو کان کافراً فی اول الوقت ثم اسلم فی اخرہ تجب علیہ (الیٰ قولہ) حتیٰ لو کان مسافرا فی اول الوقت ثم اقام فی اخرہ تجب علیہ (الی قولہ) حتی لو کان فقیراً فی اول الوقت ثم ایسر فی اخرہ تجب علیہ (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۹۲ کتاب الاضحیۃ الباب الاول فی تفسیر ھا الخ)

ایام نحر میں شک ہوجائے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۴) ایام نحر میں شک ہوگیا کہ بارھویں ذی الحجہ ہے یا تیرھویں؟ تو قربانی کا کیا حکم ہے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں تیسرے روز تک تاخیر نہ کرے۔ تاخیر ہوجانے کی صورت میں قربانی کرکے سب گوشت کا صدقہ کردینا مستحب ہے۔ واذا شک فی یوم الاضحی فالمستحب ان لا یوخر الی الیوم الثالث فان اخر یستحب ان لا یاکل منہ ویتصدق بالکل الخ (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۹۵ کتاب الاضحیۃ الباب الثالث فی وقت الاضحیۃ)

مالک نصاب قربانی نہ کرے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۵) باوجود استطاعت کے قربانی نہ کرے تو اس پر کچھ وعید ہے!

(الجواب) جی ہاں! ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ باوجود قربانی کی استطاعت کے قربانی نہ کرے تو میری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ یعنی وہ بارگاہ خداوندی میں حاضری کے قابل نہیں۔ من وجد سعۃً لان یضحی فلم یضح فلا یحضر مصلانا (عین ترغیب عن الحاکم مرفوعاً۔ مشکوۃ باب فی الاضحیۃ ص ۱۲۷)

تکبیر تشریق کا ثبوت کیا ہے :

(سوال ۲۶) تکبیر تشریق کی اصلیت کیا ہے؟

(الجواب) فقہاء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ تکبیر تشریق کی اصلیت یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لٹایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ فدیہ لے کر جاؤ۔ لیکن یہ فدیہ لے کر آئے تو اس ڈر سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل کو ذبح کر ڈالیں گے، اللہ اکبر اللہ اکبر پکارنے لگے۔ حضرت سیدنا ابراہیم نے جب یہ آواز سنی تو بشارت سمجھ کر پکار اٹھے " لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر " حضرت اسمٰعیل سمجھے کہ فدیہ آگیا تو اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرنے لگے۔ (شامی ج ۱ ص ۵۸۵)(۱)

---

(۱) واصلہ ان جبریل علیہ السلام لما جاء بالفداء خاف العجلۃ علی ابراھیم فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فلما رآہ ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام قال لا الہ الا اللہ واللہ اکبر فلما علم اسمعیل قال اللہ اکبر وللہ الحمد ھکذا ذکرہ الفقہآء الخ باب العیدین مطلب یطلق اسم السنۃ علی الواجب.)

کیا پورے گھر کی طرف سے ایک بکرا کافی ہے :

(سوال ۲۷) ہمارے یہاں پورے گھر کی طرف سے صرف ایک قربانی کرنے کا رواج ہے جب کہ گھر میں متعدد لوگوں پر قربانی از روئے نصاب واجب ہوتی ہے لوگ صرف بکرے کی قربانی کرتے ہیں کسی دوسرے جانور کی قربانی نہیں کرتے، بڑے جانوروں میں سے یہاں صرف بھینس بھینسا دستیاب ہے جو دو سال کا عموماً دو سو روپے میں مل جاتا ہے اور بکرا سال بھر کا عموماً تین سو روپے میں ملتا ہے، لوگ کہتے ہیں اگر ہر شخص کی طرف سے قربانی کریں گے تو بہت خرچ ہوگا ہم ان کو سمجھاتے ہیں کہ جو صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہوتی ہے لیکن علاقہ جہالت کا ہے، اس کے سامنے ایک صورت رکھی جاسکتی ہے کہ بڑے جانور کی قربانی کرو اس میں سات اشخاص کی طرف سے قربانی ادا ہوجائے گی، مگر اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوگا کے بھینس کے گوشت کا مصرف کیا ہو؟ لوگ تو اس کا گوشت نہیں کھائیں گے تو کیا قربانی کے بعد کھال اتار کر گوشت دفن کرنا درست ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گھر میں ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے، ایک کی قربانی سب کے لئے کافی نہیں ہوسکتی اگر بکرے کی قربانی گراں گذرتی ہے تو بڑے جانور کی قربانی کی جائے اور گوشت وہاں بھیج دیا جائے جہاں کھایا جاتا ہے یا جانور بھیج دی جائے یا رقم بھیج دی بجائے گوشت کا دفن کردینا جائز نہ ہوگا کہ اضاعت مال ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جانور خریدا مگر قربانی نہ کرسکا یا جانور ضائع ہوگیا:

(سوال ۲۸) شرعی مجبوری کی وجہ سے قربانی نہ ہوسکی اب اس کے پیسے خیرات کرنا ضروری ہیں یا رمضان المبارک میں روزہ داروں کو (جن میں امیر وغریب بھی ہوتے ہیں) ان پیسوں سے افطار کراسکتے ہیں؟

(الجواب) قربانی کا جانور خرید لیا اور کسی وجہ سے قربانی نہ کرسکا تو زندہ جانور صدقہ کردیا جائے اور مسئلہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اگر ذبح کر ڈالا تو غرباء پر اس کا گوشت تقسیم کردیا جائے مالداروں کو نہ دیا جائے اور اگر جانور ضائع ہوگیا اور قربانی نہ کرسکا اور خریدنے والا امیر ہے تو اس کے ذمہ اس کی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے چمڑے کی رقم کہاں خرچ کی جائے :

(سوال ۲۹) ہمارے گاؤں میں لوگ قربانی کے چمڑے مدرسہ میں دیتے ہیں ان چمڑوں کے پیسوں سے قرآن، پارہ عم، تختی وغیرہ خرید کر بچوں کو دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ نیز کسی غریب کے کفن دفن میں ان پیسوں کو استعمال کرسکتے ہیں؟ اور استاذ کی تنخواہ میں اس کا استعمال ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قربانی کے چمڑے کے پیسے صرف زکوۃ کے مستحقین پر خرچ کئے جائیں، قرآن، پارہ عم، تختی وغیرہ خرید کر غریب بچوں کو مالک بنادیں تو بھی جائز ہے، کفن دفن میں تملیک نہیں ہوتی اس لئے استعمال نہیں کرسکتے، ہاں پہلے

---

(۱) حوالہ اس باب میں، جانور خریدنے کے بعد قربانی نہ کرسکا الخ ص ۲۹ کے عنوان کے تحت ملاحظہ کیا جائے

کسی غریب وارث یا منتظم کو جو مستحق زکوٰۃ ہو اس کو مالک بنادیں اور پھر وہ اپنی مرضی سے کفن دفن میں خرچ کرے تو جائز ہے، ان پیسوں کو استاذ کی تنخواہ میں نہیں دے سکتے اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہوں تو بطور امداد دے سکتے ہیں[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ۔

قربانی والا وفات پا گیا:

(استفتاء ۳۰) ایک آدمی نے قربانی کے لئے بکرا رکھا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد وارثوں نے اس کو فروخت کردیا۔ اقتصادی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے۔ اب اس کے عوض میں بڑے جانور میں سے ایک حصہ رکھا جاوے تو کیسا ہے؟ دوسرا بکرا خریدنے میں قیمت زیادہ ہوجاتی ہے۔ جو بکرا فروخت کیا ہے۔ اتنی قیمت سے دوسرا بکرا نہیں خرید سکتے۔ تو اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بکرا مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوکر ورثاء اس کے حق دار ہوگئے ہیں اب ورثاء چاہیں تو اس کی قربانی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے کرسکتے ہیں۔ واجب نہیں ہے۔ وان مات أحد السبعة المشتركين فی البدنة وقال ألورثة اذ بحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل درمختار مع الشامی كتاب الا ضحية ج. ٦ ص ٣٢٦. فقط والله اعلم بالصواب .

گذشتہ سال کی قربانی امسال کرے تو صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۳۱) گذشتہ سال کی قربانی باقی ہے سال رواں بڑے جانور میں دو حصوں کی۔ گذشتہ اور سال رواں کی شرکت کرتا ہوں تو کیا گنجائش ہے؟ اور شریکوں کی قربانی میں کچھ حرج تو نہیں؟

(الجواب) شریکوں کی قربانی ادا ہوجائے گی۔ اور تمہاری امسال کی قربانی بھی ادا ہوجائے گی۔ گذشتہ برس کی قضاء (قربانی) ادا نہ ہوگی۔ (نفل ہوجائے گی اس کے عوض میں ایک بکرے کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔" ولو اشترک سبعةً فی بقرة ونوی بعض الشركاء التطوع وبعضهم الا ضحية لهذه السنة وبعضهم قضاء عن السنة الماضية يجوز الكل لكن يكون تطوعاً عمن نوى القضاء عن السنة الماضية فلا يقع عن قضائه. بل يلزمه ان يتصدق بقيمة شاة وسط لمامضى" (مجالس الا برار ج ۳ ص ٢٢٨) فقط والله اعلم بالصواب.

قربانی کے دن گذر جائیں تو جانور کو ذبح کرے یا صدقہ کرے :

(سوال ۳۲) قربانی کا جانور خریدا، پھر قربانی کے ایام گذر گئے۔ اور قربانی نہ کرسکا۔ تو اب اسے کیا کروں؟

(الجواب) جس پر قربانی واجب نہ تھی اس نے قربانی کے ارادے سے جانور خریدا۔ مگر قربانی نہ کرسکا (اور قربانی کے دن گذر گئے) تو اب اس جانور کا صدقہ کردے۔ (زندے کا)

---

(۱) فان باع الجلداو اللحم بالفلوس او الدراهم او الحنطة تصدق بثمنه لأن القربة انتقلت الى بدله، جوهرة النيرة، كتاب الاضحية ج ۲ ص ۲۸٦.

اور اگر مالدار نے اپنی واجب قربانی کے لئے جانور خریدا ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس کو خیرات کردے۔ یا اس کی قیمت خیرات کردے۔ لیکن احتیاط یہی ہے کہ جانور خیرات کردیا جائے (هدايه ص ٤٣١، ٤٣٠ ج ٤)[1]

فقط والله اعلم بالصواب .

قربانی کس پر واجب ہے :

(سوال ۳۳) قربانی کس پر واجب ہے؟

(الجواب) ہر ایک مسلمان، مرد وعورت مقیم پر جس کے پاس قربانی کے دنوں میں قرض وضع کرنے کے بعد بقدر نصاب (ساڑھے سات تولہ ۷½) سونا یا (ساڑھے باون تولہ ۵۲½) چاندی۔ یا چاندی کی قیمت ہو۔ جو حوائج اصلیہ (مال واسباب اور گھر، زمین وغیرہ سے) زائد اور فارغ ہو۔ اس پر قربانی واجب ہے[2]. فقط والله اعلم بالصواب .

قربانی کے دوسرے جانور کی قیمت کم ہو تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۴) ایک مالدار شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا اتفاق سے وہ حاملہ نکلا اس نے وہ جانور اپنے گھر رکھ لیا اور اس کے بدلے دوسرا جانور خریدا دوسرے جانور کی قیمت پہلے سے ستر روپے کم ہے تو کیا ستر روپے خیرات کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہاں ستر روپے خیرات کردے، شامی میں ہے وان ضحى بالثانية وقيمتها اقل تصدق بالزائد (شامی ج ۵ ص ۲۸۴ كتاب الا ضحية) فقط والله اعلم بالصواب ۹. ذی الحجه ۱۴۰۳ھ.

قربانی سنت ہے یا واجب :

(سوال ۳۵) ایک غیر مقلد کا قول ہے کہ "قربانی واجب نہیں، محض سنت ہے۔" اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ جو کوئی ذی الحجہ کا چاند دیکھے۔ اور اس کا ارادہ قربانی کا ہو تو وہ اپنے بال، ناخن تاوقتیکہ قربانی کرلے نہ کاٹے۔ "قصد وارادہ ہو۔" یہ لفظ بتلاتا ہے کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے۔ کیا یہ دلیل برابر ہے؟

(الجواب) قربانی محض سنت نہیں واجب ہے۔ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے۔ "جو صاحب نصاب مستطیع ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔" (عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال من كان له' سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا." (ابن ماجه ص ۲۳۲ ابواب الاضاحی باب الا ضاحی واجبة هي ام لا) (یعنی۔ جو کشائش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ پھٹکے (نہ جائے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے۔ باقی یہ کہ حدیث شریف میں لفظ "اراد" آیا ہے تو یہ ایک محاورہ

---

(۱) ولولم يضح حتى مضت ايام النحر ان كان اوجب على نفسه او كان فقيرا وقد اشترى الاضحية تصدق بها حية وان كان غنيا تصدق بقيمة شاة اشترى اولم يشتر الخ كتاب الاضحية)

(۲) قوله واليسار الخ بان ملك مائتى درهم او عرضا يساويها غير مسكنه وثياب اللبس اومتاع يحتاجه الى ان يذبح الاضحية الخ شامی كتاب الاضحية ج ٦ ص ٣١٢

اور عام بول چال ہے۔ یہ وجوب کے خلاف نہیں۔ حج کے لئے بھی یہ لفظ آیا ہے۔ حدیث میں ہے۔ "من اراد الحج فلیعجل" یعنی۔ جو حج کا ارادہ کرلے تو چاہئے کہ جلدی کرے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۲ کتاب المناسک) تو کیا حج بھی سنت ہے؟ فرض نہیں؟ خلاصہ یہ کہ قربانی واجب ہے محض سنت نہیں۔

"الاضحیة واجبة علی کل مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحیٰ عن نفسه وعن ولده الصغار اه ووجه الوجوب قوله علیه السلام من وجد سعه ولم یضح فلا یقربن مصلانا. ومثل هذا الوعید لا یلحق بترک غیر الواجب الخ (هدایة ص ۴۲۷ ج ۴ کتاب الاضحیة) فقط والله اعلم بالصواب.

گذشتہ برسوں کی واجب قربانی کا کیا حکم ہے :

(سوال ۳۶) جس پر قربانی واجب تھی۔ اس نے برسوں تک کی نہیں تھی۔ تو اب کیا کرے؟
(الجواب) خدا پاک جل مجدہٗ سے قربانی نہ کرنے کی گناہ کی معافی مانگے۔ اور جتنے برسوں کی قربانی رہ گئی اس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (حوالہ پہلے گذر چکا۔ مرتب)

صاحب نصاب عورتوں پر قربانی کا شرعی حکم:

(سوال ۳۷) ایسا مال جس کی مالکہ عورتیں ہیں اور اس کی زکوٰۃ ان کے شوہر ادا کرتے ہیں۔ ایسی عورتوں پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟
(الجواب) جب عورتیں صاحب نصاب ہیں تو ان پر واجب ہے کہ اپنے پیسے سے قربانی کریں۔ خود کے پاس رقم نہ ہو تو شوہر کے پاس سے لے کر قربانی کریں۔ یا شوہر عورتوں سے اجازت لے کر ان کی طرف سے قربانی کرے تو واجب قربانی ادا ہوجائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جانور کو قبلہ رخ لٹانا مستحب یا تاکیدی سنت ہے :

(سوال ۳۸) بوقت ذبح جانور کو قبلہ رخ لٹانے کا حکم تاکیدی ہے یا استحبابی؟
(الجواب) جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ لٹانا سنت موکدہ ہے۔ عملاً اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ (و) کره (ترک التوجه الی القبلة) لمخالفته السنة (قوله) (لمخالفته السنة) ای المؤکدة لانه توارث الناس فیکره ترکه بلا عذر اتفاقی. (درمختار مع الشامی ص ۲۵۸ ج ۵ کتاب الذبائح) فقط والله اعلم بالصواب.

والدصاحب کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کرنا:

(سوال ۳۹) قربانی کے جانور میں مرحوم والدصاحب کے ایصال ثواب کے لئے ایک حصہ رکھنا چاہتا ہوں تو رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا گھر میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے؟ بینوا

توجروا۔
(الجواب) والدصاحب کے ایصال ثواب کے لئے قربانی کے جانور میں آپ حصہ رکھ سکتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ قبول فرماوے اس کا تمام گوشت غرباء میں تقسیم کرنا ضروری نہیں امیر وغریب اور گھر والے بھی کھاسکتے ہیں۔ شامی میں ہے وان تبرع بها (ای بالاضحیة) عنه (ای عن المیت) له الاکل لانه یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت ولهذا لو کان علی الذابح واحدة سقطت عنه اضحیته' کما فی الاجناس الخ (شامی ج ۵ ص ۲۹۳ کتاب الاضحیة) فقط والله اعلم بالصواب.

قربانی کی کھال کی رقم کو آمدنی کا ذریعہ بنانا:

(سوال ۴۰) قربانی کی کھال کی رقم جماعت کے پاس جمع ہے، جماعت کے ذمہ دار لوگ غرباء کو اس میں سے دیتے ہیں اور اسی طرح نادار بچوں کو اسکول کی کتاب وغیرہ خرید کردیتے ہیں اور بیماروں کی بھی امداد کرتے ہیں، اب ان کا ارادہ ہے کہ ان پیسوں سے مستقل آمدنی کا ذریعہ بنالیں اور پھر اس کی آمدنی کو غرباء پر خرچ کرتے رہا کریں تو ان کم کے لئے چمڑے کی قیمت سے مکان دوکان بنوانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) قربانی کی کھال جماعت کو ہدیۃً نہیں دی جاتی بلکہ بطور وکالت دی جاتی ہے لہٰذا اس کی قیمت مستحقین کو تملیکاً دے دی جائے اور جہاں تک ہوسکے جلد ادا کرکے سبکدوش ہوجائیں بلاوجہ شرعی تاخیر کرنا کراہت سے خالی نہیں، غریبوں کو قرآن شریف اور کتابیں دی جائیں، غریب بیماروں کی امداد کی جائے، قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کو آمدنی کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا جائے، غیر مصرف میں رقم استعمال ہوگی تو جماعت کے ذمہ دار گنہگار ہوں گے۔[1] فقط والله اعلم بالصواب.

مالدار کو قربانی کا چمڑا دینا:

(سوال ۴۱) قربانی کا چمڑا مالدار صاحب نصاب کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) چمڑے کا حکم وہی ہے جو گوشت کا ہے جس طرح گوشت مالدار کو دیا جاسکتا ہے چمڑا بھی دے سکتے ہیں اور صاحب نصاب بخوشی لے سکتا ہے، ممنوع نہیں ہے اور جس مالدار یا غریب کو چمڑا ہدیۃً دیا گیا ہے وہ بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لے سکتا ہے۔[2] البتہ اگر قربانی کرنے والے نے چمڑا بیچ دیا تو اس کی قیمت کے حق دار صرف غرباء ہیں مالدار کو دینا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ۔

قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا:

(سوال ۴۲) قربانی کا جانور کسی صاحب نصاب یا غیر صاحب نصاب نے بقرعید سے ایک دو ہفتہ یا ایک آدھ برس

(۱) وان باع الجلد او اللحم بالفلوس او الدراهم او الحنطة تصدق بثمنه لأن القربة انتقلت الی بدله جو هرة النیرة کتاب الاضحیة ج ۲ ص ۲۸۶
(۲) ویاکل من لحم الاضحیة ویؤکل ویدخر ویتصدق بجلدها اویعمل منه نحو غربال وجراب، درمختار مع الشامی کتاب الاضحیة ج ۶ ص ۳۲۷

پہلے خریدا یا پال لیا اور پالے ہوئے جانور میں قربانی کی نیت کرلی تو کیا جس دن خریدا یا پالے ہوئے جانور کی جس دن قربانی کی نیت کرلی اسی دن سے بکری وغیرہ کا دودھ پینا اون کاٹنا منع ہوجائے گا یا قربانی کے دنوں میں ممنوع ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قربانی کے جانور سے انتفاع مکروہ ہے اور بقول صحیح مالدار اور غریب اس حکم میں مساوی ہیں، عالمگیری میں ہے ولو اشتری شاة للاضحية فيكره ان يحلبها او يجز صو فها فينتفع به لانه عينها للقربة فلا يحل له الا نتفاع بجز ء من اجزائها قبل اقامة القربة فيها كما لايحل له الا نتفاع بلحمها اذا ذبحها قبل وقتها ومن المشائخ من قال هذآ فى الشاة المنذور بها بعينها من المعسر والموسر وفى الشاة المشترا ة للاضحية من المعسر فاما المشتراة من الموسر للا ضحية فلا باس ان يحلبها ويجز صوفها كذا فى البدائع والصحيح ان المو سروا لمعسر فى حلبها وجز صوفها سواء هكذا فى الغياثية . ولو حلب اللبن من الا ضحية قبل الذبح او جز صوفها يتصدق ولا ينتفع به كذا فى الظهيرية (عالمگیری ج۶ ص ۲۰۱ الباب السادس فى بيان ما يستحب فى الا ضحية والا نتفاع بها) یعنی اگر قربانی کے لئے بکری خریدی تو اس کا دودھ دوہنا یا اون کاٹنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس بکری کو قربت کے لئے متعین کردیا ہے لہذا قربت کی ادائیگی (یعنی ذبح کرنے سے) پہلے اس کے کسی جزء سے انتفاع حلال نہیں، جیسے کہ اس بکری کو وقت سے پہلے ذبح کر ڈالے تو اس کے گوشت سے انتفاع حلال نہیں (صدقہ کرنا پڑے گا) اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ حکم (انتفاع کا عدم جواز) اس بکری (جانور) کے متعلق ہے جس کو نذر مان کر متعین کرلی گئی ہو چاہے نذر ماننے والا غریب ہو یا امیر، اور اس بکری (جانور) کے متعلق ہے کہ جس کو غریب نے قربانی کی نیت سے خریدا ہو۔ رہا وہ جانور جس کو مالدار نے قربانی کی نیت سے خریدا ہو تو اس کا دودھ دوہنے اور اون کاٹنے میں کوئی حرج نہیں هكذا فى البدائع لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مالدار اور غریب دودھ دوہنے اور اون کاٹنے کے حکم میں برابر ہیں هكذا فى الغياثيه. اگر ذبح کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ دوہا یا اس کا اون کاٹا تو اس کو صدقہ کردے اور اس سے فائدہ حاصل نہ کرے هكذا فى الظهيرة. (فتاویٰ عالمگیری ج۶ ص ۲۰۶) فقط واللہ اعلم بالصواب.

چرم قربانی کے متعلق ایک اشکال کا جواب:

(سوال ۴۳) فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم کتاب الاضحیہ (جدید ترتیب کے مطابق گذرے ہوئے سوال سے پہلا سوال ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب) میں ہے کہ قربانی کی کھال اس کو دے سکتے ہیں جسے گوشت دے سکتے ہیں، ایک صاحب نے سوال کیا کہ گوشت تو امیر کو بھی دیتے ہیں اور کافر کو بھی، تو اس فتوی میں وضاحت کی ضرورت ہے کہ جسے صدقہ دے سکتے ہیں اسے دے سکتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں۔ (حیدرآباد)

(الجواب) چرم قربانی مالدار کو بھی ہبۃ دینا جائز ہے اس کا صدقہ واجب نہیں ہے استحبابی ہے جیسے گوشت کا۔ البتہ اگر کھال بیچ دی جائے تو اس کی قیمت واجب التصدق ہے جس طرح کسی نے قربانی کا گوشت بیچ دیا تو اس کی قیمت بھی

واجب التصدق ہے وہ قیمت صرف مستحقین زکوٰۃ ہی کو دی جاسکتی ہے، درمختار میں ہے (فان بيع اللحم او الجلد به اى بمستهلك (اوبدراهم تصدق بثمنه) (درمختار مع شامی ج۵ ص ۲۸۷ كتاب الاضحية)فقط والله اعلم بالصواب .

شہر کی کسی مسجد میں عید کی نماز ہوجانے کے بعد قربانی کرنا:

(سوال ۴۴) شہر میں نماز عید کسی بھی مسجد میں ہوگئی تو کیا اس شہر میں رہنے والا اپنی قربانی کر کے عیدگاہ نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اس کی واجب قربانی ادا ہوگی؟ اگر عیدگاہ میں پڑھ کر قصاب ڈھونڈتا ہیں تو بارہ ایک بجے تک بمشکل ہی ملتے ہیں اس لئے لوگ جلدی کی مسجدوں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ (حیدرآباد)

(الجواب) شہر کی کسی مسجد میں معتبر لوگوں نے نماز عید ادا کی ہے تو دوسرے لوگوں کی قربانی بھی ادا ہوجائے گی مگر احتیاط اس میں ہے کہ عیدگاہ کی نماز کے بعد قربانی کرے، مجالس الابرار میں ہے واول وقتها بعد طلوع الفجر لكن يشترط تقديم صلوة العيد عليها فى حق اهل الا مصار...... ولو خرج الا مام بطائفة الى الجبانة وامر رجلاً ان يصلى بالضعفاء فى المصر وضحى البعض بعد ما صلى احد الفريقين يجوز استحساناً (مجالس الابرار ص ۲۲۶ مجلس نمبر ۳۵) درمختار میں ہے (واول وقتها بعد الصلوة ذبح فى مصر) اى بعد اسبق صلوة عيد (قوله بعد اسبق صلوة عيد) ولو ضحى بعد ما صلى اهل المسجد ولم يصل اهل الجبانة اجزاء استحساناً لا نها صلوة معتبرة الخ .(درمختار مع شامی ج۵ ص ۲۷۷ كتاب الاضحية)فقط والله اعلم بالصواب .

قربانی کی کھال خود استعمال کرسکتا ہے یا نہیں :

(سوال ۴۵) قربانی کی کھال خود استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ مصلی اور ڈول بنا کر کام میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دباغت کے بعد مصلی ڈول وغیرہ بنا کر استعمال کرسکتا ہے، اپنے کام میں نہ لیا یا لیا مگر بعد میں فروخت کردیا تو اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے، اس کو یاد رکھئے درمختار میں ہے (ويتصدق بجلدها او يعمل منه نحو غربال وجراب) وقربة وسفرة ودلو (فان بيع اللحم او الجلدبه) اى بمستهلك (اوبدراهم تصدق بثمنه) (درمختار مع شامی ص ۲۸۰ ج۵، كتاب الا ضحية)فقط والله اعلم بالصواب .

مردوں کی طرف سے قربانی:

(سوال ۴۶) مردوں کی طرف سے قربانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟ والدین کی طرف سے، استاذ کی طرف سے اپنے پیر کی طرف سے، اسی طرح اپنے پیغمبر محمد ﷺ کی طرف سے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قربانی مردوں کی طرف سے بھی کرسکتے ہیں مگر ایک بکرا یا بڑے جانور میں سے ایک حصہ کئی مردوں کی

طرف سے جائز نہیں،(۱) آنحضرت ﷺ نے ساری امت کو قربانی میں شامل فرمایا ہے تو حضرت ﷺ نے ساری امت کی طرف سے نہیں کی تھی بلکہ قربانی اپنی طرف سے کی تھی اور اس کا ثواب ساری امت کو بخش دیا تھا، جس طرح ہم نفلی قربانی اپنی طرف سے کر کے اس کا ثواب کئی مردوں اور زندوں کو بخش دیتے ہیں، یہ درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مردوں کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۴۷) مردوں کی طرف سے قربانی کی جائے تو اس کا گوشت ہم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ مالدار کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر مردہ وصیت کر کے مرا ہو کہ میرے مال میں قربانی کرنا تو ایسے قربانی کے گوشت کو غرباء اور مساکین پر خیرات کر دینا لازم ہے، مالدار اور سید کو دینا درست نہیں، ہاں اگر اس کے مال سے قربانی نہیں کی اگر چہ وصیت کی ہو یا نہ کی ہو تو اس کی گوشت کا وہی حکم ہے جو اپنے مال سے قربانی کرنے کا حکم ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ذبح قربانی میں قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے :

(سوال ۴۸) بھائی عبدالرشید نے مدراس سے یہاں (حیدرآباد میں) قربانی کرنے کو لکھا ہے وہاں عید پیر کو ہے اور یہاں اتوار کو، ان کی قربانی ہم یہاں اتوار کو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پیر کو کرنا ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قربانی کا جانور جس جگہ ہو اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے، قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوتا، چنانچہ اگر قربانی والا شہر میں ہو اور وہ اپنا قربانی کا جانور ایسے گاؤں میں بھیج دے جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی اور وہاں صبح صادق کے بعد اس کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے تو اس شہر والے کی قربانی صحیح ہو جائے گی۔

ہدایہ اخیرین میں ہے: والمعتبر فی ذلک مکان الاضحیة حتی لو کانت فی السواد والمضحی فی المصر یجوز کما انشق الفجر ، ولو کان علی العکس لا یجوز الا بعد الصلوة وحیلة المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بها الیٰ خارج المصر فیضحی بها کما طلع الفجر الخ (ہدایه اخیرین ص ۴۳۰ کتاب الاضحیة)

درمختار میں ہے والمعتبر مکان الاضحیة لا مکان من علیه فحیلة مصری اراد التعجیل ان یخرجها لخارج المصر فیضحی بها اذا طلع الفجر مجتبی (درمختار) (قوله والمعتبر مکان الاضحیة الخ) فلو کانت فی السواد والمضحی فی المصر جازت قبل الصلوة وفی العکس لم تجز قهستانی (درمختار وشامی ص ۲۷۸ ج۵، کتاب الاضحیة)

(۱) وان مات احد السبعة المشترکین فی البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربة عن الکل قال فی الشامیة تحت قوله لقصد القربة من الکل هذا وجه الاستحسان قال فی البدائع لأن الموت لا یمنع التقرب عن المیت بدلیل أنه یجوز ان یتصدق عنه والحج عنه الخ درمختار مع الشامی کتاب الاضحیة ج ۶ ص ۳۲۶

(۲) فرع من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیة نفسه من التصدق والا کل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر والمختار أنه ان یأمر المیت لا یأکل منها و لا یأکل شامی کتاب الاضحیة ج ۶ ص ۳۲۶

صورت مسئولہ میں عبدالرشید بھائی نے مدراس سے آپ کو حیدرآباد میں اپنی قربانی کرنے کے لئے لکھا ہے اور مدراس میں پیر کو عیدالاضحیٰ ہے اور آپ کے یہاں اتوار کو تو آپ بلا تکلف ان کی قربانی اتوار کو کر سکتے ہیں، ان کی قربانی صحیح ہو جائے گی، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کی کھال کی رقم مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں استعمال کرنا:

(سوال ۴۹) قربانی کے جانور کی کھال کی قیمت مکتب یا مسجد کی تعمیر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قربانی کے جانور کی کھال جب بیچ دی جائے تو اس کی قیمت واجب التصدق ہے، مساکین اور غرباء ہی کو وہ رقم مالک بنا کر دے دینا چاہئے، مکتب یا مسجد کی تعمیر میں وہ رقم استعمال نہیں کر سکتے۔

ہدایہ اخیرین میں ہے: ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم اوبما لا ینتفع به الا بعد استهلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الیٰ بدله الخ (ہدایه اخرین ص ۴۳۴، کتاب الاضحیة)

درمختار میں ہے:۔(فان بیع اللحم او الجلد به) ای بمستهلک (او بدراهم تصدق بثمنه) ومفاده صحة البیع مع الکراهة وعن الثانی باطل لانه کالوقف مجتبیٰ ...... الخ (درمختار مع شامی ج۵ ص ۲۸۷، کتاب الاضحیة)

فتاویٰ دار العلوم قدیم میں ہے:

(سوال) چرم قربانی کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) قیمت چرم قربانی کا صدقہ فقراء و مساکین پر واجب ہے مسجد کی مرمت وغیرہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۱۹۰ ج ۸۷۷.عزیز الفتاویٰ)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور قابل استفادہ طویل فتویٰ ہے وہ بھی نقل کر دیا جاتا ہے

(سوال) قربانی کی کھالیں جب فروخت کر دی جائیں تو ان کی قیمت کس قسم کے صدقہ میں شمار ہیں؟ اور ان کے مصارف کیا کیا ہیں؟ مسجدوں کی تعمیر وغیرہ میں ان کا صرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ کھالیں مساجد کے متولیان یا پیش امام کو مسجد بنانے کے لئے دے دی جائیں کہ یہ لوگ ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد کی تعمیر میں صرف کریں یہ شرعاً جائز ہے یا نہ؟

(الجواب) قربانی کی کھالوں کی قیمت ان کے فروخت کرنے کے بعد از روئے شریعت صدقۂ واجبہ میں داخل ہیں، کما فی الهدایة ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما لا ینتفع به الا بعد استهلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الی بدله" اور عینی شرح ہدایہ میں ہے فاذا تموله بالبیع وجب التصدق .لان هذا الثمن حصل بفعل مکروه فیکون خبیثاً فیجب التصدق "اور کافی شرح ہدایہ میں ہے:۔"قوله تصدق بثمنه لان معنی التمول سقط عن الاضحیة فاذا تمولها بالبیع انتقلت القربة الیٰ بدله فوجب التصدق.

عبارات مندرجہ بالا سے جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد مثل زکوٰۃ وغیرہ کے ان کی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہے۔لہذا ان کے مصارف بھی مصارف زکوٰۃ ہیں اور چونکہ زکوٰۃ و نیز دیگر صدقات میں تملیک شرط ہے اس لئے ان کو تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ تعمیر مسجد میں تملیک نہیں پائی جاتی کما فی الدر المختار لا یصرف الی نحو بناء مسجد والا الیٰ کفن میت وقضاء دینه (الیٰ) لعدم التملیک وهو الرکن. هکذا فی فتح القدیر و هدایة وشرح وقایه وغیره.

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب ''فتاویٰ اشرفیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔'' جب کھال فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اور تصدق کی ماہیت تملیک سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ صدقہ واجبہ ہے اس لئے اس کے مصارف مثل زکوٰۃ کے ہیں۔

اگر کھال کو مسجد کے متولیان یا پیش اماموں کو مسجدیں بنانے کے لئے دے دی جائے کہ یہ لوگ اس کی قیمت کو تعمیر مساجد میں صرف کریں وہ بھی جائز نہ ہوگا، کیونکہ یہاں بھی شرط تملیک جو رکن ہے پائی نہیں جاتی، کیونکہ تملیک کی معنی ہی یہ ہیں کہ کسی شخص کو مالک بنا دینا، تا کہ وہ بعد مالک ہوجانے کے جو چاہے کرے، اور بصورت مذکورہ اس قسم کا مالک بنایا نہیں جاتا، بلکہ دینے والے اس لئے دیتے ہیں کہ یہ رقم تعمیر مساجد میں صرف کی جاوے اور یہ تملیک نہیں بلکہ سراسر توکیل ہے قربانی کرنے والے کو ایسا مجاز نہیں کہ کھال کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کرے ویسا ہی ان کو بھی مجاز نہیں کہ کسی دوسرے کو مساجد وغیرہ کی تعمیر میں اپنے صرف کرنے کو وکیل بنا دے، کیونکہ جس تصرف کے لئے خود مؤکل کو مجاز نہیں ہے اس کے واسطے دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے چنانچہ ہدایہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے: من شرط الوکالة ان یکون الموکل ممن یملک التصرف ویلزمه الاحکام لان الوکیل یملک التصرف من جهة المؤکل فلا بد من ان یکون المؤکل مالکا لیملک من غیره.

خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی کھال جب فروخت کردی گئی پھر اس کی قیمت مساجد وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً ممنوع ہے اور نہ اسے دوسرے کو اس لئے دینا جائز ہے کہ بعد فروختگی اس کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کریں۔فقط (مفتی) عزیز الرحمن. (فتاوی دار العلوم قدیم ص ۱۸۸، ص ۱۸۹ ج ۷، ۸، عزیز الفتاویٰ)

فتاویٰ رحیمیہ میں بھی ایک جواب شائع ہوا ہے، ملاحظہ ہو۔

(الجواب) قربانی کی کھال جماعت کو ہدیۃً نہیں دی جاتی بلکہ بطور وکالت دی جاتی ہے، لہذا اس کی قیمت مستحقین کو تملیکاً دے دی جائے اور جہاں تک ہوسکے جلد ادا کر کے سبکدوش ہو جائیں بلا وجہ شرعی تاخیر کرنا کراہت سے خالی نہیں، غریبوں کو قرآن شریف اور کتابیں دی جائیں، غریب بیماروں کی امداد کی جائے، قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کو آمدنی کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا جائے غیر مصرف میں رقم استعمال ہوگی تو جماعت کے ذمہ دار گنہگار ہوں گے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ششم ص ۱۶۷ اردو) (جدید ترتیب میں اسی باب میں ملاحظہ کریں ص ۳۳ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صاحب نصاب امام کو قربانی کی کھال کی رقم دینا:

(سوال ۵۰) ہماری مسجد میں بعض لوگ قربانی کے چمڑے دیتے ہیں مسجد کے متولی حضرات بیچ کر اس کی رقم امام صاحب اور مؤذن کے مابین تقسیم کردیتے ہیں، جب کہ امام صاحب فلیٹ کے مالک بھی ہیں اور ان کا وہ فلیٹ خالی پڑا ہے، خود مسجد کے مکان میں رہتے ہیں، لہذا ان کو یہ پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح ان کو زکوٰۃ کے پیسے دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسجد کے متولی قربانی کے چمڑے بیچ دیں تو اس رقم کا حکم وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے، جو شخص مستحق زکوٰۃ ہو اسی کو یہ رقم دی جاسکتی ہے، ہدایہ اخیرین میں ہے: ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما ینتفع به الا بعد استهلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الیٰ بدله (هدایه اخیرین ص ۴۳۴ کتاب الاضحیة)

صورت مسئولہ میں امام صاحب کا فلیٹ (مکان) خالی پڑا ہے اور وہ مسجد کے مکان میں رہتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فلیٹ امام صاحب کی ضرورت سے زائد ہے، جس کی قیمت یقیناً نصاب سے زائد ہوگی بایں وجہ خود ان پر قربانی واجب ہے، فتاویٰ رحیمیہ میں ہے۔

(سوال) جس کے پاس ایک ہی مکان ہو لیکن اس میں خود نہیں رہتا ہے کرایہ پر دے رکھا ہے اور خود کرایہ کے مکان میں رہتا ہے تو قربانی کے متعلق مالداری میں اس گھر کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا؟

(الجواب) اپنا گھر چاہے کرایہ پر دیا ہو یا مفت یا خالی پڑا ہو، اور خود دوسرے مکان میں کرایہ پر رہتا ہو یا مفت ہر ایک صورت میں قربانی اور فطرہ کے متعلق مالداری میں اس مکان کی قیمت کا اعتبار ہوگا کیونکہ یہ مکان فی الحال حاجت اصلیہ سے زائد ہے (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲۲۰ ج ص ۸۷، ص ۸۸) (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، ایک ہی مکان ہے اس کو کرایہ پر دیا ہے الخ، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ص ۳۱ مرتب)

لہذا بصورت مسئولہ میں امام صاحب کو قربانی کے چمڑے کی رقم اور زکوٰۃ کے پیسے دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے جانور کا بچہ:

(سوال ۵۱) قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے اگر اس کا بچہ پیدا ہوجائے تو اسے کیا کیا جائے؟

(الجواب) قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے اس کا بچہ پیدا ہوجائے تو اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ذبح کردیا جائے یا زندہ صدقہ کردیں، اگر (مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کچھ بھی نہ کیا) حتیٰ کہ ایام اضحیہ ختم ہوگئے تو اب زندہ صدقہ کرنا لازم ہے، صدقہ بھی نہ کیا یہاں تک کہ دوسرے سال کی قربانی کا زمانہ آگیا تو اب خود کی (امسال کی واجب) قربانی کے عوض اس کی قربانی درست نہیں، اس کے باوجود ذبح کیا تو اس کا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے، اور جانور ذبح کرنے کی وجہ سے قیمت میں جو کمی واقع ہوئی اتنی مقدار کا بھی صدقہ کرنا لازم ہے اور خود کی واجب قربانی کے لئے دوسرا جانور ذبح کرے۔

اضحية خرج من بطنها ولد حی قال عامة العلماء یفعل بالولد ما یفعل بالام فان لم یذبحه

حتی مضت ایام النحر یتصدق به حیا(الیٰ قوله) وان بقی الولد عنده حتی کبرو ذبحه للعام القابل اضحیة لا یجوز وعلیه اخری لعامه الذی ضحی ویتصدق به مذبوحا مع قیمة ما نقص بالذبح والفتوی علی هذا کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری ۳۰۲/۵ الباب السادس فی بیان ما یستحب فی الاضحیة الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

ذبح قربانی کے لئے امام کو مجبور کرنا:

(سوال ۵۲) بعض دیہات میں قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لئے امام کو مجبور کرتے ہیں اور اس سے نیت پڑھوا کر اس کے ہاتھ سے جانور ذبح کرواتے ہیں، اگرچہ امام بے ہمت، یا طریقہ ذبح سے ناواقف ہو، البتہ کھال اتارنے وغیرہ کے لئے ایک اور اس کام کا ماہر شخص ہوتا ہے اس کے کہنے کے مطابق امام صاحب قربانی کے جانور پر چھری پھراتے ہیں، آیا اس طرح کرنا درست ہے؟

(الجواب) اولیٰ یہی ہے کہ جس کی قربانی ہو وہ خود ذبح کرے ہاں وہ نہ کرسکتا ہو تو طریقہ ذبح سے واقف دیندار شخص سے ذبح کروائے اس کام کے لئے امام صاحب پر جبر کرنا مناسب نہیں، کیونکہ ذبح قربانی فرائض امامت میں شامل نہیں۔

(وان یذبح بیده ان علم ذلک والا) یعلمه (شهدها) بنفسه ویأمر غیره بالذبح (درمختار مع الشامی ۳۲۸/۶) (فتاوی هندیه ۳۰۰/۵ آخر الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب) فقط واللہ اعلم بالصواب .

جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی:

(سوال ۵۳) جس شخص کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلاتردد درست ہے، جو آدمی قربانی کے دنوں میں صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے چاہے اس کا عقیقہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گاؤں میں قربانی وعید:

(سوال ۵۴) جس گاؤں میں نماز عید شرعاً درست نہ ہو وہاں قربانی ہوسکتی ہے؟ جواب اثبات میں ہو تو قربانی کب کریں؟ نماز تو وہاں پڑھی نہیں جاتی؟

(الجواب) عید وجمعہ شعائر اسلام میں سے ہیں، شہر قصبہ یا بڑا گاؤں جو قصبہ نما ہو وہاں ہوسکتا ہے دیہات اس کے لائق نہیں لہذا عید وجمعہ پڑھنا درست نہیں ویشترط لصحتها ستة اشیاء المصر او فناؤه الخ (نور الایضاح ص ۱۱۷ باب الجمعة) (البتہ قربانی کرسکتے ہیں کیونکہ قربانی کا تعلق شہر یا قصبہ سے نہیں بلکہ مالداری سے ہے، جو صاحب نصاب ہو۔ گاؤں میں ہو یا شہر میں قربانی کرنا واجب ہے۔ از مرتب)

مالدار عورت کی طرف سے شوہر کا قربانی کرنا:

(سوال ۵۵) عورت صاحب نصاب ہو مگر اس مال کی زکوٰۃ اس کا شوہر ادا کرتا ہو ایسی عورتوں پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب عورت صاحب نصاب ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، وہ اپنے پیسوں سے قربانی کرے اگر اس کے پاس نقد رقم نہ ہو تو شوہر وغیرہ سے لے کر قربانی کرے یا اپنا کوئی زیور بیچ کر قربانی کرے یا پھر عورت کی اجازت سے اس کا شوہر اس کی طرف سے قربانی کرے، عورت کی اجازت اور اس کو مطلع کئے بغیر اگر اس کا شوہر قربانی کرے گا تو واجب قربانی ادا نہ ہوگی،[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

قربانی کے وکیل کا بچی ہوئی رقم خود رکھ لینا اور اس کو امور خیر میں صرف کرنا :

(سوال ۵۶) ایک صاحب نے اشتہار دیا جو صاحب قربانی کرنا چاہیں رقم بھیج دیں ہم قربانی کریں گے، اس نے نیت یہ کی کہ جو رقم زائد ہوگی وہ میرا حق ہے اس رقم سے ضرورت مندوں کو بلاسود قرض دوں گا، اس طرح بلاسود قرض کا سلسلہ چلتا رہے گا، اپنی ذات پر صرف کروں گا، شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

(الجواب) قربانی ایک اہم عبادت ہے، گاہے بڑے جانوروں میں سات شریک ہوتے ہیں اس صورت میں کسی کا حصہ سے کم نہ ہونا چاہئے، شخص مذکور وکیل بن کر لوگوں کی قربانی کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے گو اسے ہر شخص کا حساب الگ رکھنا ہوگا اگر کسی کی رقم بچ جائے تو بقیہ رقم واپس کرنا لازم ہوگا، شخص مذکور اپنا محنتانہ (اجرت) لینا چاہے تو لے سکتا ہے مگر ابتداء ہی سے وہ محنتانہ (اجرت) متعین کرنا ضروری ہوگا "جو رقم زائد ہو وہ میرا حق" یہ اجرت غیر متعین اور مجہول ہے۔ لہذا اس طرح محنتانہ مقرر کرنا اور لینا صحیح نہ ہوگا ابتدا سے شریعت کے مطابق اجرت مقرر کر کے جو اجرت لے اس کا شخص مذکور مالک ہے اس میں جو تصرف چاہے کرسکتا ہے سوال میں جو تصرف لکھا ہے اس طرح بھی کرسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

والدہ کی طرف سے بکرے کی قربانی کی نیت کی تھی اس کی جگہ دوسرا بکرا کم قیمت کا قربانی کرنا:

(سوال ۵۷) ایک بھائی نے ایک بکرا بچپن سے پالا ہے اور بہت خوبصورت اور تندرست ہے اور آج سے تقریباً ساڑھے چار ماہ پہلے ان کی والدہ وفات پا گئی جس کے بعد انہوں نے اس بکرے کی قربانی مرحوم کی طرف سے کرنے کی نیت کی تھی، اب ایک گاہک اس کی قیمت اچھی دیتا ہے تو ان بھائی کا سوال یہ ہے کہ میں اس کو بیچ دوں؟ تاکہ قیمت اچھی آجائے، پھر اس سے کم دام کا بکرا لے کر میری والدہ کی طرف سے اس نیت کے مطابق اس کی قربانی کروں تو ٹھیک ہے یا نہیں؟

(۱) ولیس علی الرجل ان یضحی عن اولاده الکبار وامرأته الا باذنه الخ فتاوی عالمگیری کتاب الاضحیة الباب الاول فی تفسیرها ورکنها الخ ج۵ ص ۲۹۳.

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! ٹھیک ہے، یہ نذر کی صورت نہیں ہے، والدہ کی طرف سے قربانی کرنے کا اور ان کو ثواب پہنچانے کا محض ارادہ اور نیت ہے، بہتر یہ ہے کہ اسی کی قربانی کی جائے، جتنے عمدہ اور موٹے جانور کی قربانی کی جائے گی اتنا زیادہ ثواب والدہ کو اور قربانی کرنے والے کو ملے گا اس کو فروخت کر کے دوسرے کم قیمت کے جانور کی قربانی کی جائے تو باقی قیمت والدہ کے ایصال ثواب کے لئے غریب رشتہ داروں کو خیرات کی جائے، یہ بہتر ہے ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے وکیل کا کچھ زائد رقم وصول کرنا اور اپنی ضرورت میں استعمال کرنا:

(سوال ۵۸) زید لوگوں کے پاس سے پیسے لے کر ان کی قربانی کا انتظام کرتا ہے، لیکن جتنی رقم میں قربانی ہو سکتی ہے اس سے کچھ زائد رقم زید لوگوں کے پاس سے اس عنوان سے لیتا ہے کہ یہ زائد رقم میں جہاں چاہے کار خیر میں خرچ کردوں گا، لوگ خوشی سے مقررہ زائد رقم اسی عنوان سے اسے دیتے ہیں، زید رقم سے اپنے لئے دینی کتابیں خریدنا چاہے تو کیسا ہے؟ یا اسے یہ رقم دوسروں کو ہی دینا ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قربانی میں جتنی رقم خرچ ہوتی ہو زید کو اتنی رقم لینا چاہئے اگر محنت کرنے کی وجہ سے وہ "حق المحنت" لینا چاہے تو جانبین کی رضامندی سے جو حق المحنت طے ہو جائے گا وہ رقم زید لے سکتا ہے، اور زید اس نام سے جو رقم لے گا اس کا وہ حق دار ہے جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے، سوال میں درج شدہ صورت مناسب نہیں، یہ صورت اختیار نہ کی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کا جانور وزن سے خریدنا:

(سوال ۵۹) ہمارے دیار میں زندہ جانور وزن سے بکتے ہیں اور بغیر وزن کے بھی۔ بغیر وزن کے خریدنے میں خریدار کو جانور بہت گراں پڑتا ہے خریدار کو جانور کے جانچنے کا سلیقہ نہیں ہوتا فروخت کرنیوالے جانور میں جب گوشت بہت کم دیکھتے ہیں تو بغیر وزن کے فروخت کرتے ہیں، خریدار کو تجربہ نہیں ہوتا، اور بھیڑ میں اون بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے بہت موٹا معلوم ہوتا ہے دھوکہ میں آ کر خرید لیتا ہے، ذبح کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دھوکا ہوا ہے، آج کل ایسے واقعات بہت کثرت سے ہوتے ہیں کہ تین سو رینڈ (مقامی کرنسی) میں بھیڑ خریدا تو نو دس کلو گوشت نکلا، گویا گوشت کا حساب نکالا جائے تو بتیس تینتیس رینڈ کلو پڑا، اور عام طور پر گوشت چودہ سے بیس رینڈ کلو تک فروخت ہوتا ہے۔

یہ حقیقت بجا ہے کہ امر الٰہی کی تعمیل کے وقت گوشت وغیرہ کا حساب نہیں لگانا چاہئے مگر غیر مسلمین کی دھوکہ دہی سے عامۃ المسلمین کو بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جب وزن سے خریدنے میں مسلمانوں کو نقصان سے بچانا مقصود ہو تو کیا وزن سے خریدنے کی شرعاً اجازت ہو سکتی ہے؟

(الجواب) جانور غیر موزونی چیز ہے، آپ کے یہاں جب جانور دونوں طریقہ سے یعنی وزن سے اور غیر وزن سے دستیاب ہیں تو بیع کا جو شرعی طریقہ ہے یعنی غیر موزون اسی طریقہ کے مطابق معاملہ کیا جائے، دھوکہ سے بچنے اور بچانے کے لئے تجربہ کار لوگوں کا تعاون حاصل کیا جائے قربانی بہت اہم عبادت ہے، اس میں بیع کا صحیح طریقہ ہی اختیار کرنا چاہئے تا کہ عبادت بالکل صحیح طریقہ پر ادا ہو اور گوشت کے کم و بیش ہوجانے کی زیادہ فکر نہ کی جائے، قربانی

میں اصل مقصود تقویٰ ہے، گوشت نہیں۔ دلیلہ قولہ تعالیٰ : لن ینال اللہ لحومها ولا دماء ها ولکن یناله التقوی منکم.

احسن الفتاویٰ ص ۴۹۷ ج ۶ کے جواب سے زندہ مرغی کی بیع کی گنجائش (وزن میں جہالت یسیرہ اور عرف عام کی بنا پر) معلوم ہوتی ہے مگر خیال میں رہے کہ قربانی اہم عبادت ہے اور عبادت میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے لہذا قربانی کے لئے بیع کا صحیح طریقہ اختیار کیا جائے۔ (باب ما یجوز فی الضحایا) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ۔

نصف حصہ چرائی پر دیئے ہوئے بکرے کی قربانی کی تفصیل:

(سوال ۶۰) نصف حصہ شرکت پر دیئے ہوئے بکرے کو مالک، یا چرائی پر رکھنے والا۔ آپس میں ایک دوسرے کو نصف قیمت دے کر قربانی کرے تو درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس طرح چرائی پر دینا جائز نہیں ہے۔ بہر حال اگر یہ معاملہ کرلیا گیا تھا۔ تو اب صورت مسئولہ میں یہ ہے کہ اگر مالک قربانی کرے تو درست ہے۔ کیونکہ وہ بکرے کا مالک ہے اس کو چرائی کی اجرت دینی ہوگی۔ لیکن اگر راعی (چرانے والا) قربانی کرے تو درست نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے سے مالک نہیں ہے اور اب اگر نصف قیمت دیتا بھی ہے تو نصف قیمت دے کر پورے بکرے کا مالک نہیں بن سکتا۔ تو قربانی غیر مملوک کی کرتا ہے۔ یہ جائز نہیں

چرائی کے معاوضہ میں حاصل شدہ بکرے کی قربانی درست ہے یا نہیں؟:

(سوال ۶۱) میری گھاس کی زمین میں (باڑہ) چرواہا بکریاں چراتا ہے۔ اس کے عوض میں سالانہ ایک بکرا دیتا ہے۔ اس کی قربانی کی جائے تو ادا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) باڑہ کی گھاس اگر خودرو ہے یعنی آپ نے نہیں لگائی، اور نہ آپ نے اس کی حفاظت کا انتظام کیا ہے تو مباح عام ہے۔ جو اس کو کاٹ لے گا اس کی مان لی جائے گی۔ اس کی قیمت آپ نہیں لے سکتے۔ لہذا اس کے عوض میں یہ بکرا لینا بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ کما فی الدر المختار۔ " ومن السحت مایو خذ علی کل مباح الخ" (ص ۳۷۴ ج ۵ حضر والاباحة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں:

(سوال ۶۲) قربانی کی جانور کی عمر کس قدر ہونی ضروری ہے۔ بالخصوص بکرا، بکری، بھیڑ کی، بعض اہل حدیث علماء کہتے ہیں کہ۔ کہ بکرا، بکری اور بھیڑ کے دو دانت ہونا ضروری ہے۔ عمر جس قدر ہو، مگر دانت نہ ہو تو قربانی صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں "مسنة" کا لفظ آیا ہے۔ لہذا بحوالہ حدیث شریف جواب مرحمت فرمائیں۔؟

(الجواب) قربانی کے جانور کا "مسنہ" ہونا ضروری ہے۔ یعنی اونٹ پانچ برس کا۔ گائے وغیرہ دو برس کی۔ اور بھیڑ۔ بکری۔ وغیرہ ایک برس کی ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم عمر والے جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔ کہ اس سے کم سن والے جانور "مسنہ" نہیں۔ البتہ دنبہ چھ ماہ کا اس قدر فربہ ہو کہ سال کا دنبہ معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ "لا تذبح الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبح جذعة."

یعنی مسنہ جانور کی قربانی کرو۔ اگر مسنہ ملنا دشوار ہو تو چھ ماہ کا ذبح کرو۔ (مسلم شریف ج۔ ۲ ص ۱۵۵ کتاب الاضاحی باب سن الاضحیة)

محدث ثناء اللہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں کہ...... وشرط است کہ گاؤ و جاموس کم از دو سال نہ باشد۔ وشتر کم از پنج سال نہ باشد۔ وگوسفند و بز وآنکہ از وحشی واہلی متولد بود۔ اولیٰ این است کہ از یک سال کم نہ باشد۔ وجائز است شش ماہا دنبہ کہ شروع بہ ماہ ہفتم کردہ باشد (مالا بد منہ ص ۱۶۴) یعنی:۔ اور شرط یہ ہے کہ گائے، بھینس دو سال سے کم کی نہ ہو۔ اور اونٹ پانچ سال سے کم کا نہ ہو۔ اور بھیڑ، بکری ایک سال سے کم کی نہ ہوں۔ اور چھ ماہ کا دنبہ جس کا ساتواں مہینہ شروع ہوا ہو وہ جائز ہے۔ حدیث شریف میں لفظ "مسنہ" آیا ہے۔ جس کے دو معنی ہیں (۱) سن رسیدہ جانور (۲) دانت والا جانور = فقہائے کرامؒ نے عمر کا اعتبار کیا۔ اور دانت کو اس کی علامات قرار دیا ہے۔ قربانی کا جانور "مسنہ" ہو یعنی سن رسیدہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ دانت کی علامت ہو تو بہتر ہے۔ دانت کی علامت پر مدار نہیں۔ دانت سن رسیدگی کی علامت ہے۔ مثال کے طور پر لڑکا، لڑکی سن رسیدگی سے بالغ ہو جاتے ہیں۔ اور شرعی احکام کے مکلف ہو جاتے ہیں، اور شادی کے قابل ہو جاتے ہیں۔ بلوغ کی علامت حیض اور احتلام ظاہر ہو یا نہ ہو۔ اگر کسی لڑکی کو سن رسیدگی کے بعد بھی حیض نہ آئے تب بھی وہ بالغہ ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور سن رسیدہ ہو تو قربانی درست ہے۔ دانت کی علامت ہو یا نہ ہو سن رسیدگی کا یقین ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دم بریدہ جانور کی قربانی صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۶۳) ہمارے یہاں افریقہ میں بھیڑ کی قربانی کرنے میں بہت زیادہ حرج ہے۔ کہ یہاں پر جو بھیڑ ہوتے ہیں وہ دم بریدہ ہوتے ہیں۔ دم بریدہ جانور خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اور جانور تندرست وتازہ ہوتا ہے۔ دم کاٹنے سے جانور عیب دار نہیں ہوتا ہے۔

اس جانور کی دم تقریباً اٹھارہ ۱۸ انچ لمبی ہوتی ہے۔ یہ جب پاخانہ کرتا ہے۔ تو دم کے ساتھ پاخانہ لگ جاتا ہے۔ جس پر مکھیاں انڈے دیتی ہیں۔ جس بناء پر دم پر کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کیڑوں کی وجہ سے جانور بجائے صحت مند ہونے کے دبلے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تین ماہ کے بچے کی دم کاٹ دی جاتی ہے۔ عام طور پر دم بریدہ جانور ملتے ہیں۔ دم والے شاذ ونادر ملتے ہیں۔ اگر ملے بھی تو دبلے پتلے۔ تو کیا ایسے جانور کی قربانی صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) ثلث حصہ کی مقدار، یا اس سے زیادہ دم بریدہ بھیڑ وغیرہ کی قربانی درست نہیں۔ "ہدایہ" میں ہے۔ "جس جانور کے کان اور دم کٹی ہو۔ اس کی قربانی جائز نہیں۔"

ولا تجزئ مقطوعة الا ذن والذنب، اما الا ذن فلقوله علیه السلام. استشرفوا العین و الاذن ای اطلبوا اسلامتهما، واما الذنب فلا نهٗ عضو کامل مقصود فصار کالاذن. (هدایه ص ۴۳۱ ج ۴ کتاب الاضحیة) خصی جانور کی قربانی منصوص اور آپ کی پسندیدہ ہے۔ اس پر دم بریدہ جانور کو قیاس نہیں کر سکتے۔ دم بریدہ جانور کی قربانی اس لئے جائز نہیں کہ دم ایک کامل عضو ہے۔ یہ بیکار نہیں۔ بلکہ کام کی چیز ہے۔ کہا

سکتے ہیں۔ "ہدایہ" میں ہے۔ دم ایک کامل مقصود عضو ہے۔ جس بناء پر وہ کان کی طرح ہے۔ وما الذنب فلا نه عضو کامل مقصود فصار کالاذن. (ص ۴۳۱ ج ۴ کتاب الاضحیہ) کان اور دم بریدہ جانور عیب دار ہے۔ چاہے بعض کے نزدیک خوبصورت ہو۔ (جیسا کہ داڑھی منڈانے میں بعض لوگوں کو خوبصورتی معلوم ہوتی ہے۔) جب دم کٹے جانوروں کو رد کر دیا جائے گا اور دم والے جانور کی قیمت زیادہ دی جائے گی تو مالک از خود دم نہ کاٹے گا۔ مزید اینکہ تم خود پال سکتے ہو۔ علاوہ ازیں۔ بکرے گائے۔ بھینس، اونٹ، بھینسا وغیرہ جس کی دم کٹی نہ ہو۔ ان جانوروں کی قربانی بھی کی جا سکتی ہے۔

نوٹ:۔ ایک قول کے مطابق دم نصف سے کم کٹی ہو۔ یعنی آدھے سے زیادہ باقی رہی ہو۔ اس کی قربانی درست ہے۔ لہذا جہاں کامل دم والے یا ثلث حصہ سے کم دم بریدہ جانور نہ ملیں۔ وہاں اس قول کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رسولی والے جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟:

(سوال ۶۴) جس جانور کو رسولی ہو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) رسولی والے جانور کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سینگ ٹوٹے جانور کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۶۵) جانور کا سینگ تھوڑا اٹوٹا ہے۔ لیکن سینگ کا خول نکل گیا ہے۔ تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) خول نکلے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے۔ ہاں۔ اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ " فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز ." (ص ۲۸۲ ج. ۵ درمختار کتاب الاضحیہ فقط واللہ اعلم بالصواب.

جانور کے پیدائشی نہ سینگ ہو، نہ کان، نہ دم، تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۶۶) جس جانور کے پیدائشی نہ سینگ ہو، نہ کان، اور نہ دم ہو تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) جس کی پیدائشی سینگ نہ ہوں، اسی طرح اس کے سینگ جڑ سے اکھڑے نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے۔ "ویجوز ان یضحی بالجماء. وهی التی لا قرن لها. لان القرن لا یتعلق به مقصود و کذا ما کسرت القرن " (هدایه ص ۴۳۲ ج ۴ کتاب الاضحیة = شامی ص ۲۸۲ ج ۵ کتاب الاضحیہ) اور جس کے پیدائشی دونوں کان یا دم نہ ہو یا ایک کان ہو۔ اس کی قربانی درست نہیں۔

"ہدایہ" میں ہے۔ والسکاء وهی التی لا اذن لها " حلقة" لا تجوز (هدایه ص ۴۳۲ ج ۴ ایضاً) (وشامی ص ۲۸۳ ج ۵) اور جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی قربانی درست ہے۔ "فلو لها اذن صغیرة خلقةً اجزأن ." (درمختار مع الشامی ص ۲۸۳ ج ۵ کتاب الاضحیہ فقط واللہ اعلم بالصواب .

داغ دیئے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۶۷) داغ دیئے ہوئے جانور کی قربانی صحیح ہے یا نہیں؟ داغ صحت کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس سے گوشت پر کوئی اثر نہیں آتا۔؟

(الجواب) داغ دیئے جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خصی بکرے کی قربانی کا کیا حکم ہے :

(سوال ۶۸) قربانی کے لئے خصی بکرے کو پسند کرتے ہیں اگر چہ اس میں عیب ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ نے خصی دنبہ کی قربانی کی ہے۔ خصی ہونا عیب نہیں ہے۔ اس سے گوشت میں کمی نہیں آتی۔ نیز خصی فربہ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)[1] فقط واللہ اعلم بالصواب .

جس جانور سے بدفعلی کی گئی ہو اس کی قربانی

(سوال ۶۹) ایک شخص نے بڑے جانور (پاڈی) کے ساتھ صحبت کی۔ اور ایک شخص نے اس کی بدفعلی کو بھی دیکھا۔ تو آیا کیا یہ مفعول جانور قربانی کے لئے جائز ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ایسے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ لہذا اس کی قربانی بھی مکروہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے جانور کو مالک ذبح کر کے جلاوے۔ تا کہ چرچا ختم ہو جائے۔ ورنہ جب بھی لوگ دیکھیں گے بات یاد آ جائے گی۔ " وتذبح البهيمة وتحرق على وجه الاستحباب ولا يحرم اكل لحمها .(شامی ص ۱۵۴ ج ۱ کتاب الطهارة ابحاث الغسل) وتذبح ثم يحرق ويكره الانتفاع بها حيةً وميتةً (درمختار مع الشامی ص ۲۱۳ کتاب الحدود مطلب فی وطء الدابة ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب .

قربانی کے جانور کی عمر اور دانت:

(سوال ۷۰) ایک جانور کی عمر پوری ہے۔ لیکن پوری عمر ہونے پر جو دانت نکلتے ہیں وہ نہیں ہیں۔ تو کیا یہ جانور قربانی کے لئے جائز ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) عمر پوری ہونی ضروری ہے۔ دانت کی علامت ہو یا نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) عن جابر قال ذبح النبي صلى الله عليه وسلم يوم الذبح كبشين اقرنين املحين موجوئين الخ باب فی الاضحیۃ، ص ۱۲۸)

بانجھ جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں:

(سوال ۷۱) بانجھ بکری جو قابل تولد نہیں ہے قربانی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جائز ہے منع نہیں ہے، (۱) ممانعت کا حکم نظر سے نہیں گزرا۔ بانجھ ہونا قربانی کے لئے عیب نہیں۔ جس طرح جانور کا خصی ہونا اور جفتی سے عاجز ہونا۔ قربانی کے لئے عیب نہیں ہے اور بانجھ جانور اکثر لحیم و شحیم ہوتا ہے گوشت بھی عمدہ ہوتا ہے۔ بڑی عمر کی وجہ سے تولد بند ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عید کے دن سال پورا ہو رہا ہے کیا اس کی قربانی کی جاسکتی ہے :

(سوال ۷۲) جو بکرا گذشتہ سال عید کے روز پیدا ہوا ہو، اس سال اس کی قربانی کر سکتے ہیں۔

(الجواب) اس بکرے کی قربانی امسال عید کے دوسرے دن کر سکتے ہیں۔ قربانی ادا ہو جائے گی۔ اگر احتیاطاً اس کو چھوڑ کر دوسرا بکرا تجویز کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

قربانی کے جانور کے سینگ کی کتنی شکستگی مانع جواز ہے

(سوال ۷۳) آپ کے فتاوی رحیمیہ ج ۱ ص ۴۹ میں ہے "اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں، سینگ کے جڑ سے اکھڑنے کا کیا مطلب ہے؟ بعض کتابوں میں دیکھا" جس جانور کے سینگ کا خول پورا نکل گیا ہو اور سنگ کے اندر کا گودا خول نکل جانے کے بعد ایک انچ بھی ٹوٹ جائے تو اس جانور کی قربانی درست نہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سینگ کے اندر کا گودا سینگ کی جڑ ہے، آپ وضاحت فرمائیں کہ جڑ سے کیا مراد ہے؟ اور کس قسم کی شکستگی مانع جواز ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس جانور کے سینگ نہ ہوں یا ٹوٹ گئے ہوں یا اوپر کا خول اتر گیا ہو اس کی قربانی درست ہے، البتہ سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں یا اکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے، عالمگیری میں ہے ويجوز بالجماء التى لا قرن لها وكذا مكسورة القرن كذا فى الكافى وان بلغ الكسر المشاش لا يجزيه والمشاش رؤس العظام محل الركبتين والمرفقين كذا فى البدائع (عالمگیری ج ۶ ص ۲۰۰ الباب الخامس فى بيان محل اقامة الواجب) شامی میں ہے فان بلغ الكسر الى المخ لم يجز (شامی ج ۵ ص ۲۸۲ کتاب الاضحیۃ) بدائع کی عبارت میں (جو عالمگیری اور شامی میں ہے) تصریح ہے کہ مانع جواز وہ شکستگی ہے جو مشاش تک پہنچی ہو، اور مشاش ہڈیوں کے سروں کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیوں کے جوڑ (یہاں رؤس العظام سے مراد دماغ کی ہڈی کا سرا ہے) اس سے کم شکستگی مانع جواز نہیں۔

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ: جس جانور کے پیدائشی ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اس کی قربانی درست ہے البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۴۷ حصہ سوم)

(۱) والعاجز عن الولادة لكبر سنها الخ فتاوى عالمگیری الباب الخامس فى بيان محل اقامة الواجب ج ۵ ص ۲۹۷.

مظاہر العلوم سہارن پور کا فتویٰ ملاحظہ ہو:۔

(جواب ۱۹۴۵) حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد: اگر جانور کے دونوں سینگ یا ایک سینگ ٹوٹ جائے تو اس سے قربانی کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہاں البتہ اگر سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ جائے یہاں تک کہ اندر کا گودا یا ہڈی ظاہر ہو جائے تو پھر اس جانور کی قربانی درست نہیں۔ (بہشتی زیور و بہشتی ثمر فتاویٰ دار العلوم اور فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۴۹) کی عبارات کا ایک ہی مطلب ہے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے قال فی البدائع وروی ان رجلاً من همدان جاء الی سیدنا علی رضی الله عنه فقال یا امیر المؤمنین البقرة عن کم؟ قال عن سبعة ثم قال مکسورة القرن قال لا ضیر ثم قال سیدنا علی رضی الله عنه امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نستشرف العین والا ذن فان بلغ الکسر المشاش لا تجزیه والمشاش رؤس العظام مثل الرکبتین والمرفقین اه ص ۲۸۴ ج ۶ فقط حرره احقر.

(مفتی) عبدالعزیز عفی عنه مدرسه مظاهر علوم سهارنپور ۲۹ ذی الحجه ۱۳۹۷ھ.

جواب صحیح (مفتی) یحییٰ غفرله ۲۹.۷.۹۷/۱۲ھ.

لون سے خریدی ہوئی بھینس کے بچہ کی قربانی:

(سوال ۷۴) احقر نے چند سال پہلے ایک بھینس لون سے خریدی تھی اس وقت مجھے علم نہیں تھا کہ اس میں سرکار کو سود دینا پڑتا ہے، اب اس بھینس کا ایک بچہ ہے، میں اس کی قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس بھینس کے بچے کے بارے میں آپ نے پوچھا ہے اس کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دو سال سے کم بھینسے کی قربانی:

(سوال ۷۵) میں نے قربانی کے لئے بھینسا پالا ہے اس کی عمر پندرہ دن کم دو برس ہے اور وہ موٹا تازہ ہے تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) قربانی کے دن بھینسے کی عمر پورے دو برس کی نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، درمختار میں ہے وحولین من البقر والجاموس (درمختار ج۵ ص ۲۸۱ کتاب الاضحیة) مالابد منہ میں ہے۔ وشرط است گاؤ و جاموس کم از دو سال نباشد (ص ۱۶۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جانور کو خصی کرنا اور خصی جانور کی قربانی کرنا:

(سوال ۷۶) ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس بہت سے بکرے ہیں اور وہ خود بکروں کو خصی کرتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے خصی کئے ہوئے بکرے کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں یہ بحث چل رہی ہے کہ جس نے اپنے ہاتھ سے بکرے کو خصی کیا ہو وہ اس بکرے کی قربانی نہیں کر سکتا اور نہ کھا سکتا ہے، یہ بھی واضح فرمائیں کہ خصی جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں اور جانور کو خصی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اپنے ہاتھ سے خصی کئے ہوئے بکرے کی قربانی کر سکتا ہے اور کھا بھی سکتا ہے یہ سمجھنا کہ قربانی نہیں کر سکتا اور نہیں کھا سکتا، یہ خیال صحیح نہیں جانور کا خصی ہونا عیب نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے خصی جانور کی قربانی فرمائی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے عن جابر رضی الله عنه قال ذبح النبی صلی الله علیه وسلم یوم الذبح کبشین املحین موجوئین الخ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن دو چتکبرے (سیاہ و سفید رنگ والے) سینگ والے خصی مینڈھوں کی قربانی فرمائی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸ باب الاضحیہ)

ہدایہ اخیرین میں ہے ویجوز ان یضحی بالجماء ...... والخصی لان لحمها اطیب وقد صح ان النبی صلی الله علیه وسلم ضحی بکبشین املحین موجوئین. یعنی خصی جانور کی قربانی جائز ہے اس لئے کہ اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے دو خصی چتکبرے مینڈھوں کی قربانی فرمائی (ہدایہ اخیرین ص ۴۳۲ ایضاً) فتاویٰ عالمگیری میں ہے والخصی افضل من الفحل لانه اطیب لحماً کذا فی المحیط۔ خصی جانور کی قربانی غیر خصی جانور کی بہ نسبت بہتر ہے اس لئے کہ اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے (عالمگیری ج ۶ ص ۲۰۱ الباب الخامس فی بیان محل اقامة الواجب) درمختار میں ہے ویضحی بالجماء والخصی والثولاء الخ (ج۵ ص ۲۸۲ مع الشامی کتاب الاضحیة)

جانور کو فربہ بنانے یا کسی منفعت کی نیت سے خصی کرنا جائز ہے اور جس عبارت سے خصی کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ بلا کسی وجہ شرعی اور بطور لہو ولعب کرنے پر محمول ہے، درمختار میں ہے وجاز (خصاء البهائم) حتی الهرة واما خصاء الآدمی فحرام قیل والفرس وقیدوه بالمنفعة وهی ارادة سمنها او منعها من العض بخلاف بنی آدم فانه یراد به المعاصی فیحرم افاده الاتقانی عن الطحاوی. یعنی جانوروں کو خصی کرنا حتیٰ کہ بلے کو بھی خصی کرنا جائز ہے اور فقہاء نے خصی کرنا جائز ہونے کے لئے منفعت کی قید لگائی ہے اگر منفعت مقصود نہ ہو تو حرام ہے، اور منفعت یہ ہے کہ جانور کو فربہ بنانا مقصود ہو یا یہ نیت ہو کہ وہ کاٹنے سے باز رہے۔ رہا آدمی کو خصی کرنا تو وہ حرام ہے اس لئے کہ یہاں تو مقصود گناہ ہی ہے (درمختار مع شامی ج۵ ص ۳۴۲ کتاب الحظر والاباحة) عالمگیری میں ہے اخصاء بنی آدم حرام بالاتفاق. الی قوله. واما فی غیره من البهائم فلا بأس به اذا کان فیه منفعة واذا لم تکن منفعة او دفع ضرر فهو حرام کذا فی الذخیرة ...... یعنی انسان کو خصی کرنا بالاتفاق حرام ہے، اور دوسرے جانوروں کو خصی کرنا جب کہ اس میں کوئی منفعت ہو حرج نہیں ہے اور جب نہ کوئی منفعت ہو اور نہ کسی تکلیف کو دور کرنا مقصود ہو تو پھر خصی کرنا حرام ہے (عالمگیری ج۶ ص ۲۳۶ کتاب الکراهیة الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ) فقط والله اعلم بالصواب. یکم ذی الحجه ۱۴۰۰ھ.

جس جانور کے کان پیدائشی چھوٹے ہوں اس کی قربانی کرنا:

(سوال ۷۷) ایک بکرے کے کان پیدائشی بہت چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس جانور کے کان پیدائشی چھوٹے ہوں اس کی قربانی جائز ہے، ہاں جس جانور کے پیدائشی دونوں کان نہ ہوں یا ایک ہی کان ہو، یا ایک کان یا دونوں کان مکمل کٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں، درمختار میں ہے (ولا

بالسکاء)التی لا اذن لھا خلقۃ فلو لھا اذن صغیرۃ خلقۃ اجزأت زیلعی درمختار (قولہ التی لا اذن لھا خلقۃ)قال فی البدائع و لا تجوز مقطوعۃ احدی الا ذنین بکما لھا والتی لھا اذن واحدۃ خلقۃ ھ(درمختار والشامی ج۵ ص ۲۸۳ کتاب الاضحیۃ)فقط واللہ اعلم بالصواب .

بت یا مزار کے نام پر چھوڑا ہوا جانور اس کے مالک سے خرید کر قربانی کرنا یا اس کا گوشت خرید کر کھانا:

(سوال ۷۸) یہاں ہندو اور ان پڑھ جاہل مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ جانور کسی بت کے نام پر یا کسی مزار کے نام پر ایک معین مدت کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، پھر کچھ مدت کے بعد یا اپنی تکلیف دور ہونے پر اس جانور کو پکڑ کر فروخت کر دیتے ہیں۔ اب ایسا جانور جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہو، اس کو خرید کر قربانی کرنا یا عام دنوں میں قصاب سے اس کا گوشت خرید کر کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کسی مزار یا بت کے نام پر جانور چھوڑنا نص قطعی حرام اور سخت گناہ کا کام ہے مگر اس حرام عمل سے جانور حرام نہیں ہو جاتا اور شرعی اصول کے مطابق یہ جانور اپنے مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوتا (اگر چہ وہ اپنے غلط عقیدہ کی بنا پر یہ سمجھتا ہے کہ وہ میری ملک سے نکل کر غیر اللہ کے لئے وقف ہو گیا ہے مگر شرعاً اس کا یہ عقیدہ باطل ہے وہ جانور بدستور اس کی ملک میں ہے) لہٰذا اگر کوئی شخص جانور کے مالک سے وہ جانور خرید کر قربانی کرے تو قربانی درست ہے، اسی طرح عام دنوں میں اگر قصاب یہ جانور خرید کر اس کا گوشت فروخت کرے تو وہ گوشت خرید کر استعمال کرنا بھی درست ہے (معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ج ۲ ص ۴۲۳، ص ۴۲۴ سورۃ بقرہ تحت الآیۃ وما اھل بہ لغیر اللہ) فقط واللہ اعلم بالصواب . یکم صفر المظفر ۱۴۰۳ھ.

بکرے کا کان لمبائی میں چیرا ہوا ہو تو اس کی قربانی درست ہے:

(سوال ۷۹) ایک بکرے کا کان لمبائی میں چرا ہوا ہے تو ایسے بکرے کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ کان مکمل موجود ہے مگر لمبائی میں چرا ہوا ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) کان مکمل وجود ہے لمبائی میں چرا ہوا ہے تو اس کی قربانی درست ہے، شامی میں ہے وفی البدائع وتجزی الشرقاء مشقوقۃ الا ذن طولاً والخرقاء مثقوبۃ الا ذن الخ (شامی ص ۳۸۴ ج۵ کتاب الا ضحیۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

خنثیٰ بکرے کی قربانی:

(سوال ۸۰) خنثیٰ بکرے کی قربانی صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) خنثیٰ بکرے کی قربانی صحیح نہیں ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا تجوز التضحیۃ بالشاۃ الخنثی لان لحمھا لا ینضج (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۹۹ باب نمبر ۵) فی بیان محل اقامۃ الواجب)

فتاویٰ دار العلوم قدیم میں ہے۔

(الجواب) درمختار اور شامی میں مذکور ہے کہ خنثیٰ کی قربانی درست نہیں۔ و لا بالخنثی لان لحمھا لا ینضج شرح وھبانیۃ (درمختار) قولہ لان لحمھا لا ینضج) ولھذا التعلیل اندفع ما اوردہ ابن حبان من انھا لا تخلوا اما ان تکون ذکراً او انثی وعلیٰ کل تجوز الخ شامی ج۵ ص ۲۸۴ کتاب الاضحیۃ فقط .(فتاویٰ دار العلوم قدیم، عزیز الفتاویٰ ص ۱۸۳ ج۷،۸)فقط واللہ اعلم بالصواب

لنگڑا کر چلنے والے بکرے کی قربانی:

(سوال ۸۱) ایک بکرا جو فربہ اور صحت مند ہے اس کے پاؤں میں چوٹ لگ گئی، اس کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر وہ بکرا چلتے وقت اس پیر پر سہارا لیتا ہو اور اس پیر کو زمین پر ٹیک کر چلتا ہو، البتہ درد کی وجہ سے صرف لنگڑاتا ہو تو اس بکرے کی قربانی جائز ہے، اور اگر اس پیر پر بالکل وزن نہ لیتا ہو اس کو گھسیٹتے ہوئے یا اس پیر کو اٹھا کر صرف تین پیر پر چلتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

درمختار میں ہے: (والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک) شامی میں ہے (قولہ والعرجاء) ای التی لا یمکنھا المشی برجلھا العرجاء انما تمشی بثلاث قوائم حتی لو کانت تضع الرابعۃ علی الا رض وتستعین بھا جاز عنایۃ (درمختار و شامی ص ۳۸۲ ج۵ کتاب الا ضحیۃ)

ہدایہ اخیرین میں ہے: ولا یضحی بالعمیاء والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک والعجفاء..... والعرجاء البین عرجھا . حاشیہ میں ہے قولہ البین عرجھا ھی ان لا یمکنھا المشی برجلھا العرجاء وانما تمشی بثلث قوائم حتی لو کانت تضع الرابعۃ علی الارض وصاحقیقیا یجوز ذکرہ خواھر زادہ .(ہدایہ آخرین ص ۴۲۹ ایضاً مع حاشیہ ص۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

جرسی گائے کی قربانی کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۸۲) جرسی گائے کی قربانی کرنا کیسا ہے؟ جرسی گائے کی پیدائش فطری طریقہ یعنی نر اور مادہ کے اختلاط اور صحبت سے نہیں ہوتی بلکہ گائے پر جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور اسے نر کی ضرورت پیش آتی ہے جسے ماہر لوگ سمجھ لیتے ہیں اس وقت بذریعہ انجکشن ولایتی بیل کا نطفہ اس کے رحم میں پہنچا دیا جاتا ہے اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسے جرسی گائے کہا جاتا ہے عام گایوں کی طرح اس کے پشت پر کوہان کی طرح ابھار نہیں ہوتا، تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بیل کا نطفہ بذریعۂ انجکشن گائے کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے، اور اس سے بچہ کی ولادت ہوتی ہے تو اسے گائے کا بچہ کہا جائے گا اور اس کا کھانا حلال ہوگا البتہ قربانی جو ایک عظیم عبادت ہے اس میں ایسا جانور ذبح کرنا چاہئے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو، جب غیر مشتبہ جانور بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں تو اس قسم کے مشتبہ جانور کو ذبح نہ کرنے میں احتیاط ہے اپنی عبادت کو بلا مجبوری مشتبہ بنانا مناسب نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہرن کی قربانی:

(سوال ۸۳) ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک ہرنی خریدی ہے اور وہ ہرنی اس سے بہت مانوس ہے وہ اس کی قربانی کرنا چاہتا ہے تو قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟ وہ شخص کہتا ہے کہ جب ہرن کا گوشت کھانا حلال ہے تو قربانی بھی صحیح ہونا چاہئے، آپ وضاحت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) ہرنی وحشی جانوروں میں سے ہے، اور وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے **ولا یجوز فی الاضاحی شئی من الوحش** . وحشی جانوروں میں سے کسی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۹۹ ج ۶، کتاب الاضحیہ باب ۵)

یہ ضروری نہیں ہے کہ جس جانور کا کھانا حلال ہو اس کی قربانی بھی جائز ہو، دیکھئے، ایک برس سے کم عمر کا بکرا، دو برس سے چھوٹا بچھڑا، پانچ برس سے کم کا اونٹ کھانا حلال ہے لیکن ان جانوروں کی قربانی جائز نہیں، قربانی جائز ہونے کے لئے شرعی دلیل ضروری ہے، صرف عقلی دلیل کافی نہیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں ہرنی چاہے مانوس ہوگئی ہو تب بھی اس کی قربانی جائز نہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے

وان ضحی بظبیة وحشیة انست وببقرة وحشیة انست لم تجز .

ترجمہ: اگر کسی شخص نے جنگلی (وحشی) ہرن کی یا جنگلی گائے کی جو مانوس ہوگئی ہے اس کی قربانی کی تو یہ جائز نہیں (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۹۹ ج ۶ باب مایجوز فیہ الشرکة ، کتاب الاضحیہ ب ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب.

اونٹ وغیرہ میں دو شریک کی شرکت صحیح ہے یا نہیں :

(سوال ۸۴) اونٹ وغیرہ بڑے جانور میں، بجائے سات حصوں کے دو حصے ہوں۔ مثلاً میاں بیوی دونوں قربانی کریں۔ تو ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے (۳½) ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) ہاں، صحیح یہ ہے کہ اس کی گنجائش ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔ "مالا بد منہ" میں ہے۔ "اگر دو کس یک گاؤ یا بالمناصفہ خریدہ قربانی کنند جائز است بروایت صحیح۔" (ص ۱۶۵ مالا بد منه) فقط واللہ اعلم بالصواب.

بکرے میں چار نفلی قربانی ہوتی ہے کیا یہ صحیح ہے :

(سوال ۸۵) افریقہ سے ایک آدمی کی ڈاک ہے۔ وہاں کے ایک عالم نے کہا ہے کہ ایک بکرے میں چار مرحومین کے لئے نفل قربانی ہو سکتی ہے۔ اس کے مطابق پانچ بکرے اور بیس ۲۰ آدمی کے نام لکھے ہیں۔ تو کیا یہ قربانی سب کی طرف سے درست ہے؟ یا ہر ایک کے لئے ایک ایک قربانی کرنی ہوگی؟ صحیح حدیث سے جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) میت کے لئے اور اس کے نام سے قربانی کرنی ہو۔ تو ہر ایک مرحوم کی طرف سے ایک بکرا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر نفل قربانی اپنی طرف سے کرے۔ اور اس کے ثواب میں مرحومین کو شریک کرے تو جس قدر چاہے شریک کرسکتا

ہے۔ چار کی قید ضروری نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ساتویں حصہ کی نفل قربانی میں چھ ساتھی شریک ہو سکتے ہیں؟:

(سوال ۸۶) چھ آدمیوں نے مل کر قربانی کے بڑے جانور میں اپنا اپنا واجب حصہ رکھا اور ساتویں حصہ میں سب نے شریک ہو کر آنحضرت ﷺ کے لئے نفل قربانی کی نیت کرلی تو یہ درست ہے یا نہیں؟ واجب قربانی پر تو برا اثر نہیں پڑتا؟ یاد رہے کہ ساتواں حصہ ایک شخص کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ایک حصہ میں چھ شریک ہیں۔ لہذا کتاب کے حوالہ سے جواب دیا جائے۔

(الجواب) ان مات احد السبعة المشترکین فی البدنة وقال الورثة اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحساناً لقصد القربة من الکل ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم یجزهم (درمختار مع الشامی ج ۵ ص ۲۸۴ کتاب الاضحیة)

روایت مذکورہ فقہیہ سے استحساناً جائز معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ساتواں حصہ دار فوت ہو گیا تو اس کا حصہ اس کے ورثا کی طرف منتقل ہو گیا اور اس حصہ کے ورثا مالک بن گئے اور انہوں نے اس ساتویں حصہ کے مالک ہونے کی حیثیت سے قربانی کی اجازت دے دی تو اس کی قربانی درست ہو گئی اسی طرح صورت مسئولہ میں چھ ساتھیوں نے ساتواں حصہ خرید کر حضور ﷺ کے لئے کر دیا تو درست ہونا چاہئے۔ دوسرے علماء سے بھی دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پانچ بھائی مل کر اپنے مرحوم والد کی طرف سے بڑے جانور کی قربانی کریں تو کیا حکم ہے :

(سوال ۸۷) پانچ بھائی مل کر اپنے مرحوم والد یا والدہ مرحومہ کی طرف سے قربانی کریں تو صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اپنے مرحوم والد یا والدہ مرحومہ کی طرف سے نفلی قربانی کرنا درست ہے، بہت فضیلت کی چیز ہے اور بڑے ثواب کا کام ہے، ہر بھائی الگ الگ جانور کی قربانی کرے، یا کم از کم بڑے جانور میں ایک حصہ رکھے اس سے کم حصہ نہ ہونا چاہئے، اسی طرح پانچ بھائی مل کر بڑے جانور کی قربانی کریں تو یہ بھی درست ہے اس لئے کہ اس صورت میں ہر ایک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوتا بلکہ زائد ہی ہوتا ہے، ہدایہ اخیرین میں ہے۔ وتجوز (البقرة او بدنة) عن خمسة او سبعة او ثلثة ذکرہ فی الاصل لانہ لما جاز عن سبعة فعمن دونهم اولیٰ (الی قوله) ولو کانت البدنة بین اثنین نصفین تجوز فی الاصح لانہ لما جاز ثلثة الاسباع جاز نصف السبع تبعاً له (هدایہ اخیرین ص ۴۲۸، ص ۴۲۹، کتاب الاضحیة

مالا بد منہ میں ہے: اگر دو کس یک گاؤ یا بالمناصفہ خریدہ قربانی کنند جائز است بروایت صحیح (مالا بد منہ ص ۱۶۵)فقط واللہ اعلم بالصواب

دو شخص مل کر بڑے جانور کی قربانی کریں تو قربانی ہوگی یا نہیں :

(سوال ۸۸) اونٹ وغیرہ بڑے جانور میں سات شریکوں کی بجائے صرف دو آدمی مثلاً شوہر اور بیوی مل کر قربانی کریں تو ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے آئیں گے تو کیا یہ جائز ہوگا؟ اور قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں قربانی جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے، مالا بد منہ میں ہے "اگر دو کس یک گاؤں بالمناصفہ خریدہ قربانی کنند جائز است بروایت صحیح (مالا بد منہ ص ۱۶۵)

ہدایہ اخیرین میں ہے: ولو كانت البدنة بين اثنين نصفين تجوز في الا صح لانه لما جاز ثلثة الا سباع جاز نصف السبع تبعاله (هدايه اخيرين ص ۴۲۹ كتاب الا ضحية) فقط والله اعلم بالصواب.

باب العقيقه

ایام نحر میں عقیقہ کرنا کیسا ہے :

(سوال ۹۳) ایام نحر میں عقیقہ درست ہے یا نہیں۔

(الجواب) ہاں درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچہ کے عقیقہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ :

(سوال ۹۴) بچہ کے عقیقہ کا کیا حکم ہے؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ عقیقہ رسمی چیز ہے اسلامی طریقہ نہیں امام ابوحنیفہ خود اس کو بدعت اور مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) مذہب حنفی میں عقیقہ مسنون و مستحب ہے (رواج نہیں) اسلامی طریقہ ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر بدعت اور مکروہ تحریمی کا الزام لگانا غلط اور افترا ہے۔ مالا بد منہ میں ہے: بدانکہ عقیقہ نزد امام مالک رحمہ اللہ و شافعی رحمہ اللہ و احمد رحمہ اللہ سنت موکدہ است و بروایتے از امام احمد واجب و نزد امام اعظم مستحب و قول بہ بدعت بودنش افترا است برامام ہمام (ترجمہ۔ جان لو کہ عقیقہ امام مالک رحمہ اللہ و امام شافعی رحمہ اللہ نیز امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سنت موکدہ ہے اور امام احمد کی ایک روایت وجوب کی بھی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے اور ان کی طرف بدعت کا قول منسوب کرنا حضرت امام ہمام پر افترا ہے۔ (ضمیمہ مالا بد منہ ص ۱۷۸) بچہ پیدا ہونے کی خوشی میں شکریہ کے طور پر نیز آفات و امراض سے حفاظت کے لئے ساتویں دن (یعنی بچہ جمعہ کو پیدا ہو تو جمعرات کو اور جمعرات کو پیدا ہو تو بدھ کو) لڑکے کے لئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک بکرا ذبح کیا جائے اور بچہ کا سر منڈوا کر بال کے ہم وزن چاندی غریبوں کو صدقہ کردے اور لڑکے کے سر پر زعفران لگائے یہ تمام باتیں مستحب ہیں، حدیث سے ثابت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مر تهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمىٰ ويحلق راسه (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۸۳ ابواب الا ضاحی باب ماجآء فی العقيقه) (ترجمہ) بچہ اپنے عقیقہ کے بدلہ میں مرہون ہوتا ہے لہذا ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام طے کر لیا جائے نیز اس کا سر منڈوایا جائے۔ مرہون کے بہت سے مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ (مثلاً)

(۱) احادیث میں آتا ہے کہ بچہ ماں باپ کے لئے سفارش کرے گا اور وہ ان کا شفیع ہوگا۔ لیکن اگر حیثیت کے باوجود عقیقہ نہیں کیا اور بچپن ہی میں بچہ کا انتقال ہو گیا تو ماں باپ کے لئے شفاعت نہیں کرے گا۔ گویا جس طرح گروی رکھی ہوئی چیز کام میں نہیں آتی، یہ بچہ بھی ماں باپ کے کام نہیں آئے گا۔ (۲) عقیقہ کئے بغیر بچہ سلامتی نیز خیر و برکات سے محروم رہتا ہے۔ یعنی جب تک عقیقہ نہ ہو مرض کے قریب اور محافظت سے دور رہتا ہے۔ (۳) عقیقہ کے بغیر بچہ اذیٰ یعنی پلیدی میل کچیل وغیرہ میں مبتلا اور صفائی سے دور رہتا ہے۔ جیسے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ مع الغلام عقيقة فاهر يقوا عنه دماً وا ميطوا عنه الا ذى (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۲۲ کتاب العقيقة باب اماطة الا ذى عن الصبى فى العقيقة) نیز حدیث شریف میں ہے عن على بن ابى طالب رضى الله

عنہ قال عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن بشاۃ وقال یا فاطمۃ احلقی راسہ وتصدقی بزنۃ شعرہ فضۃً فوزنتہ فکان وزنہ درھماً او بعض الدرھم الخ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳ باب ماجآء فی العقیقۃ) یعنی آنحضرت ﷺ نے ایک بکرا ذبح کر کے امام حسنؓ کا عقیقہ کیا اور حضرت فاطمہ کو حکم فرمایا کہ اس کا سر منڈواؤ اور بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کردو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تعمیل کی بالوں کا وزن ایک درہم یا درہم سے کچھ کم تھا (حوالۂ مذکور) (۴) عن ابی بردۃ یقول کنا فی الجاھلیۃ اذا ولد لا حدنا غلام ذبح شاۃ ولطخ راسہ بدمھا فلما جاء اللہ بالاسلام کنا نذبح شاۃ ونحلق راسہ ونلطخہ بزعفران۔ (ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۳۷ کتاب الضحایا باب فی العقیقۃ) یعنی حضرت ابو بردہؓ نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں (قبل از سلام) بچہ پیدا ہوتا تو ہم بکرا ذبح کرتے اور اس کا خون بچہ کے سر پر لگاتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام سے نوازا تو اب ہم ساتویں دن بکرا ذبح کرتے ہیں نیز بچہ کا سر مونڈتے ہیں اور اس کے سر پر زعفران لگاتے ہیں (حوالہ مذکور) (۵) عن ام کرز رضی اللہ عنہا قالت سمعت یقول صلی اللہ علیہ وسلم عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ لا یضرکم اذکراناً کن ام اناثاً (ابو داؤد ج ۲ ص ۳۶، ایضاً) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا عقیقہ میں لڑکے کے لئے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بکرا ہو یا بکری۔

عقیقہ کب تک :

(سوال ۹۵) مدت عقیقہ کب تک ہے۔

(الجواب) عقیقہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ساتویں روز کیا جائے جیسا کہ گذشتہ فتویٰ میں حدیث نمبر ۱ میں آیا ہے اگر ساتویں روز نہ ہو تو چودھویں روز یا اکیسویں روز کرے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ عقیقہ کے جانور کو ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز یا اکیسویں روز۔ (۱)

بہت سے علماء نے ساتویں دن کی تعداد کا لحاظ کر کے بالغ ہونے تک مدت لکھی ہے اور بہت سے حضرات نے کسی مدت کی قید نہیں لگائی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی پچاس برس کی عمر میں عقیقہ کیا ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں ضعیف ہے نیز یہ ایک مجبوری کی صورت ہوگی۔ یہاں پر تو بلا عذر مہینوں بلکہ برسوں تک ٹالتے رہتے ہیں اور گھر میں کسی کی شادی ختنہ وغیرہ رواج کی راہ دیکھتے ہیں اور ساتویں دن کا لحاظ بھی نہیں ہوتا اس کے خلاف مستحب ہونے میں کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ عقیقہ خود مستحب ہے اور اس کو مستحب طریقہ سے ادا کرنا چاہئے لہذا ساتویں روز عقیقہ کرنا بہتر ہے نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں روز کرے بغیر کسی مجبوری کے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) (طبرانی وفیہ ایضاً عن بریدۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العقیقۃ لسبع اولاربع عشرۃ اولاحدی وعشرین رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط الخ بحوالہ اعلاء السنن، کتاب الذبائح، باب افضلیۃ ذبح الشاۃ فی العقیقۃ ج ۱۷ ص ۱۱۸)

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھے؟:

(سوال ۸۹) بتایئے عقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت کون سی دعا پڑھی جائے؟

(سوال) عقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:۔ اللھم ھذہ عقیقۃ ابنی ...... (اسم ولد) دمھا بدمہ وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ اللھم اجعلھا فداء لابنی (لڑکے کا نام)

نوٹ:۔ لڑکی کا عقیقہ ہو تو ضمیر کو بجائے مذکر کے مؤنث بناوے۔ جیسے اللھم ھذہ عقیقۃ بنتی (لڑکی کا نام) دمھا بدمھا وعظمھا بعظمھا وجلدھا بجلدھا و شعرھا بشعرھا اللھم اجعلھا فداء لبنتی (لڑکی کا نام) والد کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی ذبح کرے تو ابنی یا بنتی کی جگہ بچہ اور اس کے باپ کا نام لے۔ دعاء مذکورہ کے ساتھ انی جھت سے وانا من المسلمین تک پڑھے اور اللّٰھم منک ولک پڑھ کر بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔

مرحوم بچہ کا عقیقہ ہے یا نہیں :

(سوال ۹۰) مرحوم بچہ کے عقیقہ کرنے کا حکم ہے یا نہیں۔

(الجواب) مرحوم بچہ کے عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں۔ (حوالہ آگے آرہا ہے۔ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عقیقہ کا ذمہ دار والدین میں سے کون ہے :

(سوال ۹۱) عقیقہ کس کے ذمہ ہے باپ کے یا ماں کے؟

(الجواب) جس کے ذمہ بچہ کا نفقہ واجب ہے۔ اسی کے ذمہ عقیقہ بھی ہے۔ باپ کی حیثیت نہ ہو تو ماں عقیقہ کرے۔ حیثیت نہ ہو تو قرض لے کر عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکرا کافی ہے :

(سوال ۹۲) لڑکے کے لئے ایک بکرا کافی ہے یا نہیں؟

(الجواب) حیثیت ہو تو لڑکے کے لئے دو بکرے، ۲ بھیڑ ے ۲ دمبے یا قربانی کی گائے یا اونٹ یا بھینس یا کٹڑے میں دو حصے افضل ہیں۔ ورنہ ایک بکرا، بھیڑ یا بڑے جانور میں سے ایک حصہ بھی کافی ہے اس سے عقیقہ ہو جاتا ہے (ملاحظہ ہو فتویٰ نمبر ۱ حدیث نمبر ۳ (اسی باب کا سوال نمبر ۱ مراد ہے۔ مرتب)

شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا:

(سوال ۹۶) ایک شخص شادی کے موقع پر عقیقہ کرتا ہے اور دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرتا ہے، عرفاً لوگ اس موقع پر "چڑھاوا" (دیوار) دینے کے عادی ہیں اگر کوئی نہیں دیتا تو داعی کو ناگواری بھی ہوتی ہے اور مدعو بھی چڑھاوا دینا ضروری سمجھتا ہے تو ایسی صورت میں عقیقہ کا گوشت دعوت میں کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عقیقہ کا گوشت بلا کسی عوض مفت کھلانا چاہئے شادی کی تقریب میں چونکہ کھانا کھلا کر چڑھاوا (دیوار) لیا

جاتا ہے اس لئے عوض اور بدلہ شبہ ہوتا ہے لہذا بچنا چاہئے ، ہاں ناشتہ وغیرہ کی دعوت میں جس میں چڑھاوا لینے کا دستور نہیں ہے کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ،شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت کھلانے کا رواج (دستور) ہو جانے میں جو ایک خرابی یہ بھی ہے کہ استحباب کی رعایت نہ ہوگی مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز عقیقہ ہو اور تیسرا حصہ غرباء کو دیا جائے ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچہ کا عقیقہ کون کرے؟:

(سوال ۹۷) اگر والدین صاحب مال ہوں اور بچہ کا عقیقہ ماموں، چچا، دادا، نانا وغیرہ رشتہ دار کریں تو صحیح ہے یا نہیں؟ عقیقہ ادا ہو جائے گا؟ یا والدین کو پھر دوبارہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس پر بچہ کا نفقہ واجب ہے اگر وہ صاحب مال ہو تو اس کو عقیقہ کرنا چاہئے ، مالا بدمنہ میں ہے ۔ مسئلہ ، بر ہر کسے نفقہ مولود واجب باشد او را عقیقہ او ہم از مال خود باید کرد نہ از مال مولود ورنہ ضامن خواہد شد و اگر پدر محتاج باشد مادرش عقیقہ نماید اگر میسر باشد (مالا بدمنہ ۔ رسالہ احکام عقیقہ ص ۱۷۹) اس کے باوجود اگر والدین کو اس کی توفیق نہیں ہوئی اور دوسرے کرنا چاہیں اور والدین رضامند ہوں تو کافی ہوجائے گا دوبارہ کرنا ضروری نہیں ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۴ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ۔

مرحوم بچہ کے عقیقہ کے متعلق ایک اشکال کا جواب:

(سوال ۹۸) فتاویٰ رحیمیہ سوگذشتہ باب ہذا میں ہے۔

(الجواب) مرحوم بچہ کے عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں ۔فقط ۔اس سے جواز تو ثابت ہوتا ہے جواز کی دلیل کیا ہے؟ ارقام فرما کر ممنون فرمائیں (از مبارکپور)

(الجواب) عقیقہ زندگی میں کیا جاتا ہے مرنے کے بعد عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں اگر مردہ بچہ کے عقیقہ کو مستحب نہ سمجھا جائے محض شفاعت کی امید و مغفرت کی لالچ سے کردیا جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے جیسے کسی نے حج نہیں کیا اور بلا وصیت مرگیا اور وارث نے اس کی مغفرت کی امید پر اپنے خرچ سے حج بدل کیا تو امید ہے کہ حق تعالیٰ قبول فرمائے اس صورت میں عقیقہ کا جانور مستقل ہو احتیاطاً قربانی کے جانور میں شرکت نہ کرے وحاصله ان الغلام اذا لم یعق عنه فمات لم یشفع لوالدیه ثم ان الترمذی اجازها الی یوم احدی وعشرین قلت بل یجوز الی ان یموت لما رأیت فی بعض الروایات ان النبی صلی الله علیه وسلم عق عن نفسه بنفسه الخ (فیض الباری ج ۴ ص ۳۳۷ کتاب العقیقة) دیگر علماء سے بھی تحقیق کرکے عمل کیا جائے ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عقیقہ کے جانور کے چمڑے کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر بنوانا:

(سوال ۹۹) عقیقہ کے جانور کا چمڑا بیچ کر اس کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بعضوں نے لکھا ہے کہ عقیقہ کے چمڑے کی وہ اہمیت نہیں ہے جو قربانی کے چمڑے کی ہے لیکن اسے غرباء ہی کو دیا جائے اس کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر نہ خریدا جائے ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قربانی کے علاوہ دنوں میں بڑا جانور عقیقہ میں ذبح کرنا اور اس میں اپنا اور والدین کا حصہ رکھنا:

(سوال ۱۰۰) میں نے اپنے بچہ کا عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس عقیقہ کے ساتھ میرا اور میرے والدین کا عقیقہ کرنے کا بھی ارادہ ہے اس لئے ان سات حصوں کے لئے بڑا جانور خریدا ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ صرف قربانی کے دنوں میں بڑے جانور میں عقیقہ ہوتا ہے دوسرے دنوں میں نہیں ہوسکتا، آپ جواب عنایت فرمائیں کہ میں نے جس طرح عقیقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا اور آپ کے والدین کا عقیقہ نہیں ہوا ہے اس وجہ سے آپ اپنے بچہ کے عقیقہ کے ساتھ سب کا عقیقہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے بڑا جانور خریدا ہے تو یہ عقیقہ کرنا درست ہے ، اور اگر آپ کا یا آپ کے والدین کا عقیقہ ہو چکا ہے تو دوسری مرتبہ عقیقہ کرنا مشروع نہیں اس لئے اس صورت میں ان کو شامل کرنے کی اجازت نہیں پورا جانور بچہ کی طرف سے عقیقہ کردیں یا دو بکرے خرید کر عقیقہ کردیں ، یہ سمجھنا کہ قربانی کے دنوں کے علاوہ میں بڑا جانور عقیقہ کے لئے نہیں چل سکتا، صحیح نہیں ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تبلیغی اجتماع کے کھانے میں عقیقہ کا گوشت کھلایا گیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۱) ہمارے یہاں تبلیغی جماعت کا ایک اجتماع ہوا، اس میں ایک وقت کے کھانے کا پاس تین روپیہ فی کس مقرر کیا گیا تھا، پاس والے کھانے میں عقیقہ کے پورے جانور کا گوشت کھلایا گیا ، بعد میں لوگوں میں یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ عقیقہ صحیح ہونے میں شبہ ہے اس لئے کہ اس کھانے کے عوض فی کس تین روپے لئے گئے ہیں، آپ وضاحت فرمائیں، کہ مذکورہ صورت کا کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کے مانند ہے، اور قربانی کے گوشت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو روپے پیسے کے عوض بیچ دیا جائے تو جو رقم حاصل ہوئی ہو اس کا صدقہ کرنا واجب ہے، ہدایہ اخیرین میں ہے: ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما لا ینتفع به الا بعد استهلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الی بدله (ہدایہ اخیرین ص ۴۳۴ کتاب الاضحیة)

عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ فاذا تموله بالبیع وجب التصدق لان هذا الثمن حصل بفعل مکروه فیکون خبیثا فیجب التصدق (عینی بحواله فتاویٰ دار العلوم قدیم ص ۱۸۸ ج ۷ ، ۸ کتاب

الاضحیۃ)

رسالہ احکام عقیقہ میں ہے۔ مسئلہ:۔ درشرح مقدمہ امام عبداللہؒ وغیرہ مرقوم وھی کالاضحیۃ یعنی حکم جانور عقیقہ مثل حکم جانور قربانی ست، فی سنھا در عمر کہ بز کم از یک سال وگاؤ کم از دو سال وشتر کم از پنج سال نہ بود۔ وفی جنسھا ...... وسلامتھا ...... والا کل منھا ۔ درخوردن از وکہ خوردن گوشت عقیقہ ہمہ فقیر وغنی وصاحب عقیقہ ووالدین اوراجائز است مثل گوشت قربانی والاھداء والا ذخار، وامتناع بیعھا الخ ۔(رسالہ احکام عقیقہ مالا بدمنہ ص ۱۸۰)

صورت مسئولہ میں ایک وقتیہ کھانا کس تین روپے لے کر کھلایا گیا ہے اور اس کھانے میں عقیقہ کا گوشت استعمال کیا گیا ہے تو عوض لینے کا شبہ قوی ہے اس لئے گوشت کے مقابلہ میں اندازاً جتنی قیمت حاصل ہوئی ہو اتنی قیمت غرباء پر صدقہ کردی جائے تو انشاء اللہ عقیقہ صحیح ہوجائے گا، ایسی دعوت جس میں قیمت اور عوض نہ لیا جائے عقیقہ کا گوشت کھلانے میں مضائقہ نہیں ہے مگر ایسی بلاعوض والی دعوتوں میں بھی عقیقہ کا گوشت کھلانے کا رواج ہوجانے میں خرابی یہ ہے کہ مستحب طریقہ چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے، عقیقہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ساتویں روز عقیقہ ہو اور گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ گھر والوں کے لئے ایک حصہ رشتہ داروں اور دوست احباب کو اور ایک حصہ غرباء کو دیا جائے (فتاوی رحیمیہ اردو ج۶ ص ۱۷۱ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ۱۲ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عقیقہ کے احکام (بارہ سوالات کے جوابات:)

(سوال ۱۰۲) (۱) عقیقہ کس کو کہتے ہیں، اس کے لغوی واصطلاحی معنی کیا ہیں؟

(۲) کیا عقیقہ فرض واجب یا سنت ہے؟

(۳) عقیقہ کے لئے جانور کو ذبح کرتے وقت کیا پڑھنا چاہئے۔

(۴) جانور کیسا ہو، نیز عمر کی کیا قید ہے۔

(۵) لڑکا اور لڑکی کے لئے کتنے جانور ذبح کئے جائیں، یا زیادہ سے زیادہ کتنے اور کم سے کم کتنے؟

(۶) کیا لڑکے کے لئے بکرا یعنی نر جانور ہی ضروری ہے، اور اسی طرح کیا لڑکی کے لئے بکری یعنی مادہ جانور ہی ضروری ہے؟

(۷) کیا عقیقہ کے لئے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت بچہ کے ماں باپ کھا سکتے ہیں؟ اور کیا وہ بچہ یا شخص بھی جس کا عقیقہ کیا گیا ہو؟

(۸) عقیقہ کرنے کے لئے بچہ کی عمر کی کوئی قید ہے یا زندگی میں کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

(۹) یا عقیقہ آدمی جوان ہو کر اپنی کمائی کے روپے سے بھی کرسکتا ہے، یا صرف ماں باپ ہی کے روپے اس میں استعمال ہوتے ہیں؟

(۱۰) اکثر و بیشتر حضرات کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ جس بچہ کا عقیقہ کیا جائے اس کے ماں باپ ذبیحہ کا گوشت

نہیں کھا سکتے، اگر کھانا ہو تو بازار سے کچھ گوشت لاکر عقیقہ کے گوشت میں ملائیں تب وہ کھا سکتے ہیں، نیز جس کا عقیقہ ہو اگر وہ کھانا چاہے تو اسے منع ہے، یہ خیال کہاں تک درست ہے؟

(۱۱) اگر گنجائش نہ ہو تو کیا ایک ہی جانور چل سکتا ہے؟

(۱۲) اگر کوئی ایسا شخص مرگیا ہو جس کا عقیقہ باقی ہو تو کیا وہ گنہگار ہوگیا، نیز اس کے پسماندگان پر اس کے انتقال کے بعد عقیقہ کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) عقیقہ مشتق ہے عق سے جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں اور یہاں نام ہے ان بالوں کا جو بوقت ولادت بچہ کے سر پر پھوٹے (نکلے) ہوئے ہوتے ہیں اور ساتویں روز مونڈے جاتے ہیں۔ اور عقیقہ اس جانور کو بھی کہا جاتا ہے جو ساتویں روز بچہ کے بال مونڈنے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

(۲) ہمارے حنفی مذہب میں عقیقہ مسنون اور مستحب ہے۔ عقیقہ نزد امام اعظمؒ مستحب است۔ (مالا بدمنہ ص ۱۷۸)

(۳) بچہ کا باپ جانور ذبح کرے تو اس طرح دعا کرے: اللھم ھذہ عقیقۃ ابنی (یہاں لڑکے کا نام لے) دمھا بدمہ ولحمھا بلحمہ وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ اللھم اجعلھا فداءً لابنی من النار :۔

لڑکی کا عقیقہ ہو تو یوں دعا کرے: اللھم ھذہ عقیقۃ بنتی (یہاں لڑکی کا نام لے) دمھا بدمھا ولحمھا بلحمھا فعظمھا بعظمھا جلدھا بجلدھا وشعرھا بشعرھا ، اللھم اجعلھا فداءً لبنتی من النار .

ذبح کرنے والا بچہ کا باپ نہ ہو، دوسرا کوئی شخص ہو تو ابنی اور بنتی کی جگہ بچہ اور اس کے باپ کا نام لے، اس کے بعد یہ دعاء پڑھے: انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین O لاشریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین .

اس کے بعد یہ کہے: اللھم منک ولک پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے ذبح کرے۔ فقط۔

(۴) جو جانور قربانی کرنے کے لائق ہو گا وہ عقیقہ کرنے کے لائق ہوگا۔ وھی شاۃ تصلح لا ضحیۃ (شامی ج۵ ص ۲۹۳ کتاب الاضحیۃ) فقط.

(۵) حدیث میں ہے: عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ ،یعنی لڑکے کے عقیقہ کے لئے دو بکرے یا دو بکریاں، اور لڑکی کے عقیقہ کے لئے ایک بکرا یا ایک بکری ذبح کی جائے (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲ باب العقیقۃ) گنجائش نہ ہو تو لڑکے کے لئے بھی ایک کافی ہے، فقط۔

(۶) لڑکے کے لئے بکرا اور لڑکی کے لئے بکری ہونا ضروری نہیں ہے، حدیث میں ہے لا یضرکم ذکراناً کن او اناثاً یعنی نر اور مادہ دونوں برابر ہیں (مشکوٰۃ ص ۳۶۲ باب العقیقہ) فقط

(۷) بچہ اور اس کے ماں باپ وغیرہ سب کھا سکتے ہیں، قربانی کے گوشت کا جو حکم ہے وہ اس کا بھی ہے، وصاحب عقیقہ ووالدین اورا جائز است مثل گوشت قربانی (مالا بدمنہ ص ۱۸۰) فقط

(۸) مسنون و مستحب ہے کہ پیدائش کے ساتویں روز بچہ کا نام رکھا جائے، اور سر منڈایا جائے، اور بالوں کے ہم وزن سونا یا چاندی صدقہ کیا جائے اور اس کے ساتھ عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے اگر ساتویں روز عقیقہ نہ ہو سکے تو چودہویں روز یا اکیسویں روز کیا جائے، اگر حیثیت نہ ہو تو سات روز کے حساب سے کرے یا سات ہفتہ یا سات مہینے یا سات سال کا حساب لگایا جائے بلوغ تک بعض نے بعد بلوغ کے بھی جائز رکھا ہے، بعد ولادت ہفتم روز یا چہار دہم یا بست و یکم و ہمیں حساب یا بعد ہفت ماہ یا ہفت سال عقیقہ باید کرد، الغرض رعایت عدد ہفت بہتر است (مالا بد منہ ص ۱۸۱)

(۹) ہاں آدمی اپنا عقیقہ بڑے ہونے کے بعد بھی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ فقط۔

(۱۰) یہ خیال صحیح نہیں ہے، غلط مشہور ہے۔ فقط۔

(۱۱) ہاں چل سکتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے: عن محمد بن علی بن حسین عن علی بن ابی طالب قال عق رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الحسن بشاة وقال یا فاطمة احلقی رأسه وتصدقی بزنشعره فضة فوزناه فکان وزنه درهما او بعض دراهم، رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲ باب العقیقه)

(۱۲) بلا عقیقہ مر جائے تو کوئی بھی گنہگار نہیں ہوتا اور پسماندگان پر عقیقہ کرنا ضروری نہیں۔ فقط والله اعلم بالصواب ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ۔

کتاب الذبائح

غیر مقلدوں کے نزدیک کافر کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام

(سوال ۱۰۳) کیا غیر مقلدوں کے نزدیک کافر کا ذبح کردہ جانور حلال ہے؟ اور اس کا کھانا جائز ہے؟

(الجواب) اہل حدیث مولانا نواب صدیق حسن خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "قال الشوکانی والحق ان ذبیحة الکافر حلال" (یعنی) شوکانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ کافر کا ذبح کردہ جانور حلال ہے (دلیل الطالب ص ۴۰۳)

گردن مروڑی ہوئی مرغی کا ذبح کرنا درست ہے یا نہیں:

(سوال ۱۰۴) بلی نے مرغی پر حملہ کر کے سر توڑ دیا لیکن مرغی زندہ ہے اچھل رہی ہے تو ذبح کر کے کھانا درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر مرغی زندہ ہے اور گردن کا اتنا حصہ باقی ہے کہ ذبح کر سکتے تو ذبح کر کے کھانا درست ہے۔ لیکن توڑا ہوا سر کھانا درست نہیں ہے۔ اور جب سر کے ساتھ پوری گردن بھی توڑ دی ہو اور ذبح کرنے کی مقدار کا حصہ نہ بچا ہو تو ذبح کرنے کا کوئی راستہ نہیں اس کا کھانا حرام ہے۔ (شامی)[1]

ذبح کے وقت جانور کا منہ قبلہ رخ نہ ہو تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۰۵) ذبح کرتے وقت جانور کا منہ قبلہ رخ نہ کرے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) بوقت ذبح جانور کا منہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے، بدون عذر کے قبلہ جانب رخ نہ کرنا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے (درمختار شامی)[2]

خلاف سنت ذبح کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۰۶) افریقہ میں ذبح کرنے سے پہلے جانور کو پستول یا بندوق سے گولی سر میں یا گردن میں، بڑا چھرا مار کر زمین پر گراتے ہیں، پھر ذبح کرتے ہیں۔ تو از روئے حدیث ایسا کرنا جائز ہے؟ اس طریقہ سے ذبح کردہ جانور کا گوشت کھانا جائز ہے؟ گائے بے مہار پھرتی ہیں جس بنا پر باندھنا مشکل ہوتا ہے۔ لہذا ان پر بندوق، پستول یا چھرے سے وار کرنا جائز ہے؟ تفصیل سے جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

(الجواب) مذکورہ سوال کے مطابق جانور اگر ایسا مست اور طوفانی ہو کہ کسی طرح اس پر قبضہ نہ کر سکتے ہوں تو مجبوراً گردن یا پیر وغیرہ (حتی الامکان سر میں نہیں) چھرا یا پستول وغیرہ سے وار (مجروح) کر کے گرا سکتے ہیں بشرطیکہ

(۱) شاة قطع الذنب اودا جها وهی حیة لا تذکی لفوات محل الذبح ولو انترع رؤسها وهی حیة تحل بالذبح بین اللبة و اللحیین کتاب الذبائح ج ۶ ص ۳۰۸)

(۲) وکره ترک التوجه الی القبلة لمخالفة السنة ص ۲۹۶ کتاب الذبائح)

مرنے سے پہلے ذبح کرلیں۔فقہاء احادیث کی روشنی میں یہاں تک لکھتے ہیں کہ گائے زیادہ طوفانی ہونے کی وجہ سے قبضہ میں نہ آئے اور ذبح نہ ہوسکے تو مجبوراً بدن کے کسی حصہ پر چھری، نیزے یا دھاردار ہتھیار سے ضرب لگا کر مجروح کر کے خون بہا کر حلال کرے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ جیسے کہ شکار میں واما الاضطراریة فرکنها العقروهو الجرح فی ای موضع کان وذلک فی الصید وكذلك ما ند من الا بل والبقر والغنم بحيث لا يقدر عليها صاحبها لانها بمعنى الصيد (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۸۵ کتاب الذبائح الباب الا ول) لیکن اگر پستول یا چھرے وغیرہ سے زخمی اس لئے کیا جاتا ہے کہ جانور کو باندھنے اور لٹانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے تو یہ صورت سخت مکروہ ہے۔ ذبح سے پہلے اس طرح کی ایذا رسانی، درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

معین ذابح "بسم اللہ" پڑھے یا نہیں

(سوال ۱۰۷) "اغلاط العوام" نام کی کتاب میں ہے کہ عوام میں مشہور ہے کہ ذابح (جانور ذبح کرنے والا) کے معین (مددگار) پر بھی "بسم الله الله اکبر" کہنا واجب ہے، سو یہ محض غلط ہے (ص ۷) اور ضمیمہ "مالا بدمنه" میں ہے۔ اگر کسے اضحیہ خودش باعانت دیگر ذبح نماید پس واجب است تسمیہ بر معین وذابح واگر یکے از ان ہم ترک نماید حرام گردد (ص ۱۷۳) ان دونوں میں صحیح کیا ہے؟ بحوالہ کتب تشریح فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس مسئلہ کی علیحدہ علیحدہ صورتیں ہیں اور یہ دونوں صورتیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ کتاب "اغلاط العوام" میں "معین ذابح" کا مطلب یہ کہ جو بوقت ذبح جانور کا ہاتھ پاؤں، سر، سینگ وغیرہ پکڑنے میں معین ومددگار بنتا ہے اس کو بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں۔ ذابح کا بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔

اور ضمیمہ "مالا بدمنہ" میں معین سے مراد ذابح کا ساتھی ہے یعنی جو شخص ذابح کے ساتھ ہاتھ رکھے یا چھری پکڑ کر چھری چلانے میں معین ومددگار بنتا ہے اس کو بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے دونوں میں سے ایک بھی چھوڑ دے گا تو جانور حلال نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے۔ فوضع يده على يد القصاب في الذبح واعانه على الذبح سمى كل وجوباً. (ترجمہ) ذابح اپنا ہاتھ ذبح کے وقت قصاب کے ہاتھ پر رکھ کر ذبح کے لئے مدد کرے تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک بھی بسم اللہ چھوڑ دے گا یا گمان کرے گا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے تو جانور حرام ہوگا (درمختار مع الشامی ج۵ ص ۲۹۲ کتاب الذبائح)

خلاصہ یہ کہ جو محض ہاتھ پاؤں وغیرہ پکڑ کر ذبح میں معین ومددگار بنتا ہے اس پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ ہاں چھری چلانے میں مددگار بنے تو اس پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

ذبح کے وقت کن چیزوں کی رعایت ضروری ہے:

(سوال ۱۰۸) کچھ ذبح کرنے والے جانور کو ذبح کرتے وقت ظالمانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر کن کن اشیاء کا لحاظ ضروری ہے اس کا اظہار ضروری ہے؟

(الجواب) (۱) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چارہ کھلائے پانی پلائے (بھوکا پیاسا) رکھنا مکروہ ہے (۲) مذبح (جائے ذبح) میں لے جاتے وقت گھسیٹ کر لے جانا مکروہ ہے (۳) آسانی سے گرائے بیجا سختی کرنا مکروہ ہے (۴) قبلہ رخ

بائیں کروٹ لٹائے (کہ جان بآسانی نکلے) اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے (۵) چار پیروں میں سے تین باندھے (۶) چھری تیز رکھے، کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے (۷) چھری تیز کرنا ہو تو جانور سے چھپا کر تیز کرے جانور کے سامنے تیز کرنا مکروہ ہے (۸) جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کرلے بعد میں تیز کرنا مکروہ ہے۔[1]

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص جانور کو پچھاڑ کر چھری تیز کرنے لگا یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم بکرے کو ایک سے زائد موت دینا چاہتے ہو (۹) ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا مکروہ ہے (۱۰) لٹانے کے بعد فوراً ذبح کرے بے فائدہ تاخیر کرنا مکروہ ہے (۱۱) سختی سے ذبح نہ کرے کہ سر الگ ہوجائے یا حرام مغز (گردن کے اوپر سے ذبح کرنا مکروہ اور منع ہے کیونکہ اس میں جانور کو زائد از ضرورت ایذا رسانی ہے (۱۳) ذبح کے بعد جانور سرد ہونے سے پہلے گردن علیٰحدہ نہ کرے اور نہ چمڑا اتارے کہ یہ مکروہ ہے۔ (ہدایہ) (درمختار، شامی وغیرہ) مذکورہ بالا احکام قربانی کے جانور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ذبیحہ کے لئے ہیں۔

ذبح کرنے میں گردن علیٰحدہ ہوجائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۹) ذبح کرتے وقت گردن الگ ہوجائے تو ذبیحہ جانور کھا سکتے یا نہیں؟ چند حضرات اس کو حرام کہتے ہیں اور بعض مکروہ مانتے ہیں۔ اس میں کیا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھانا حلال ہے مکروہ اور حرام نہیں (ہدایہ ج۴ ص۴۲۲ کتاب الذبائح) ہاں قصداً یا لاپرواہی سے اس طرح ذبح کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں زائد از ضرورت جانور کو تکلیف اور ایذا رسانی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ خدا پاک نے ہر ایک مخلوق کے ساتھ احسان وخوبی کا برتاؤ کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ اگر کسی (مجرم) کو قتل کرو تو مناسب صورت سے قتل کرو (کہ اس کو زیادہ تکلیف نہ ہو) اور جانور کو ذبح کرو تو مناسب صورت سے ذبح کرو (کہ زیادہ تکلیف نہ ہوجائے) اور چھری تیز رکھو۔ اس طرح جانور کے لئے سہولت کی کوشش کرو (یعنی چھری پھیرنے سے پہلے اور چھری پھیرنے کے بعد ایسا کام نہ کرو جس سے جانور کو تکلیف پہنچے۔ مسلم شریف ص۱۵۲ ج۲۔

نوٹ:۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ افریقہ میں جو بعض جگہ دستور ہے کہ جانور ذبح کرنے سے قبل سر میں بھاری پتھر مارتے ہیں پھر ذبح کرتے ہیں اور وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے جانور کی روح جلد نکل جاتی ہے یہ طریقہ ظالمانہ ہے اور سخت مکروہ ہے۔

بلی کے منہ سے چھڑائی ہوئی مرغی کا حکم:

(سوال ۱۱۰) مرغی کو بلی کے منہ سے چھڑا کر فوراً ذبح کرلیا، خون نکلا لیکن حرکت محسوس نہ ہوئی تو اسے کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) وندب احداد شفرته قبل الاضجاع وكره بعده كالجر برجلها الى المذبح وذبحها من قفاها ان بقيت حيه حتى تنقطع العروق والا لم تحل لموتها بلاذكاة والنخع وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد اى تسكن عن الاضطراب وهو تفسير باللازم كما لا يخفى وكره ترك التوجه الى القبلة لمخالفة السنة. درمختار مع الشامی ج ۶ ص ۲۹۶.

(الجواب) کھاسکتے ہیں۔درمختار میں ہے۔ ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت "والا لا."(درمختار ص ۲۶۹ ج۵ کتاب الذبائح) بیمار بکری ذبح کی۔اس نے حرکت کی یا اس سے خون نکلا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آج کل کے یہود ونصاریٰ کے ذبیحہ کا حکم:

(سوال ۱۱۱) کیا آج کل کے یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ حلال ہے؟ ہمارے یہاں یونیورسٹی اور کالج میں عرب ممالک کے جو اسٹوڈنس (طلباء) پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مصر فلسطین اور دیگر عرب ممالک کے علماء کرام کے فتاویٰ ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں وطعام الذین او تو االکتاب حل لکم میں نے ان کو مختصراً یہ جواب دیا کہ آج جو اہل کتاب ہیں وہ صرف برائے نام ہیں لیکن وہ تسلیم نہیں کرتے اور حجت بازی کرتے ہیں، لہٰذا آپ برائے کرم تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ کیا عمل کیا جائے؟

(الجواب) بے شک قرآن میں ہے وطعام الذین او تو ا الکتب حل لکم مگر اس آیت کا تعلق ایسے یہود ونصاریٰ سے تھا جو اپنے مذہب کے اصول اور پیغمبر اور کتب سماویہ کو مانتے تھے، سائنس پرست اور نجوم پرست نہیں تھے، ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام نہ لیتے تھے اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے تھے تو ایسے یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ حلال تھا اگر آج بھی اس قسم کے عقائد کے یہود ونصاریٰ ہوں اور بوقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیتے ہوں[1] تو ان کا ذبیحہ اس آیت کی رو سے درست ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن آج کل جو یہود ونصاریٰ ہیں ان میں سے اکثر ملحد، بددین، دہریہ، سائنس پرست اور نجوم پرست ہیں صرف برائے نام اہل کتاب ہیں ان کو مذہب سے بالکل لگاؤ نہیں بلکہ ان کے اقوال وافعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب سے بیزار ہیں جب ان کی یہ حالت ہے تو وہ اہل کتاب کیسے ہوسکتے ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کو کس طرح حلال کہا جاسکتا ہے؟ اور ان کے حق میں اس آیت سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ حلال اور غیر مشتبہ چیز کو چھوڑ کر مشتبہ چیز اختیار نہ کی جائے اور ان کے ذبیحہ سے بالکلیہ احتراز کیا جائے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

(الجواب) ذبیحہ کتابی کا بنص قرآنی حلال ہے قال اللہ تعالیٰ وطعام الذین او توالکتب حل لکم ای ذبائح الیھود النصاریٰ جلالین، مگر شرط یہ ہے کہ غیر خدا کے نام سے ذبح نہ کرے ورنہ حرام ہے فی الدر المختار اذا سمع منه عند الذبح ذکر المسیح علیه السلام اور بعض فقہاء نے شرط لگائی ہے کہ کتابی یہودی معتقد الوہیت عزیر علیہ السلام ونصرانی معتقد الوہیت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہو مگر عامۂ روایات مطلق ہیں مگر احتیاط یہ ہے کہ موضع اختلاف سے تحرز کریں، ھکذا حققه العلامة الشامی فی رد المحتار (امداد الفتاویٰ ج۳ ص ۲۶۷ کتاب الذبائح والاضحیه) اور فرماتے ہیں: لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں ایسوں کے لئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں (اس سے ذبح کا حکم بھی سمجھا جاسکتا ہے) (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۱۷۰، بیان القرآن پ ۶ ج ۳)

(۱) اور اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کرتا ہو۔سعید احمد

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا، نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا مرتکب ہونا پڑتا ہو، بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے۔(فوائد عثمانی سورۂ مائدہ پارہ نمبر ۶)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو دہری ہیں، کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاری کہلاتے ہیں مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہوسکتے۔(فتاویٰ دارالعلوم ج ۱۔۲ص ۱۶۰)

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں" آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود کے اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں، نہ تورات وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں نہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ وہ محض مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے نصاریٰ بنی تغلب کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں اور اس کی وجہ یہی بتلائی کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے بجز شراب نوشی کے اور کسی چیز کے قائل نہیں، حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

روی ابن الجوزی بسنده عن علی رضی الله عنه قال لا تاکلوا من ذبائح نصاری بنی تغلب فانهم لم یتمسکوا من النصرانیة بشیء الا شربهم الخمر ، ورواه الشافعی رحمه الله بسند صحیح عنه تفسیر مظهری ج ۳ ص ۳۴) سوره مائده.

ابن جوزی نے سند کے ساتھ حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نصاریٰ بنی تغلب کے ذبائح کو نہ کھاؤ کیونکہ انہوں نے مذہب نصرانیت میں سے شراب نوشی کے سوا کچھ نہیں لیا، امام شافعیؒ نے بھی سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بنی تغلب کے متعلق یہی معلومات تھیں کہ وہ بے دین ہیں، نصرانی نہیں ہیں۔ اگرچہ نصرانی کہلاتے ہیں اس لئے ان کے ذبیحہ سے منع فرمایا (اسلامی ذبیحہ بحوالہ جواهر الفقه ج ۲ ص ۳۹۳،ص ۳۹۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ کی بنی تغلب کے نصاریٰ کے حالات دیکھ کر ان کے ذبیحہ کو حرام فرمایا، آج کل کے یہود ونصاریٰ کے حالات تو ان سے کئی درجہ بدتر ہیں پھر کس طرح ان کے ذبیحہ کو حلال کہا جاسکتا ہے؟

مصر وفلسطین کے علماء کے فتوں کا ذکر کیا جاتا ہے مگر آج سے تقریباً نصف صدی پہلے جب مفتی عبدہ نے (آج کل کے مصری وفلسطینی علماء انہی کے جمع کردہ مواد سے استدلال کرتے ہیں اور انہی کی تقلید کرتے ہوئے یہود ونصاریٰ کے ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں) جب یہود ونصاریٰ کے ذبیحہ کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا تو اس زمانہ کے تمام ہی

علماء نے ان کے اس فتویٰ کی تردید کی تھی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"اب سے نصف صدی پہلے مصر کے مفتی عبدہ نے پوری ملت اسلامیہ اور ائمہ اربعہ کے خلاف یوروپ میں ہونے والے سب ذبائح کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا جس پر پورے عالم میں اضطراب پیدا ہوا مفتی عبدہ کو ان کے عہدہ سے ہٹانے کے مطالبات ہوئے اطراف عالم کے علماء نے ان کے فتویٰ کی تردید کی۔ الی قولہ۔ اس لئے علماء امت نے مفتی عبدہ کے اس فتویٰ کو قرآن وسنت کی نصوص اور ائمہ اربعہ وجمہور فقہاء کے خلاف قرار دیا اور اسلامی دنیا کے ہر علاقہ سے اس کی تردید میں مضامین لکھے گئے، مفتی عبدہ کے شاگرد علماء رشید رضا مصر کے اہل قلم صحافی اور ذی علم ہیں انہوں نے اپنے استاذ کی حمایت میں مضامین لکھے اور اپنے سیاسی اقتدار اور خاص کوششوں کے ذریعہ کچھ علماء کی موافقت بھی حاصل کرلی اس طرح مصر میں یہ فتنہ دب گیا مگر فتنہ کا دب جانا اور چیز ہے اور فتویٰ کا مانا جانا دوسری چیز۔ اس زمانہ کی اخبارات ورسائل دیکھے جائیں تو یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں رہتی کہ پوری دنیا کے علماء نے مفتی عبدہ کے اس فتویٰ کو غلط ناقابل اعتبار قرار دیا تھا۔ (اسلامی ذبیحہ بحوالہ جواہر الفقہ ص ۴۰۵، ص ۴۰۶ جلد دوم)

یہ ہے حقیقت مفتی عبدہ اور علماء رشید رضا کے فتاویٰ کی، لہٰذا اب ان کے فتووں کا سہارا لے کر یہود ونصاریٰ کے ذبیحہ کو حلال کہنا اور پوری امت مسلمہ کے خلاف کرنا بالکل صحیح نہیں، مومن کی سعادت مندی اور کامیابی اسی میں ہے کہ اس کے پیٹ میں حلال طیب غذا پہنچے اس سے قلب منور ہوتا ہے روحانیت پیدا ہوتی ہے عبادات کا شوق پیدا ہوتا ہے اس میں دل لگتا ہے خدا کی محبت اور خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب پیٹ میں حرام اور مشتبہ چیز جاتی ہے تو قلب میں ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے روحانیت ختم ہوجاتی ہے، عبادت کا شوق پیدا نہیں ہوتا اور اس میں دل نہیں لگتا، اس لئے حلال وطیب ہی غذا کے حصول کی سعی کرنا چاہئے واللہ اعلم۔

بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے یا نہیں:

(سوال ۱۱۲) بندوق کی گولی سے شکار مارا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب شکار ملا تو ذبح کیا لیکن اس کو ذبح کرنے کے وقت اس میں حرکت نہیں تھی صرف تھوڑا سا خون نکلا تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بندوق چلاتے وقت ہی دل میں ذبح کی نیت کرلی جائے اور زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر کہے اور پھر ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ جانور بے جان ملے تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح جانور اتنا چھوٹا ہے کہ گولی لگتے ہی مرجائے گا تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بندوق کی گولی سے شکار مارا تو اس جانور کے حلال ہونے کے لئے بعد میں ذبح کرنا شرط ہے اگر ذبح کرنے سے پہلے وہ شکار مرگیا (چھوٹا ہو یا بڑا) تو وہ شکار حلال نہ ہوگا کہ گولی میں دھار نہیں ہے، اور جانور گولی کی مار اور جلن سے مرتا ہے۔ درمختار میں ہے (اوقتله معراض بعرضه او بندقة ثقيلة ذات حدة تقتلها بالثقل لا بالحد) شامی میں ہے قال قاضی خان لا یحل صید البندقة والحجر والمعراض والعصا وما اشبه ذلک وان جرح لانه لا یخزق. الی قوله. فاما الجرح الذی یدق فی الباطن ولا یخزق فی الظاهر لا یحل لانه لا یحصل به انهار الدم. الی قوله. وفی التبیین ان الموت اذا حصل بالجرح بیقین حل وان بالثقل او شک فیه فلا یحل حتماً او احتیاطا اه ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق والثقل

بواسطة اندفاعه العنیف اذ لیس له حد فلا یحل وبه افتی ابن نجیم (درمختار شامی ج۵ ص ۴۱۷ کتاب الصید) فقط واللہ اعلم بالصواب . ۷ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ۔

مچھلی بغیر ذبح کئے کیوں حلال ہے؟:

(سوال ۱۱۳) مچھلی بغیر ذبح کئے کیوں حلال ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ارشاد خداوندی ہے وهو الذی سخر البحر لتا کلوا منه لحماً طرياً وهو السمک. وہ ذات ہے جس نے تمہارے قابو میں دریا کردیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔ تازہ گوشت سے مراد مچھلی ہے۔ (تفسیر جلالین۔ سورہ نحل پ۱۴ ص ۱۷۸)

دوسرے جانوروں کی طرح اس کو ذبح کرنے کی شرط نہیں ہے، بلا ذبح حلال ہے بنا بنایا تازہ گوشت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا ارشاد ہے احلت لنا میتان ودمان المیتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال یعنی ہمارے لئے دو میتوں اور دو خون حلال کئے گئے، دو میتوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون سے مراد جگر اور تلی ہیں (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۱ باب ما یحل اکلہ وما یحرم)

مچھلی دوسرے جانوروں کی طرح نہیں ہے، اس میں دم مسفوح نہیں ہے، اس کے بدن کا اصلی مادہ پانی ہے اور پانی بالطبع پاک ہے لہٰذا مچھلی کی روح جدا ہوجانے سے اس پر ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگے گا۔ اس لئے ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) عیسائی بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو کیا حکم ہے۔

(۲) ذبح میں کتنی رگیں کاٹنا ضروری ہے:

(سوال ۱۱۴) عیسائیوں کا ذبیحہ جس پر وہ کسی کا نام نہیں لیتے نہ خدا کا نہ کسی اور کا، اور ذبح میں حلقوم نہیں کاٹتے، اسے اہل کتاب کا ذبیحہ کہہ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آج کل کے عیسائی اہل کتاب میں شامل ہیں یا نہیں، اولاً یہی مسئلہ قابل غور ہے اس مسئلہ کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ، فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد ششم از ص ۱۷۴ تا ص ۱۷۸ میں ہے اسے ضرور ملاحظہ کیا جائے۔ (جدید ترتیب کے مطابق یہ سوال اسی باب میں گذر چکا ہے آگے مرتب)

جن لوگوں کا ذبیحہ حلال ہے ان کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ بوقت ذبح اللہ کا نام لیں بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں اگر اس طرح ذبح کریں گے تب ہی ذبیحہ حلال ہوگا، قصداً وارادۃً اگر اللہ کا نام ترک کردیں چاہے کسی اور کا نام نہ لیں مگر وہ ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے اندر داخل ہوگا اور وہ حرام ہوگا، ہدایہ اخیرین میں ہے: وان ترک الذابح التسمیة عمداً فالذبیحة میتة لا توکل وان ترکها ناسیاً اکل ...... والمسلم والکتابی فی ترک التسمیة سواء (هدایه اخیرین ص ۴۱۹، کتاب الذبائح)

ذبح کا بہتر اور متفق علیہ طریقہ یہ ہے کہ چار رگیں (حلقوم، مری، ودجان) کاٹی جائیں اور اگر ان میں سے

کوئی بھی تین رگیں کاٹی جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذبیحہ حلال ہوجاتا ہے، درمختار میں ہے وعــروقــه الحلقوم ...... (والمری) هو مجری الطعام والشراب (والودجان) مجری الدم (وحل) المذبوح (بقطع ای ثلث منها) اذ للا كثر حكم الكل (درمختار مع شامی ص ۲۵۶، ص ۲۵۷ ج ۵ کتاب الذبائح)

ہدایہ اخیرین میں ہے والعروق التی قطع فی الذكاة اربعة، الحلقوم والمری والودجان ...... الیٰ قوله. وعندنا ان قطعها (ای الاربع) حل الاكل وان قطع اكثرها فكذلك عند ابی حنيفة اذا قطع الثلث ای ثلث كان يحل (هدايه اخيرين ص ۴۲۱ جلد ۴ کتاب الذبائح)

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لے کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے کو کاٹے یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جاویں ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے، دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے، اور دو شہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں، اگر ان چار میں سے تین ہی رگیں کٹیں تب بھی ذبح درست ہے، اس کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہوگیا اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: ذبح کے وقت بسم اللہ قصداً نہیں کہا تو وہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول جاوے تو کھانا درست ہے (بہشتی زیور ص ۰۷ تیسرا حصہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مشینی ذبیحہ:

(سوال ۱۱۵) کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے متعلق، ہمارے یہاں باربادوز میں مشین پر مرغ ذبح ہوتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ زندہ مرغوں کو مشین ذبح پر لایا جاتا ہے اور انہیں بجلی کا کرنٹ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مرغ نیم بے ہوش ہوجاتے ہیں، اس کے بعد آٹومیٹک پٹہ کے ذریعہ مشینی چھری تک پہنچتے ہیں، اس وقت ایک مسلم شخص بسم اللہ بول کر (مشین کے ذریعہ) ذبح کرتا ہے اور پورا خون اور جان نکلنے سے پہلے ہی مشین کے ذریعہ گرم پانی میں ڈال دیتے ہیں، اس کے بعد باہر نکال کر پَر اکھاڑتے ہیں اور نجاست کے علاوہ اندر کی تمام اشیاء مشین کے ذریعہ صاف کی جاتی ہیں اور عمل ذبح مکمل ہوجانے کے بعد "حلال چکن" تحریر کردہ ڈبو میں گوشت بند کیا جاتا ہے، ڈبوں کی پیکنگ کے وقت مسلم رفقاء وہاں موجود ہوتے ہیں، مذکورہ طریقہ کے مطابق ایک گھنٹہ میں ڈیڑھ ہزار سے زائد مرغ ذبح کئے جاتے ہیں اور ڈبوں میں بند کرنے کا عمل کفار کرتے ہیں، اس کے بعد پیک کردہ مرغ (ڈبوں کی شکل میں) گودام میں منتقل ہوتے ہیں وہاں مسلم و کفار دونوں کے مذبوحہ مرغ ہوتے ہیں، اس کے بعد "حلال چکن" کے عنوان سے سپر مارکیٹ میں فروخت کئے جاتے ہیں، مشینی ذبیحہ مذکورہ بالا طریقہ کا ہمارے رفقاء نے مشاہدہ کیا ہے، تو کیا اس مشینی ذبیحہ کا استعمال از روئے شرع مسلمانوں کے لئے جائز ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بوقت ذبح مرغوں پر جو حالات گذرتے ہیں انہیں دیکھتے ہوئے ایسے ذبیحہ کے کھانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، ذبح کا جو مسنون طریقہ ہے اسی کے مطابق ذبح کرنا چاہئے فقط واللہ اعلم بالصواب۔
۷ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ (۹۴ ۱۱/۲)

باب مایجوز اكله من الحيوان ومالايجوز

حلال جانوروں کی سات چیزیں حرام ہیں:

(سوال ۱۱۶) بریلوی علماء اپنے وعظوں میں فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ دیوبندی علماء بکرے کے حصے کھانے کو حلال طیب مانتے ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے۔

(الجواب) قطعاً غلط۔ افترا اور بہتان ہے۔ سوال اور جواب بلفظہ نقل کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(سوال) حلال جانور کے گوشت مثل بکری وگاؤ وطیور وغیرہ میں کون کون چیز حلال ہے اور کون کون چیز حرام ہے؟

(الجواب) سات چیز حلال جانور کی کھانی منع ہیں ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود، حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے اور خون سائل قطعی حرام ہے باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے۔ مگر بعض روایات میں کڑوے پتہ کی کراہت لکھتے ہیں۔ اور کراہت تنزیہی پر حمل کرتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
بندہ رشید احمد گنگوہی۔

کیا کوا کھانا حلال ہے:

(سوال ۱۱۷) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے کیا کوا کھانا حلال لکھا ہے؟

(الجواب) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے وہی لکھا ہے جو حضرات حنفی فقہاء لکھتے آئے ہیں۔ دشمن لوگ جان بوجھ کر بدنام کرتے ہیں۔ مولانا گنگوہی کا فتویٰ اور مکہ معظمہ کے مفتی اعظم عبداللہ بن عباس بن صدیق حنفی کا فتویٰ جو مولانا گنگوہی کے فتوے کی تائید میں ہے۔ دیکھو تذکرۃ الرشید ج ص ۱۷۸۔

نوٹ: حرام کو حلال کہنے والے کے لئے جو حکم ہے وہی حلال کو حرام کہنے والے کے لئے بھی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر کے جواب پڑھنا چاہئے۔

کوے کو اردو میں کوا اور فارسی میں "زاغ" اور عربی میں "غراب" کہتے ہیں (لغات کشوری) غراب بہت قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض حلال اور بعض حرام۔ بہر حال یہ مسئلہ فروعی ہے۔ بہت سے جانور ایسے ہیں کہ ان کے حلال، حرام ہونے کے متعلق اہل سنت کی ائمہ میں اختلاف ہے مثلاً گوہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہے، بجو حرام ہے امام شافعیؒ حلال کہتے ہیں۔ (حوالہ مذکور) چمگادڑ کو بعض حلال کہتے ہیں اور بعض حرام (ص ۲۹۰) گھوڑے کو بعض حلال کہتے ہیں اور بعض ناجائز بتلاتے ہیں۔ روباہ (لومڑی) کو شافعی حلال کہتے ہیں اور حنفی حرام مانتے ہیں۔ دریائی مینڈک امام شافعیؒ کی ایک روایت کے مطابق حلال ہے اور امام ابوحنیفہؒ اس کو حرام کہتے ہیں ۔ خود امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے دو شاگردوں کے درمیان بعض جانوروں کے متعلق جائز ناجائز۔ مکروہ، غیر مکروہ ہونے اختلاف موجود ہے۔ اسی طرح "غراب" (کوا) کے بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہے والغراب الذی يا كل الحب والزرع ونحوها حلال بالا جماع كذا فی البدائع (الیٰ) و عن ابی يوسف رحمه الله تعالیٰ قال سألت ابا حنيفة رحمه الله تعالیٰ عن العقعق فقال لا باس به فقلت انه يا كل النجاسات

فقال انه یخلط النجاسة بشئی اخر ثم یا کل فکان الا صل عنده ان ما یخلط کالدجاجة لا باس وقال ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ یکره العقعق کما تکره الدجاجة کذا فی فتاویٰ قاضی خان(الی قوله) فاما الغراب الزرعی الذی یلتقط الحب مباح طیب وان کان الغراب بحیث یخلط فیا کل الجیف تارة والحب اخری فقد روی عن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ انه یکره وعن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ انه لا باس بأ کله وهو الصحیح علی قیاس الدجاجة کذافی المبسوط (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۸۹۔ ۲۹۰ کتاب الذبائح الباب الثانی فی بیان ما یؤ کل من الحیوان الخ)

اپنے حنفی فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''غراب'' تین قسم کے ہوتے ہیں (بعض فقہاء نے تین سے زیادہ قسمیں بھی بتائی ہیں) ایک وہ کہ صرف مردار کھاتا ہے یہ ''حرام'' ہے۔ دوسرا وہ کہ صرف دانہ کھاتا ہے، یہ ''حلال'' ہے۔ تیسری وہ جو دانہ اور مردار دونوں کھاتا ہے اس کو عقعق کہتے ہیں۔ یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے۔ کیونکہ وہ مرغ کی طرح ہے (کہ دانہ ونجاست دونوں کھاتا ہے) اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تیسری قسم مکروہ ہے۔ کیونکہ وہ زیادہ تر مردار کھاتا ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ کا مذہب احق ہے۔ (زیلعی شرح کنز) (تکمله بحر الرائق ج۱ ص ۱۷۲ کتاب الذبائح) (مجمع الا نهر ج۴ ص ۵۱۴) (ذخیره العقبیٰ ص ۴۲۹۔ ۴۳۰) (فتاویٰ جامع الرموز ج۳ ص ۱۴۳) (فتاویٰ قاضی خان ج۴ ص ۱۵۱) (الدر رالغرر ج۱ ص ۱۷۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ والغراب الذی یا کل الحب والزرع ونحوها حلال بالا جماع.

یعنی جو کوا دانہ اناج اس جیسی چیزیں کھاتا ہے وہ بالاتفاق حلال ہے۔ (ج۵ ص ۲۸۹ الباب الثانی فی بیان ما یؤ کل من الحیوان الخ) (بدائع ص۳۹ ج۵، کنز البیان ص۲۱۰ قدوری ص۲۳۶ در مختار مع الشامی ص۲۶۸ ج۵ شرح وقایہ ———— ج۴ ص ۳۳۷) (فتاویٰ سراجیه ص ۸۷) (هدایه ج۴ ص ۴۲۵) (احکام القرآن للجصاص ج۳ ص ۲۳)

ان فقہی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ غراب (زاغ۔ کوا) بعض قسم کے حلال ہیں اور بعض حرام ہیں۔ بریلویوں کو کوے کے نام سے چڑ ہے، ہر قسم کے کوؤں کو حرام بتلا کر جمہور فقہاء کے خلاف کر کے ان کو غلط کار ثابت کرتے ہیں، جب مولانا گنگوہیؒ فقہاء کی طرح بعض کو حلال مانتے ہیں اور بعض کو حرام۔ پھر ان کو بدنام کرنے کے کیا معنی۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا گنگوہیؒ نے حنفی فقہاء کے خلاف نہیں لکھا ہے۔ اگر غلطی بھی کی ہو تو پھر بھی لعنت کے مستحق نہ تھے کیونکہ انسان غلطی کا سزاوار ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ''الو'' کو حلال لکھا ہے۔ والبوم یؤ کل (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۲۹۰ ایضاً) حالانکہ ''الو'' حرام ہے۔ حق تعالیٰ بدگمانی سے بچائے۔ آمین یارب العالمین۔

خرگوش کی کتنی قسمیں ہیں اور کون سے خرگوش کھائے جاتے ہیں :

(سوال ۱۱۸) خرگوش دو قسم کے ہوتے ہیں ان میں سے کون سے حلال ہیں؟

(الجواب) خرگوش دونوں قسم کے حلال ہیں۔ یحل اکل الا رنب عند العلماء کافه الخ (حیوة الحیوان ج۱ ص ۱۹ وفتاویٰ رشیدیه ج۲ ص ۹۰)

جھینگا کھانا جائز ہے یا نہیں

(سوال ۱۱۹) جھینگا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مع دلائل وجہ جواز تحریر فرمادیں اور جو لوگ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں ان کا کیا جواب ہوگا؟ یہاں گجرات میں عام طور پر بکثرت کھایا جاتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جھینگا دریائی جانور ہے اور دریائی جانوروں میں مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی نہیں ہے وہ حرام ہے، جھینگا میں اختلاف ہے، بعض علماء نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا اور بعض نے کیڑا خیال کر کے منع کیا تو یہ جانور مشکوک ہوا اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے، جھینگا میں اصل مچھلی ہونا ہے، کیڑا ہونے کا شبہ ہے لہذا ابناء بر اصل کے حلال ہے حرام قرار دینا صحیح نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جھینگا کیڑا ہے اس لئے کہ کیڑا پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور جھینگا مچھلی کی طرح انڈے سے پیدا ہوتا ہے نیز مچھلی کی دیگر علامتیں بھی جھینگے میں پائی جاتی ہیں اس لئے جھینگا حرام اور واجب الترک نہ ہوگا یہ فتویٰ ہے اور بچنے میں تقویٰ ہے، اور تقویٰ مرتبہ کمال ہے۔ کتب لغات وطب میں بالاتفاق اس کی تصریح ہے کہ جھینگا مچھلی ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) الروبیان (جهینگا) هو السمک صغیر جداً احمر (حیوة الحیوان ج۱ ص ۴۶۰)

(۲) الا ربیان بالکسر سمک کالدود (قاموس المحیط ج۴ ص ۳۳۲ دارالمامون) (ص ۲۵۴ ربع رابع. نو لکشور)

(۳) (والا ربیان بالکسر سمک کالدود) وفی الصحاح بیض من السمک کالدود یکون بالبصرة .فصل الراء من باب الواووالیاء (صحاح مع تاج العروس عربی ج ۱۰ ص ۱۴۳) (امام بغوی والسید محمد مرتضی الزبیدی)

یعنی: اربیان ایک مچھلی کا نام ہے جو (شکل وصورت میں کیڑے کی طرح ہوتی ہے)

(۴) اربیان نوعی ازماهی (صراح ص ۵۶۰ باب الواووالیاء فصل الراء . نو لکشور)

(۵) اربیان نوعی از ماہی است کہ آں را بہندی جھینگا می گویند (منتهی الارب فی لغت العرب ص ۱۲۰ ربع دوم)

(۶) اربیان بفتح الف وبای تازی ملخ آب وآن نوعی از ماہی خورد است کہ بہندی جھینگا گویند وبتازی جراد البحر گویند (شمس اللغات ص۴۰ فارسی)

(۷) مچھلی جھینگا ماہی روبیان۔ حلال مچھلی ہے، اس کی مونچھیں لمبی ہوتی ہیں رنگ سفید ذائقہ شیریں بسا ندہ (مخزن المفردات)

(۸) روبیان اسم مضرب من السمک (تذکرۂ داؤد انطاکی)

(۹) الاربیان۔ جھینگا مچھلی (المنجد اردو ص۵۲ مطبع مصطفائیہ)

(۱۰) جھینگا اگر مچھلی کی قسم ہے تو مباح ہے، ولیکن کچھ شک کی وجہ سے تردد ہو گیا ہے۔ اور اظہر یہ ہے کہ مباح (عین الہدایہ ج۴ ص۱۷۳)

حکیم الامات حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ماھی روبیان کا حکم

(الجواب) اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سمک بجمیع انواعہ حلال ہے، اب صرف شبہ اس میں ہے کہ یہ سمک ہے یا نہیں، سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ ان کے انتفاء سے سمکیت منتفی ہوجائے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا، اور اگر مبصرین میں اختلاف ہوگا تو حکم میں بھی اختلاف ہوگا، چنانچہ اسی وجہ سے جریث میں امام محمدؒ مخالف ہیں کما نقلہ الشامی۔ اس وقت میرے پاس حیواۃ الحیوان دمیری کی جو کہ ماہیات حیوانیات سے بھی باحث ہے موجود ہے، اس میں تصریح ہے الروبیان ھو السمک صغیر جداً۔ اور اس کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پس یہ مقتضی حلت کو ہے، مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ سے اس میں گو اس کو ماہی سے تعبیر کرنا حجت نہیں مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اس نے اس کو ماہیت ماہی میں داخل کیا ہے، پس اس سے اور بھی تائید ہوگئی، بہرحال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک ہونے میں بالکل اطمینان ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔ واللہ اعلم ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ امداد ج ۲ ص ۱۷۷ (امداد الفتاوی ج ۴ ص ۱۰۱)

الیضاً:

(سوال ۸۵) اوجھڑی کا کھانا مکروہ کس قسم کا ہے اور جھینگا دریائی کہ جو یہاں اور مدراس میں اکثر کھایا جاتا ہے کیا حکم رکھتا ہے۔

(الجواب) فقہاء نے اوجھڑی کو بمنزلہ لحم لکھا ہے، کما فی ردالمحتار (ص ۲۰۹) اور درمختار وغیرہ میں تمام انواع سمک کو حلال کہا ہے، اور سمک ہونا یہ عدول مبصرین کے اخبار پر ہے اور جھینگا مچھلی کو حیواۃ الحیوان میں سمک لکھا ہے اس لئے اوجھڑی اور جھینگا مچھلی دونوں حلال ہیں۔ اور جھینگا کے لفظ سے شبہ نہ کیا جاوے جیسا کہ مار ماہی کی حلت مصرح ہے اور لفظ مار سے اس میں شبہ نہیں کیا گیا۔ ۹ رجب ۱۳۳۳ھ۔ تتمہ ثالث (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۰۲)

حضرت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

"جھینگہ کہ آن را اربیان بکسر ہمزہ میگویند چنانچہ از صحاح وغیرہ مفہوم می شود حلال است، چہ آں نوعیست از انواع سمک والسمک بجمیع انواعہ حلال بالاتفاق وآنانکہ قائل بحرمتش شدہ اند منشائی آن فہمیدن جھینگہ را خارج از اقسام سمک ست ولیس کذلک، درحمادیہ می آرد، الدودی الذی یقال لہ جھینگہ حرام عند بعض العلماء لانہ لا یشبہ السمک فانما یباح عندنا من صید البحر انواع السمک وھذا لا یکون کذلک وقال بعضھم حلال لانہ یسمی باسم السمک واللہ اعلم.

حررہ (علامہ) محمد عبدالحی عفا اللہ عنہ (مجموعہ فتاویٰ قدیم ج ا ص ۵۶)

یعنی: جھینگا جس کو اربیان بھی کہتے ہیں جیسا کہ صحاح سے مفہوم ہے حلال ہے کیونکہ یہ بھی مچھلی کی ایک قسم ہے اور مچھلی بجمیع انواعہ بالاتفاق حلال ہے اور جن لوگوں نے اس کو حرام قرار دیا ہے محض اس کو مچھلی کی انواع سے خارج

شمار کرتے ہوئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، حمادیہ میں ہے۔ کیڑا جسے جھینگہ کہا جاتا ہے بعض علماء کے نزدیک حرام ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ دریا کا شکار جو از قسم مچھلی ہے وہ حلال ہے اور یہ جھینگہ از قسم سمک نہیں ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے اور بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ جھینگہ حلال ہے اس لئے کہ اس کو سمک (مچھلی) کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بطخ حلال ہے یا حرام؟:

(سوال ۱۲۰) بطخ کھانا کیسا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کو ذبح کرنے سے پہلے پیر کاٹ دیئے جائیں تو وہ حلال ہوجاتی ہے، کیا اس کے ذبح کا یہ مخصوص طریقہ ہے؟ اور یہ خیال صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بطخ کھانا حلال ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے وما لا مخلب لہ من الطیر والمستانس منہ کالدجاج والبط والمتوحش کالحمام والفاختۃ والعصافیر والقبج والکرکی والغراب الذی یاکل الحب والزرع ونحوھا حلال کذا فی البدائع (عالمگیری ج ۶ ص ۱۹۴ کتاب الذبائح الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان الخ) اور اس کے ذبح کا طریقہ وہی ہے جو مرغا مرغی کے ذبح کا طریقہ ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ۔

خرگوش کھانا حلال ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۲۱) خرگوش ایک ایسا جانور ہے جو صرف اناج اور گھاس کھاتا ہے مردار یا نجاست نہیں کھاتا نہ کسی جانور کا شکار کرتا ہے، خرگوش دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) کھر والے ان کے پنجے نہیں ہوتے (۲) پنجہ والے، کھر والے خرگوش ہمارے یہاں نہیں ہوتے صرف پنجہ والے ہوتے ہیں لیکن یہ اپنے پنجہ سے کھاتا نہیں ہے اور یہ پنجہ والا خرگوش بھی نجاست یا مردار نہیں کھاتا ہے تو دونوں قسم کے خرگوش حلال ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (راندیر)

(الجواب) خرگوش دونوں قسم کے حلال ہیں، حیواۃ الحیوان میں ہے یحل اکل الارنب عند العلماء کافۃ یعنی تمام علماء کے نزدیک خرگوش کھانا حلال ہے (حیوۃ الحیوان ج ا ص ۱۹) ہدایہ اخیرین میں ہے ولا بأس باکل الارنب لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل منہ حین اھدی الیہ مشویا وامر اصحابہ رضی اللہ عنھم بالاکل منہ ولانہ لیس من السباع ولا من اکلۃ الجیف فاشبہ الظبی . یعنی۔ خرگوش کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کو جب اس کا بھنا ہوا گوشت ہدیہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس کا گوشت تناول فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس کے کھانے کا حکم فرمایا، اور خرگوش نہ درندہ ہے نہ مردار کھانے والا، پس یہ ہرن کے مشابہ ہے اس لئے اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں (ہدایہ اخیرین ص ۴۲۳ کتاب الذبائح) درمختار میں ہے (وحل غراب الزرع) الذی یاکل الحب (والارنب) (درمختار ج ۵ ص ۲۶۸ کتاب الذبائح) فقط واللہ اعلم بالصواب .

بکرے کے خصیے کھانا حرام ہے:

(سوال ۱۲۲) بکرے کے کپورے یعنی خصیے کھانا حرام ہیں آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد دہم ص ۷۵ پر جو درج ہے وہ

ہم نے ایک شخص کو دکھایا مگر وہ کہتا ہے کہ اس میں کسی فقہ کی کتاب کا حوالہ نہیں ہے آپ سے درخواست ہے کہ کسی فقہی کتاب سے حوالہ نقل کردیں تو بہتر ہوگا، وہ شخص اس کے بغیر ماننے کو تیار نہیں ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) بکرے کے خصیے (کپورے) کھانا حرام ہے، فقہی کتابوں میں صراحۃً موجود ہے، چنانچہ شامی میں ہے۔

(تتمہ) مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول سبعة الدم المسفوح والذکر والا نثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة ، بدائع (شامی ص ۲۷۱ ج۵) (قبیل کتاب الا ضحیة)

درمختار میں ہے:۔ (کرہ تحریماً)من الشا ة سبع الحیاء (ھو الفرج) والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر) للاثر الوارد فی کراھة ذلک و جمعھا بعضھم فی بیت واحد ، فقال.

فقل ذکر والا نثیان مثانة
کذلک دم ثم المرارة والغدد

(درمختار مع رد المحتار ۶۵۵/۵ ، مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض)

بدائع الصنائع میں ہے:۔(فصل)واما بیان مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الما کول فالذی یحرم اکلہ منہ سبعة الدم المسفوح والذکر والا نثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة لقولہ عز شانہ یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث وھذہ الا شیاء السبعة مماتستخبثہ الطباع السلیمة فکانت محرمة وروی عن مجاھد رضی اللہ عنہ انہ قال کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاة الذکر والا نثیین والقبل والغدة المرارة والمثانة والدم فالمراد منہ کراھة التحریم بدلیل انہ جمع بین الا شیاء الستة وبین الدم فی الکراھة والدم المسفوح محرم الخ (بدائع الصنائع ۶۱/۴ کتاب الذبائح والصیود) فقط واللہ اعلم بالصواب .

جانور کی سات حرام چیزوں میں نر کا عضو تناسل داخل ہے یا نہیں :

(سوال ۱۲۳) فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد دوم ص۲۲۳ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کا پہلا سوال ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب) پر مذبوحہ حلال جانور کی ساعت چیزیں حرام بتلائی ہیں اس میں فرج مادہ بھی ہے کیا نر کا عضو تناسل بھی حرام چیزوں میں داخل ہے؟ فتاویٰ رحیمیہ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے، اور حرام مغز سے کیا مراد ہے، غدد اور حرام مغز دونوں ایک چیز ہیں یا الگ الگ؟ برائے کرم وضاحت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم ص۲۲۳ کے جس فتویٰ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں کچھ عبارت پریس کی غلطی سے طبع ہونے سے رہ گئی ہے، بعد والے ایڈیشن میں وہ عبارت شامل کرلی گئی ہے، اگر بعد والے ایڈیشن کی عبارت آپ کے پیش نظر ہوتی تو مسئلہ پوری طرح منقح ہو جاتا ہے، بعد والے ایڈیشن کی عبارت ملاحظہ ہو"

(الجواب) سات چیز حلال جانور کی کھانا منع ہے، ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود، یعنی حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے اور خون سائل قطعی حرام ہے، باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے مگر

بعض روایات میں کڑوے پتہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہی پر حمل کرتے ہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔ بندہ رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۲۳ ج ۲) (جدید مرتب)

مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حرام چیزوں میں نر کا عضو تناسل (ذکر) بھی داخل ہے اور حرام مغز سے مراد غدود ہے، جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مچھلی کسی آفت سے مری ہو تو وہ حلال ہے:

(سوال ۱۲۴) بارود کے کیمیکل سے ایک چیز بنائی جاتی ہے، جسے ہمارے یہاں گجرات میں "طوطا" کہتے ہیں، یہ چیز پتھر توڑنے کے لئے استعمال ہوتی ہے، اس کو اگر پانی میں چھوڑا جائے تو اس کی آواز سے مچھلی تڑپتی ہوئی پانی پر آجاتی ہے اس کے بعد مچھلی کا شکار کر کے پکڑ لی جاتی ہے اگر اسے پکڑا نہ جائے تو تھوڑی دیر کے بعد وہ مر جاتی ہے تو ایسی مچھلی کھانا حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو مچھلی کسی آفت سے مری ہو وہ حلال ہے اور جو اپنی موت سے مر کر پانی کی سطح پر الٹی تیر رہی ہو (یعنی پیٹ اوپر اور پشت نیچے ہو) تو وہ مچھلی حلال نہیں۔

درمختار میں ہے (ولا) یحل حیوان مائی الا السمک) الذی مات بآفة ولو متولداً فی ماء نجس ولو طافیة مجروحة وھبا نیة (غیر الطافی) علیٰ وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وھو ما بطنہ من فوق فلو ظھرہ من فوق فلیس بطاف فیؤ کل کما یو کل ما فی بطن الطافی وما مات بحر الماء او بردہ وبربطہ فیہ او القاء شئی فموتہ بافة وھبا نیة .

شامی میں ہے:۔ وانما قال العلامة عبدالبر الا صل فی اباحة السمک ان مامات بآفة یو کل ومامات بغیر آفة لا یو کل (قولہ او القاء شئی) وکان یعلم انھا تموت منہ قال فی المنح لو اکلت شیئا القاہ فی الماء لتا کلہ فما تت منہ، وذلک معلوم اہ (درمختار و شامی ص ۲۶۷ و ص ۲۶۸ ج۵، کتاب الذبائح)

صورت مسئولہ میں طوطا چھوڑنے کی آفت سے (اس کے صدمہ سے) مچھلی اگر مر بھی جائے تب بھی وہ حلال ہے کہ اس کی موت طوطا چھوڑنے کی آفت سے ہوئی ہے وہ اپنی موت سے مری نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اوجھڑی کھانا کیسا ہے :

(سوال ۱۲۵) ہمارے یہاں ایک شخص یہ کہتا ہے کہ بکرے کی اوجھڑی کھانا حرام ہے اور اپنی اس بات کو ایک عالم کی طرف منسوب کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ آپ لوگ اوجھڑی کو حلال کہتے ہو یہ صحیح نہیں ہے۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ اوجھڑی کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فقہاء نے جانور کی سات چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان سات چیزوں میں اوجھڑی شامل نہیں ہے، لہذا اسے حلال کہا جائے گا، جو اسے حرام قرار دیتے ہیں وہ دلیل پیش کریں۔

امدادالفتاویٰ میں ہے:

(سوال ۷۸) ایک وکیل ہیں جنہیں کچھ اسلامی خیال بھی ہے گو مائل بہ بدعت ہیں انہوں نے بہشتی زیور میں چند شکوک پیدا کئے اور دکھلائے حصہ سوم بہشتی زیور میں جو مسائل بعنوان حلال وحرام چیزوں کا بیان کے لکھے ہیں ان میں اوجھڑی کو حلال لکھا ہے ...... ان ہر سہ مسئلوں کی بابت وفقہی روایت کے طالب ہیں۔

(الجواب) اوجھڑی کی حلت اس لئے ہے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں فقہاء نے اعضائے حرام کو شمار کردیا ہے یہ ان کے علاوہ ہے یہ شمار درمختار کی مسائل شتی میں مذکور ہے۔ الحیاء والغدۃ والخصیۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر (امداد الفتاویٰ ص ۱۰۲ ج ۴ مطبوعہ پاکستان) (کھانے پینے کی حلال وحرام ومکروہ، مباح چیزوں کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الحظر والا باحۃ

باب الحجاب (پردہ سے متعلق)

(سوال ۱۲۶) اسلام میں عورتوں کے لئے پردہ کا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ اور اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک دور میں عورتیں پردہ کرتی تھیں؟ نیز اپنے استاد اور پیر سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں المستفتی۔ جناب موذن عبدالغفار صاحب۔

(الجواب) بلاشبہ اسلام میں عورتوں کو نامحرم مردوں سے (جن سے کسی وقت بھی نکاح ہوسکتا ہے) پردہ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے اور اگر پردہ کا حکم موجود نہ ہوتا تو یہ شریعت کا ایک نقص ہوتا انبیاء علیہم السلام کی تہذیب میں ہمیشہ سے پردہ داخل ہے، یہ بے پردگی ان ہی قوموں کا دستور العمل ہے جو نبوت کی روشنی سے محروم ہیں، نامحرم استاد ہو یا پیر سب سے پردہ کرنا واجب ہے، ہاں شیخ فانی اور فانیہ اور ایسے مرد وعورت جو نکاح کے لائق نہیں رہے ان کے جذبات مردہ ہوچکے ہیں وہ اس وجوبی حکم سے مستثنیٰ ہوں گے۔ مجالس الابرار میں ہے فالمرأۃ کلما کانت مخفیۃ من الرجال کان دینها اسلم یعنی عورت جس قدر مردوں سے پوشیدہ رہے گی اس کا دین زیادہ سالم اور محفوظ رہے گا (م ۹ ص ۵۶۳)۔

حضرت رسول مقبول ﷺ سے زیادہ مقدس کون ہوگا؟ حضور ﷺ سے عورتیں (صحابیات) پردہ کرتی تھیں (البتہ بعض عورتوں کا چہرہ کھول کر آنحضرت ﷺ کے سامنے آنا ضرورت کی وجہ سے تھا) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک عورت کو آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں کوئی خط پیش کرنا تھا تو پردہ کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر پیش کیا (ابوداؤد۔ نسائی۔ مشکوٰۃ) ساری امت کی عورتیں آنحضرت ﷺ کی روحانی بیٹیاں ہیں اور آنحضرت ﷺ خود معصوم! کسی قسم کے وسوسے کا بھی شائبہ نہیں لیکن باوجود اس کے پردہ کا حکم تھا اور ازواج مطہرات تمام امت کے رجال ونساء کی مائیں تھیں، چنانچہ ارشاد باری ہے:۔ "وازواجه امهاتهم" اس کے باوجود ارشاد حق جل شانہ ہے: ۔وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى" یعنی اپنی گھروں میں جمی بیٹھی رہیں اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق (بے پردہ بن سنور کر) نہ پھریں (قران حکیم سورۂ احزاب) اور فرمایا:۔ یا ایها النبی قل لا زواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن. یعنی۔ اے نبی (ﷺ) آپ اپنی بیویوں سے، اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں (اپنے چہرے کے اوپر) تھوڑی سی اپنی چادریں (یعنی چادر کا کچھ حصہ بطور گھونگھٹ چہرے پر لٹکالیا کریں تاکہ سر کے ساتھ چہرہ بھی چھپ جائے) اس سے جلدی پہچان لی جایا کریں گی۔ تو آزار نہ دی جایا کریں گی (بیان القرآن) مطلب یہ ہے کہ باندیاں کھلے چہرے پھرتی ہیں اور شریعت نے بھی ان پر چہرہ چھپانا لازم نہیں کیا اور شریر لوگ باندیوں کو چھیڑا کرتے ہیں تو آزاد اور شریف خواتین پر لازم ہے کہ وہ سر اور چہرہ چھپالیا کریں اس طرح بسہولت ان کی پہچان ہوجایا کرے گی اور شریر لوگ جو شریف اور باعزت خواتین کو چھیڑنے کی ہمت نہیں کرتے وہ ان کو نہیں چھیڑیں گے اور ان کے آزاد سے شریف خواتین محفوظ رہیں گی۔ قابل توجہ یہ ہے کہ قرآن شریف نے پردہ اور نقاب کو

شریعت اور عزت کی علامت قرار دیا ہے اور بے پردگی و بے حجابی ان کی علامت قرار دی ہے جو عزت و شرافت سے محروم آبرو باختہ ہوں (معاذ اللہ)

اور فرمایا۔ واذا سئلتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب :۔ یعنی جب تم پیغمبر علیہ السلام کی بیویوں سے کوئی سامان مانگنے جاؤ تو ان سے وہ سامان پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ طریقہ تمہارے دلوں اور ان کے قلوب کے پاک رہنے کا بہترین ذریعہ ہے (سورۂ احزاب)

احادیث سے ثبوت حجاب:

(۱) آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:۔ عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرة رواه الطبرانی فی الکبیر یعنی عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر نکلنے کا حق نہیں ہے، لیکن اس وقت کہ وہ مجبور و مضطر ہو جائیں (طبرانی)

(۲) المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۴۰) عورت چھپانے کی چیز (یعنی عورت کے لئے پردہ ضروری ہے) کیونکہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک جھانک کرتا ہے۔ (ترمذی شریف) بدباطن لوگ جو بری نظر سے عورت کو تاکتے ہیں وہ سب شیطان ہیں کیونکہ گلی کوچوں اور بازاروں میں ان شیاطین کی کمی نہیں ہوتی۔ اس واسطے عورت کو چاہئے کہ بلاضرورت شدید گھر سے باہر نہ نکلے حتی کہ نماز کے لئے مسجدوں میں بھی نہ جائے۔

بیشک آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں عورتوں کو نماز کے لئے مسجد میں جانے کی اجازت تھی لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہدایت تھی کہ "بیوتهن خیر لهن" ان کے گھر ان کے حق میں (مسجد کی حاضری سے) بہتر ہیں (مشکوۃ شریف ص ۹۶ باب الجماعة)

احادیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی آخری عمر میں عورتوں کے لئے مسجد میں نہ جانے کو پسند فرماتے تھے (اور بعض جلیل القدر صحابہ نے اپنی بیویوں کو مسجد کی حاضری سے روکنا شروع کر دیا تھا) عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی رضی الله عنها انها جاءت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله انی احب الصلوة معک، قال قد علمت انک تحبین الصلوة معی و صلوتک فی بیتک خیر من صلوتک فی حجرتک، وصلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک خیر من صلوتک فی مسجد قومک وصلوتک فی مسجد قومک خیر من صلوتک فی مسجدی قال فامرت فبنی لها مسجد فی اقصی شئی من بیتها واظلمه کانت تصلی فیه حتی لقیت الله عزوجل رواه احمد وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحیهما (ترغیب ترهیب ج ۱ ص ۱۸۷)

(ترجمہ) حضرت ابو حمید ساعدی کی اہلیہ محترمہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت مجھے بڑا شوق ہے کہ میں آپ کے پیچھے نماز پڑھا کروں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہاری نماز تمہاری بند کوٹھری میں صحن کی نماز سے بہتر ہے، اور احاطہ کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے افضل ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز ہماری مسجد (مسجد نبوی ﷺ) میں آ کر پڑھنے سے بہتر ہے۔ چنانچہ ام حمید رضی اللہ عنہا نے فرمائش کر کے اپنے کمرے (کوٹھے) کے آخری کنارے (کونہ) میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنوائی وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا وصال ہوا اور اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوئیں۔ (ترغیب ترهیب ج ۱ ص ۱۸۷)

جب حضرت عمر فاروق کا زمانہ آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی ہوئی (اچھے لباس، زینت، خوشبو وغیرہ کے استعمال کا رواج ہوا) تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آجاتی تھیں منع فرما دیا۔ تمام صحابہ نے اس کو پسند فرمایا کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے فیصلہ سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا لو ادرک رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔ یعنی اگر حضور ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو اس وقت عورتوں نے ایجاد کر لی ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کو مسجد میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنو اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا (صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۰ پارہ ۴ باب خروج النسآء الی المساجد الخ. (صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۱۸۳ ایضاً)

بخاری شریف کی شرح (عینی) میں ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر کنکریاں مارتے اور عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے (عینی شرح بخاری)

اس لئے فقہاء رحمہم اللہ نے بھی ممنوع اور مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا" ویکره حضورهن الجماعة ولو بجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزاً لیلا علی المذهب المفتی به لفساد زمان. یعنی عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اگرچہ جمعہ میں اور عید میں اور وعظ کی مجلس میں ہو چاہے بوڑھی ہو یا جوان رات ہو یا دن بوجہ فساد زمانہ مفتی بہ مذہب یہی ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۹ باب الامامۃ)

(۳) آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کو نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ ہم دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ (نابینا صحابی) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تشریف لائے آنحضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ پردہ کر لو۔ میں نے عرض کیا۔ کیا یہ ایسے اندھے نہیں ہیں کہ ہمیں دیکھ نہ سکیں؟ جب یہ دیکھ نہیں سکتے تو ہم پردہ کیوں کریں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھ سکتیں۔ عن ام سلمة انها کانت عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ومیمونة اذ قبل ابن ام مکتوم فدخل علیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم احتجبا منه فقلت یا رسول الله! الیس هو اعمیٰ لا یبصرنا؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم افعمیاو ان انتما الستما تبصرانه (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹ باب النظر الی المخطوبة) نیز ارشاد ہوا عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت ہی میں پشت پھیر کر جاتی ہے یعنی عورت کا سامنا بھی وسوسہ انگیز ہوتا ہے اور شیطان کی طرح برے خیالات دل میں ڈالتا ہے اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو یہ حصہ بھی شہوت انگیز ہوتا ہے اور شیطان کو موقع

دیتا ہے کہ وہ نفس کو برگشتہ کرے (واللہ اعلم) (مشکوۃ شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبہ)

(۴) اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ العینان تزنیان وزنا هما النظر، واذنان تزنیان وزنا هما الا ستماع، واللسان زناه الکلام، (الحدیث)

یعنی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا (غیر کو) دیکھنا ہے، اور کان زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (غیر کی آواز کو) سننا ہے (یہاں تک کہ عورتوں کو جہری نماز میں پکار کر قراءت کرنا جائز نہیں اسی طرح عورتوں کو حج میں تلبیہ (لبیک) پکار کر کہنا جائز نہیں) اور زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا (غیر سے ازراہ شہوت) باتیں کرنا ہے (حتی کہ جوان عورتوں کے لئے غیر محرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں) اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کو) پکڑنا (چھونا) ہے۔ اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (غیر محرم کی طرف برے ارادہ سے) چلنا ہے اور دل خواہش وتمنا کرتے ہیں اور پھر شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۳۶ باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا وغیرہ) (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۲۹۹)

(۵) آنحضرت ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی سے جو باپ کی باندی کے بطن سے تھا پردہ کرنے کا حکم دیا وہ عتبہ کے مشابہ تھا، (۱) چنانچہ وہ لڑکا اپنی بہن سودہؓ سے تاحیات نہ مل سکا (بخاری شریف ص ۶۱۶ باب مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح)

(۶) ایک لڑکا جنگ میں شہید ہوگیا، تو تفتیش حال کے لئے اس کی والدہ برقعے میں حضرت (ﷺ) کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی، حاضرین متعجب ہوکر کہنے لگے کہ بایں پریشانی بھی نقاب نہیں چھوڑا، صحابیہ نے جواب میں فرمایا کہ میرا بیٹا گم ہوا ہے میری شرم وحیا تو گم نہیں ہوئی۔ (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۳۴۴ کتاب الجہاد

(۷) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ عید کے روز (مسلمانوں کی شان وشوکت بڑھانے کے لئے) حیض والی عورتوں کو اور پردہ نشین عورتوں کو بھی لایا جائے (مشکوۃ) اس حدیث میں ''ذوات الخدور'' کا لفظ ہے جس کے معنی ''پردہ میں رہنے والی عورتیں'' ہوتا ہے (مشکوۃ شریف ص ۱۲۵ باب صلوۃ العیدین) اسی پردہ کی بناپر ہدایت یہ فرمائی تھی کہ عورتیں بڑی چادریں اچھی طرح لپیٹ کر آئیں، کچھ عورتوں نے عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو ارشاد ہوا اس کی کوئی ساتھی اپنی چادر میں اس کو چھپالے (پردہ بہر حال ضروری ہے)

---

(۱) زمانہ جاہلیت میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ دوسرے کی باندی سے ناجائز تعلق کی بنا پر جو بچہ پیدا ہوتا تھا اگر یہ شخص مطالبہ کرتا تھا کہ وہ بچہ میرا ہے تو وہ بچہ اس کا لڑکا مان لیا جاتا تھا اور اس کا نسب تسلیم کرلیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے حضرت سعد کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی سے جو لڑکا ہے وہ میرا ہے تم اس کو لے لینا۔ زمعہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے، عتبہ تو حالت کفر ہی میں مرگیا۔ فتح مکہ کے بعد یہ مقدمہ آنحضرت کی بارگاہ عدالت میں پیش ہوا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مطالبہ تھا کہ یہ بچہ مجھے ملنا چاہئے میرے بھائی نے وصیت کی تھی یہ ان کی صلب سے ہے، حضرت سودہؓ کے بھائی کا مطالبہ تھا کہ یہ میرے باپ کی باندی کے بطن سے ہے لہذا یہ مجھے ملنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت سودہؓ کے بھائی کا مطالبہ تسلیم فرمایا یہ بچہ ان کے حوالے کردیا یعنی زمعہ کا لڑکا اور حضرت سودہ کا بھائی مان لیا گیا عتبہ کا لڑکا نہیں مانا گیا کہ زنا کی بناپر نسب ثابت نہیں ہوتا مگر چونکہ یہ بچہ عتبہ کے مشابہ تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت سودہ کو اس کی اجازت نہیں دی کہ ان کے سامنے بے پردہ آئیں حالانکہ حضرت سودہؓ عمر کے لحاظ سے بھی بوڑھی ہوچکی تھیں۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرات اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ میں پردہ کا بڑا اہتمام تھا۔ چنانچہ احیاء العلوم میں ہے:۔

والنساء یخرجن متنقبات. یعنی عورتیں نقاب ڈال کر نکلا کرتی تھیں (ج ۲ ص ۴۸ احیاء العلوم الباب الثالث فی المباشرۃ)

''طبعی (قضاء حاجت'' وغیرہ) اور شرعی (حج وغیرہ) ضرورت سے عورت کو کسی وقت باہر نکلنا پڑے تو قرآنی تعلیم اور ہدایت نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا کہ۔

(۱) نگاہیں نیچی رکھیں۔ قرآن مجید میں ہے وقل للمومنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن. یعنی اور آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی (عصمت کی) حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں (سورۂ نور۔)

(۲) نقاب کے ساتھ نکلے:۔ قرآن کریم میں ہے۔ یدنین علیهن من جلا بیبهن. یعنی چادروں کا نقاب (گھونگٹ) لٹکالیں (سورۂ احزاب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب لوگ ہمارے سامنے آجاتے (آمنا سامنا ہوجاتا) تو ہم منہ پر چادر لٹکا لیتیں اور جب سامنے سے چلے جاتے تو ہم منہ کھول دیا کرتی تھیں۔ فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من راسها علی وجهها فاذا جاوزنا کشفناه (ابو داؤد شریف ج ۱ ص ۲۶۱ کتاب المناسک باب المحرمات تغطی وجهها)

(۳) بن سنور کرنہ نکلے:۔ قرآن حکیم میں ہے:۔ ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الا ولی. یعنی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق بن سنور کرنہ نکلیں (سورہ احزاب)

حافظ ابن ہمام فرماتے ہیں جس جگہ عورت کو جانے کی اجازت ہے تو اس شرط سے اجازت ہے کہ بے پردہ بن سنور کرنہ جائے اور ایسی ہیئت کے ساتھ جائے کہ مردوں کو اس طرف دیکھنے کی رغبت نہ ہو اس لئے کہ خدا پاک نے فرمایا ہے۔ (ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الا ولی. مجالس الابرار ص ۵۶۳)

(۴) میلے کپڑے اور سادے برقعے میں نکلے:۔ حدیث پاک میں ہے:۔ ولکن یخرجن وهن تفلات یعنی لیکن عورتوں کو میلے کچیلے کپڑوں میں نکلنا چاہئے۔ (ابو داؤد ج ۱ ص ۹۱ باب ماجآء فی خروج النسآء الی المسجد)

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اعروا النساء یلزمن الحجال وانما قال ذلک لا نهن لا یرغبن فی الخروج فی الهیئة الرثة. یعنی عورتوں کو عمدہ پوشاک نہ دو گھروں میں بیٹھی رہیں گی۔'' اور یہ اس لئے فرمایا کہ عورتیں خراب خستہ حال میں باہر نکلنے کی رغبت نہیں کرتیں (احیاء العلوم ج ۲ ص ۴۸ الباب الثالث فی المباشرۃ)

(۵) کوئی خوشبو پاؤڈر وغیرہ نہ لگائے:۔ حدیث شریف میں ہے:۔ کل عین زانیة. یعنی ہر نگاہ (جو بری نیت سے ہو) زنا ہے اور بے شک جس وقت عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گذرتی ہے زانیہ اور بدکار

ہے۔(مشکوۃ ص ۹۶ باب الجماعة وفضلها)

مجالس الابرار میں ہے، اگر شوہر کی اجازت سے ضرورۃً نکلے تو پردہ کرکے خراب ہیئت میں نکلے (شاندار برقعہ نہ ہو) غیر آباد راستہ تلاش کرے، جہاں آمد ورفت کم ہو، سڑکوں اور بازاروں میں سے نہ گذرے اور خوشبو لگا کر بن سنور کر نہ نکلے اور راستہ میں کسی سے بات نہ کرے۔ (ص ۵۶۸) وکان الحسن یقول اتدعون نساء کم لیزاحمن العلوج فی الا سواق قبح الله من لا یغار. یعنی حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ کیا تم اپنی عورتوں (اور ماں، بہنوں، بیٹیوں) کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں گھومتی پھریں اور کافروں سے رگڑ کر چلیں، خدا ناس کرے اس کا جو غیرت نہ رکھتا ہو (احیاء العلوم ج ۲ ص ۴۸ الباب الثالث فی آداب المباشرة الخ)

(۶) سفر میں محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ تین روز کی (تین منزل یعنی ۴۸ میل) یا زیادہ کا سفر کرے مگر اس صورت میں کہ اس کے ساتھ اس کا باپ یا بیٹا یا شوہر یا بھائی ہو یا کوئی ذی رحم محرم ہو (صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۴۳۴ باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیره)

بعض روایات میں دو دن، بعض میں فقط ایک دن، بعض میں فقط ایک رات، بعض میں فقط تین میل کا ہی حکم آیا ہے، یہ تفاوت فتنہ کے اعتبار سے ہے، جس قدر فتنہ وفساد کا اندیشہ زیادہ ہوگا اسی قدر احتیاط کی ضرورت ہوگی۔

حضرت فاطمہ سیدة نساء اهل الجنة اور پردہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر کیا بات ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مرد ان کو دیکھیں، آنحضرت ﷺ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعائیں دیں (مسند بزار۔ دارقطنی)

عورت کے جنازہ پر گہوارا (چھتری) اور دفن کے وقت قبر پر چاروں طرف سے پردہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایجاد ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کو ڈھانک لیا جائے تا کہ اجنبی مردوں کو میرے قد وقامت وجسامت بدن کا پتہ نہ چلے آپؓ کی طبعی شرم وحیا نے اس کو بھی برداشت نہ فرمایا حالانکہ جسم کفن میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور وفات کے بعد جسم محل شہوت بھی نہیں رہتا اور شرکاء جنازہ بھی اس وقت مردہ دل ہوتے ہیں، اور خوف خدا ان پر غالب ومسلط رہتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طبعی شرم وحیا کا یہ حال اور اس زمانہ کی عورتیں، نیم آستین فراک پہنے ہوئے بلکہ نیم عریاں باریک کپڑے اور بعض ساڑھے باندھے ہوئے بن سنور کر خوشبو اور پاؤڈر سے آراستہ! کھلے سر کھلے منہ! بازاروں میں میلوں میں، سینما اور تفریح گاہوں میں مردوں کے سامنے اپنے حسن وجمال کا مظاہرہ کرتی پھرتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے کیا خوب فرمایا تھا کاسیات عاریات ممیلات مائلات، بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو بظاہر کپڑے پہنے ہوئی ہوتی ہیں لیکن درحقیقت وہ ننگی ہوتی ہیں اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے اور دوسروں کی طرف مائل ہونے میں بڑی مشاق ہوتی ہیں، ایسی عورتیں جنت کی خوشبو سے محروم ہیں۔ کیا خوب فرمایا ''اکبر'' ''مرحوم'' نے:۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

ولا یخرجن الی الطرقات فان خروجهن یعد من عدم الغیرة فیلزم لرجل ان یمنع زوجته عن الخروج من البیت ولا یاذن لها بالخروج الا فی مواضع مخصوصة وهی سبعة مواضع (۲،۱) زیارة الابوین (۴،۳) وعیادتهما (۶،۵) وتعزیتهما اواحدهما (۷) وزیارة المحارم وفی بیان العصبة فی حق النساء (مجالس الابرار م ۹۸ ص ۵۶۲)

یعنی راستوں پر عورتیں نہ نکلیں کیونکہ ان کا نکلنا بے غیرتی میں شمار ہے۔ پس مرد پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو گھر سے نکلنے پر روکے اور نکلنے کی اجازت نہ دے، مگر چند خاص خاص صورتوں میں:۔ ماں باپ کی زیارت، ان کی بیماری یا دونوں کی یا ایک کی تعزیت کو۔ یعنی ماں باپ کو کوئی صدمہ کی بات پیش آجائے تو ان کی دلداری اور ہمدردی کے لئے جانا یا ایسے رشتہ داروں سے ملنے جانا جو محرم ہیں (بہن بھائی چچا ماموں جیسے رشتہ دار)

اگر کوئی عورت دائی ہے یا مردے کو غسل دینے والی یا اس کا کسی پر حق آتا ہے یا کسی کا اس پر حق آتا ہے تو اجازت سے یا بے اجازت ہر طرح سے جاسکتی ہے اور ان کے سوا غیروں کی ملاقات یا ان کی عیادت یا ولیمہ کے لئے جانے کی اجازت نہ دی جائے اور اگر اس نے اجازت دی اور وہ گئی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ اجازت کبھی چپ رہنے سے بھی ہوتی ہے یہ خاموشی زبانی اجازت کے مثل ہے کیونکہ بری بات سے منع کرنا فرض ہے، خاموش رہنے سے یہ فرض ترک ہوتا ہے اور ترک فرض گناہ ہے۔ م ۹۸ ص ۵۶۲۔

حضرت علامہ شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں جس جگہ عورتوں کو جانے کی اجازت ہے تو اس طرح سے اجازت ہے کہ بن سنور کر نہ جائیں ایسی صورت بدل کر جائیں کہ مردوں کو ادھر دیکھنے کی رغبت اور چاہ نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولی اور نہ نکلیں زمانہ جاہلیت کی طرح (۹۸ ص ۵۶۲، ص ۵۶۸)

فالمرأة کلما کانت مخفیة من الرجال کان دینها اسلم لما روی انه علیه السلام قال لابنته فاطمة ای شی خیر للمرأة قالت ان لا تری رجلا ولا یراها رجل فاستحسن قولها وضمها الیه وقال ذرية بعضها من بعض (۹۸ ص ۵۶۳)

اور نبی ﷺ کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) دیواروں کے سوراخ اور جھروکے بند کر دیا کرتے تھے کہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں (مجالس الابرار م ۵۸ ص ۵۶۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

عورتوں کے لئے شرعی پردہ:

(سوال ۱۲۷) عورت اجنبی مردوں کے سامنے آئے اور بے باکی سے ملے ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتیں کرے، خلوت میں بیٹھے، ایسے بے غیرتی اور بے حجابی کے کام شوہر دیکھے اور پھر بھی اس کو نہ روکے بلکہ اس پر راضی رہے تو ایسے

شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ اور شریعت میں عورتوں کے لئے پردہ ہے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ عورتوں کے لئے حجاب (پردہ) کا حکم درحقیقت غیرت خداوندی کا تقاضا ہے اگر شریعت اسلامی میں پردہ کا حکم نہ ہوتا تو شریعت میں ایک قسم کا نقص ہوتا۔ پردہ سے وہ قوم محروم ہے، جو نور نبوت سے محروم ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پوری امت کی ماں کے درجہ میں ہیں۔ پھر بھی ان کو خدائے پاک کا حکم تھا "وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ" یعنی! تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق علانیہ نہ پھرتی رہو۔ (سورۂ احزاب پارہ نمبر ۲۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو امت کے مقدس ترین اور افضل ترین اور انتہا درجہ کے پاکباز افراد ہیں انہیں حکم تھا" واذا سالتمو هن متاعاً فاسئلو هن من وراء حجاب ذلكم ازكى لكم واطهر " یعنی:۔ اور جب تم ان سے (یعنی ازواج مطہرات سے) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے (سورۂ احزاب پارہ نمبر ۲۲)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔
حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں اتنے میں دیکھا کہ ایک نابینا صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آرہے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ہمیں پردہ کرنے اور ہٹ جانے کا حکم فرمایا میں نے کہا! یا رسول اللہ! یہ تو بیچارے نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھ پاتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو تم تو دیکھ سکتی ہو۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت مذکور ہے۔ عن ام سلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة اذا قبل ابن ام مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبامنه فقلت يارسول الله اليس هو اعمىٰ لا يبصر نا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أفعميا وان انتما الستما لا تبصرانه (مشكوة شريف ص ۲۶۹ باب النظر الى المخطوبة)

ام المومنین حضرت عائشہؓ۔ یہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ (پہلے یہ غلام تھے اور تقویٰ وطہارت میں اپنی مثال آپ تھے) کے درمیان پردہ نہ تھا (ان کے نزدیک غلام سے پردہ کرنا ضروری نہ تھا) ایک دن آکر حضرت سالمؓ نے کہا کہ خدا پاک نے مجھے آزاد کردیا ہے اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مبارک باد دی اور ان سے پردہ کرلیا۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے میں نے کبھی حضرت عائشہؓ کو نہیں دیکھا۔ نسائی شریف میں یہ روایت منقول ہے۔ قال سالم كنت اتيها مكاتباً ما تختفى منى فتجلس بين يدى وتتحدث معى حتى جئتها ذات يوم فقلت ادعى لى بالبركة يا ام المؤمنين قالت وما ذالك فقلت اعتقنى الله قالت بارك الله لك وارخت الحجاب دونى فلم ارها بعد ذلك اليوم (نسائى شريف ج ۱ ص ۱۴ باب مسح المرأة رأسها)

حضور اکرم ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں جب بلوغت کی حد کو پہنچا (یعنی بلوغت کے آثار نمایاں ہوگئے) تو میں نے صبح حاضر خدمت ہوکر اس کی اطلاع دی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم گھر

میں عورتوں کے پاس نہ جانا۔

(انس رضی اللہ عنہ) لما كان صبيحة احتلمت دخلت علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبرته' فقال لا تدخل على النساء فما اتى على يوم اشد منه. (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۶۹ الغيرة والخلوة بالنساء والنظر اليهن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک اور پاک باز لڑکا کون ہوسکتا ہے؟ اور ازواج مطہرات دنیا کی مقدس ترین اور افضل ترین عورتیں ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے خادم خاص پر پابندی عائد کردی اور پردہ کا حکم فرمایا۔ آج اس فتنہ کے دور میں عوام یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ دل صاف ہونا چاہئے رسمی پردہ کی ضرورت نہیں، دل کا پردہ کافی ہے۔ یہ کھلم کھلا شریعت پر اعتراض ہے۔ کیا اس زمانہ کے لوگوں کے قلوب آپ علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کی پاکباز ازواج اور پاکیزہ بیٹیوں اور آپ کی معتمد فرمانبردار متقی خادم حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین) سے زیادہ پاک ہوسکتے ہیں؟ (معاذ اللہ)

مشہور بزرگ حضرت شیخ نصیر آبادی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ لوگ اجنبیہ عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو دیکھنے میں ہماری نیت پاک ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ مادامت الاشباح باقية فان الامر والنهى باق والتحليل والتحريم مخاطب به. یعنی جب تک جسم انسانی باقی ہیں، امر و نہی (شرعی احکام) بھی باقی ہیں اور تحلیل وتحریم کے مخاطب ہیں (بوادر النوادر ص ۷۰۲)

نامحرم مرد وعورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا زنا اور فحش کاری کا پہلا زینہ ہے اسی سے تمام خرابیوں، بے حیائی اور بے شرمی کا دروازہ کھلتا ہے اس لئے خدائے پاک نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ بدنظری سے بچتے رہو اور خواہش نفسانی کو کچلتے رہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكىٰ لهم ان الله خبير بما يصنعون، آپ (ﷺ) مؤمنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ تمہارے لئے دل کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، بے شک خدائے پاک اپنے بندوں کے کام سے واقف اور باخبر ہے اسی طرح عورتوں سے متعلق ارشاد خداوندی ہے وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن، یعنی: اور مؤمن عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں (سورۂ نور پارہ نمبر ۱۸)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومن عورتوں کی دلوں کی صفائی اور پاکیزگی کے لئے اور مؤمن مردوں کی غیرت کے لئے۔ اور مؤمن عورتوں کو کافر ومشرک عورتوں سے ممتاز کرنے کے لئے خدا پاک نے احکام نازل فرمائے ہیں پہلا حکم یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں یعنی نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچیں، احیاء العلوم میں ہے۔ وزنا العين من كبار الصغائر وهو يؤدى على القرب الى الكبيرة الفاحشة وهى زنا الفرج ومن لم يقدر على غض بصره لم يقدر على حفظ دينه، یعنی: آنکھ کا زنا صغیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے، اور یہ گناہ کبیرہ (زنا لمس وغیرہ) کا سبب بھی بن سکتا ہے، اس لئے جو کوئی اپنی نگاہ پر کنٹرول نہیں کرسکتا وہ اپنے دین کی بھی حفاظت نہیں کرسکتا (احیاء العلوم ص ۹۸ ج ۳ بیان ماعلی المرید فی

ترک التزوج وفعله)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے، ایاکم والنظرة فانها تزرع فی القلب شهوة وکفی بها فتنة، یعنی جھانکنے سے بچو اس سے دل میں شہوت کا بیج پیدا ہوتا ہے اور فتنہ پیدا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔(احیاء العلوم ج ۳ ص ۹۸ بیان ما علی المرید فی ترک التزوج وفعلہ۔

حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا۔ شیر اور سانپ کے پیچھے چلے جانا۔ محرم عورت کے پیچھے کبھی نہ جانا(کہ یہ فتنہ میں ملوث کرنے میں شیر اور سانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے)وقال سید بن جبیر انها جاء ت الفتنة من قبل النظرة ولذلک قال لا بنه یا بنی امش خلف الأسد والا سود ولا تمش خلف المرأة(احیاء العلوم ص ۹۸ ج ۳ ایضاً)

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا نامحرم کو دیکھنے اور حرص کرنے سے، اور حضرت فضیلؒ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہے کہ نظر (نامحرم کو دیکھنا) میرا وہ پرانا تیر ہے کہ میں کبھی اس سے خطا نہیں کرتا، وقیل یحییٰ علیه السلام ما بدء الزنی قال النظر والتمنی . وقال الفضیل یقول ابلیس هو قوسی القدیمة وسهمی الذی لا أخطئی به یعنی النظر (احیاء العلوم ص ۹۸ ج ۳ ایضاً)

حدیث میں ہے:۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم النظر سهم مسموم من سهام ابلیس فمن ترکها خوفاً من الله اعطاه الله تعالیٰ ایماناً یجد حلاوته فی قلبه . یعنی نامحرم کو دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے، جو اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان عطا فرماتا ہے جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پاتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبۃ)

نیز حدیث میں ہے۔ عن جریر بن عبدالله قال سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن نظر الفجاء ة فامرنی ان اصرف نظری ، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے نامحرم عورت پر ناگہانی نظر پڑنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں (فوراً) اپنی نگاہ ہٹالوں۔(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبۃ)

نیز حدیث میں ہے:۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی لا تتبع النظرة النظرة فان لک الاولیٰ ولیست لک الآخرة. حضرت بریدۃؓ سے روایت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہدایت فرمائی کہ اے علی! نگاہ کے بعد نگاہ نہ ڈالو کہ نگاہ اول (بلا ارادہ کے اچانک نظر) قابل عفو ہے، دوسری نظر (جو قصداً ہو) معاف نہیں (ابو داؤد ، بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۶۹ ایضاً)

احکام القرآن میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قال ابوبکر انما اراد النبی صلی الله علیه وسلم بقوله لک النظر الاولی اذا لم تکن عن قصد فاما اذا کانت عن قصد فهی والثانیه سواء یعنی نگاہ اول سے مراد وہ نظر ہے جو اچانک بلا قصد کے ہو لیکن جبکہ بلا اجازت شرعی بالقصد ہو تو جس طرح دوسری نظر قابل مؤاخذہ ہے اسی طرح پہلی نظر بھی قابل مؤاخذہ ہے (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۸۵ سورۃ النور باب مایحب من غض البصر عن المحرمات)

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ایک حدیث نقل کی ہے:۔ ایاکم والجلوس علی الطرقات حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ خبردار! شارع عام پر نہ بیٹھو، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کے بغیر چارۂ کار نہیں (اس لئے کہ لین دین اور تجارتی معاملہ رہتا ہے) تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجبوری ہو تو اس شرط پر اجازت ہے کہ راستہ کا حق ادا کرو، صحابۂ کرام نے پوچھا راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نظر کو نیچی رکھنا اور اذی (تکلیف پہنچانے) سے بچنا اور سلام کا جواب دینا اور معروف کا حکم کرنا اور منکر سے روکنا وغیرہ وغیرہ(تفسیر مواهب الرحمن ص ۱۵۷ ج ۴ سورۂ نور تحت الآیة ،قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ومسلم شریف ص ۲۱۳ ج ۲ باب من حق الجلوس علی الطرق ورد السلام) حدیث میں لعنه الله الناظر والمنظور الیه . یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے نامحرم عورت کو دیکھنے والے پر اور اس پر بھی جس کو دیکھا جائے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ باب النظر الی المخطوبة) نیز حدیث میں ہے۔ عن جابرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان المرأة تقبل فی صورة شیطان وتدبر فی صورة شیطان . یعنی عورت (نامحرم سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے اور پیچھے سے جاتی ہے۔ تب بھی شیطان کی صورت میں ہوتی ہے۔(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ ایضاً)

شہوت ابھارنے کے ان جراثیم اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اور ایمان کو روحانی امراض سے بچانے کے لئے خدا پاک نے ارشاد فرمایا ہے وقرن فی بیوتکن، تم اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو (سورۂ احزاب پارہ نمبر ۲۲) اور حضور اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔ لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرة ، یعنی عورتوں کو اپنے گھروں سے نہ نکلنا چاہئے مگر جب کہ وہ مجبور اور عاجز ہوں (یعنی طبعی اور شرعی عذر ہو) (طبرانی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ان لا تخرج المرأة من بیتها الا لحاجة منها لا تجد منها بداً قال صلی الله علیه وسلم المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان ۔ یعنی بلا ضرورت شدیدہ عورت کو اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عورت ستر کی چیز ہے (یعنی چھپانے کی چیز ہے) پس جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے (یعنی اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں برے خیالات پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کی عصمت اور آبرو میں خطرہ کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے ۔(حجة الله البالغة مع ترجمه نعم الله السابغه ص ۳۶۵ ج ۲ من ابواب تدبیر المنزل ذکر العورات)

مجالس الابرار میں ہے:۔ فالمرأة کلما کانت مخفیةً من الرجال کان دینها اسلم لما روی انه علیه السلام قال لا بنته فاطمة ای شئی خیر للمرأة قالت ان لا تریٰ رجلاً ولا یراها رجل واستحسن قولها وضمها الیه وقال ذریة بعضها من بعض وکان اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم یسدون الثقب والکوی فی الحیطان لئلا تطلع النساء علی الرجال ،یعنی! عورت جب تک مردوں سے پوشیدہ ہے (چھپی ہوئی ہے) اس کا دین بچا ہوا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کے لئے سب سے بڑی خوبی کی بات کیا ہے؟ عرض کیا وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھے آپ ﷺ کو یہ جواب بہت پسند آیا اور ان کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اولاد ایک سے ہے۔

(یعنی باپ کا اثر اولاد میں بھی آتا ہے) اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دیواروں کے سوراخ اور شگاف بند کردیا کرتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں۔ (مجالس الابرار ص ۵۶۳ مجلس نمبر ۹۸)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہے:۔ وما الغيرة فی محلها فلا بد منها وهی محمودة لما روی انه عليه الصلوة والسلام قال ان الله يغار وان المؤمن يغار، وغيرة الله ان ياتی المومن ما حرم الله عليه وفی حديث انه عليه السلام قال انی لغيور وما امرء لا يغار الا منكوس القلب والطريق المغنی عن الغيرة ان لايد خل عليهن رجل ولا يخرجن الی الطرقات لان خروجهن يعدمن عدم الغيرفليلزم للرجل ان يمنع زوجته عن الخروج من البيت ولا يا ذن لهابالخروج الا فی موا ضع مخصوصة وهی ما قال صاحب الخلاصة نقلاً عن مجموع النوازل يجوز للزوج ان ياذن لها بالخروج الیٰ سبعة مواضع زيارة الا بو ين وعيادتهما وتعزيتهمااو احدهما وزيارة المحارم . الیٰ قوله وان خرجت من بيت زوجها بغير اذنه يلعنها كل ملك فی السماء وكل شیء تمر الا الا نس والجن فخروجها من بيته بغير اذنه حرام عليها قال ابن الهمام وحيث ابيح لها الخروج فانما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئاة الیٰ مالا يكون داعياً الیٰ نظر الرجال واستمالتهم

ترجمہ:۔ اور وہ غیرت جو اپنے موقع پر ہو وہ تو ضرور ہونی چاہئے کیونکہ روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ غیرت کرتا ہے اور بلاشبہ مؤمن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مؤمن ایسا کام کرے جو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں غیرت مند ہوں، اور کوئی مرد ایسا نہیں ہے جو غیرت نہ کرتا ہو مگر الٹے دل والا، (یعنی ایسا شخص جس کا دل بگڑ گیا ہو) اور وہ طریقہ جو بے عزتی سے بچائے وہ یہ ہے کہ عورتوں کے پاس کوئی مرد نہ آئے اور وہ راستوں میں نہ نکلیں کیونکہ ان کا نکلنا بے غیرتی میں شمار ہوتا ہے۔ اس لئے مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کو گھر سے باہر نکلنے سے منع کرے۔ اور چند خاص جگہوں کے سواء کسی اور جگہ ان کو جانے کی اجازت نہ دے اور وہ یہ ہیں۔ جن کو صاحب خلاصہ الفتاویٰ نے مجموع النوازل سے نقل کیا ہے'' کہ مرد کو جائز ہے کہ اپنی بیوی کو سات جگہ جانے کی اجازت دے (۱۔۲) ماں باپ کی ملاقات کے لئے (۳۔۴) اور ان کے بیمار پرسی کے لئے (۵۔۶) اور ان دونوں کی یا ایک کی تعزیت کے لئے (۷) اور دیگر محارم کی ملاقات کے لئے۔ اسی طرح میت کو غسل دینے کے لئے بھی جانے کی اجازت ہے، اور دائی (بچہ جنوانے والی) کو بھی اجازت ہے۔ الیٰ قولہ۔ اور عورت خاوند کے گھر سے بغیر اجازت کے چلی گئی تو آسمان وزمین کا ہر ہر فرشتہ اور جس جس چیز پر وہ گذرے سب اس پر لعنت کرتے ہیں سوائے انسان اور جنات کے۔ اور علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ اس کو جانے کی اجازت ہے تو اس شرط سے اجازت ہے کہ زیب وزینت کے ساتھ نہ ہو اور ہیئت ایسی بدل کر جائے کہ مردوں کو اس کو دیکھنے کی رغبت اور خواہش نہ ہو۔ (مجالس الابرار ص ۵۶۲ مجلس نمبر ۵۸)

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے'' کیا تم اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں کافروں سے رگڑ کر (مل کر) چلیں، خدا برا کرے اس شخص کا جو غیرت نہ رکھتا ہو۔ (مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ص ۴۶ ج ۲)

وكان الحسن يقول أتدعون نساء كم ليزا حمن العلوج فی الأسواق قبح الله من لا يغار (احياء العلوم ص ۴۸ ج ۲ الباب الثالث فی آداب المباشرة الخ)

ایسا بے غیرت آدمی دیوث ہے، حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے، منجملہ ان میں سے ایک دیوث ہے، سوال کیا گیا کہ دیوث کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جس کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اس کی ماں بہن کے پاس کون آتا جاتا ہے۔ (طبرانی)

فتنوں کے ان چور دروازوں ہی کو بند کرنے کے لئے شریعت نے نگاہ پر پابندی عائد کی ہے اور حجاب کا حکم دیا ہے۔ نیز نامحرم کو جھانکنے تاکنے سے دل میں ناجائز جنسی میلان اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی زنا کاری کا پہلا زینہ اور سبب ہے اور اسباب زنا بحکم زنا ہیں اسی لئے قرآن پاک میں تاکیدی حکم ہے۔ لا تقربوا الزنی، زنا کی قریب بھی نہ جاؤ۔ (سورۂ بنی اسرائیل پارہ نمبر ۱۵)

رغبت اور محبت سے نامحرم کو دیکھنا، جھانکنا، باتیں کرنا، قریب بیٹھنا، ان کی باتیں سننا، مس کرنا یہ سب زنا کے درجہ میں ہیں اور اس کے اولین سبب ہیں۔ اسی لئے خدا پاک نے اس سے بچنے کا حکم فرمایا۔ حدیث میں ہے۔ آنکھ زنا کرتی ہے اور اس کا زنا غیر کو دیکھنا ہے کان زنا کرتا ہے اور اس کا زنا باتیں سننا ہے اسی لئے جوان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اجنبی کو سلام کرے، زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا باتیں کرنا ہے۔ ہاتھ زنا کرتا ہے اور اس کا زنا غیر کو پکڑنا اور مس کرنا ہے۔ پاؤں زنا کرتا ہے اور اس کا زنا چلنا ہے۔ اور دل خواہش وتمنا کرتا ہے اور پھر شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔

العينان زنا هما النظر، والا ذنان زنا هما الأستماع، واللسان زناه الكلام، واليدان زنا هما البطش، والرجل زنا هما الخطیٰ، والقلب يهوی ويتمنیٰ ويصدق ذلك الفرج ويكذبه (مسلم شريف ص ۳۳۶ ج ۲ باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا وغيره)

یہ حکم مرد وزن دونوں کے لئے ہے کہ جس طرح مردوں کی نگاہیں اجنبیہ عورتوں پر پڑ کر خیانت کرتی ہیں۔ اسی طرح اجنبیہ کی نگاہیں بھی اجنبی مردوں پر پڑ کر خیانت کی مرتکب ہوتی ہیں اور جس طرح مردوں کے لئے عورتوں میں کشش اور جاذبیت ہے۔ اسی طرح عورتوں میں بھی مردوں کی طرف رغبت ومیلان جذب وکشش چھپی ہوئی ہے، اور اس رغبت ومیلان کو ابھارنے والی چیز نظر بازی وغیرہ ہے اس بنا پر مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے بارے میں بھی ارشاد خداوندی ہے، قل للمومنين يغضوا من ابصارهم الخ. وقل للمؤمنات يغضضن من ابصار هن الخ . آپ (ﷺ) مومن مردوں اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (سورۂ نور پ ۱۸) حدیث میں ہے، جو عورت عطر وغیرہ خوشبو لگا کر نکلتی ہے وہ زانیہ ہے (احكام القرآن، نصاب الا حتساب قلمی ص ۵۴ باب ۲۳) اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ما تركت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء. یعنی میرے بعد مردوں کے لئے کوئی فتنہ عورتوں کے فتنہ سے زیادہ مضر اور نقصان دہ نہیں ہے (مشكوٰة ص ۲۶۷ كتاب النكاح)

دوسری روایت میں ارشاد ہے۔ واتقوا النساء فان اول فتنة بنی اسرائيل كانت فی النساء،

عورتوں سے ڈرو کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷ کتاب النکاح

یہ فتنہ کا زمانہ ہے آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ یہود و نصاریٰ کی طرح اخیر میں یہ امت بگڑ جائے گی یہاں تک کہ یہود و نصاریٰ میں سے کسی خبیث نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو میری امت کے بدترین لوگوں میں ایسے بے غیرت نکلیں گے جو ایسی فحش کاری اور بدفعلی میں مبتلا ہوں گے یہ زمانہ بھی ایسے فتنوں اور بے غیرتی کا ہے حدیث میں ہے کہ عورت کسی مرد کے ساتھ خلوت میں نہ رہے اگرچہ اس کا باپ ہو کہ شیطانی فتنہ سے امن نہیں، روایت میں ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما امہات المؤمنین (غیر حقیقی نانیاں) کی طرف نگاہ نہیں کرتے تھے (تفسیر مواهب الرحمن اردو ص ۱۴۶ سورۂ نور)

''معیار السلوک'' میں ہے ''نامحرم عورت سے پردہ نہ ہونا بہت سی خرابیاں پیدا کرتا ہے نفس و شیطان سے نہ کسی کو اطمینان ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ وامیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ایک مکان میں یہی دونوں باپ اور بیٹی بیٹھے ہوئے تھے اور یہ دونوں ذات مبارکہ وہ ہیں جن کی پاکیزگی اور بزرگی میں قرآن میں کئی جگہ آیت نازل ہوئی ہیں تو حضرت نبی کریم ﷺ نے ان دونوں (باپ بیٹی) کو تنہا بیٹھا ہوا دیکھ کر یہ فرمایا اے ابوبکر شیطان دور نہیں ہے۔ تنہا بیٹی کے پاس بھی نہ بیٹھا کرو بلکہ تیسرے آدمی کو ساتھ لیا کرو۔ (معیار السلوک ص ۱۶۴)

حق جل مجدہٗ کا فرمان ہے:۔ یآ ایها النبی قل لا زواجک وبنا تک ونسآء المومنین یدنین علیهن من جلا بیبهن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین .

ترجمہ:۔ اے پیغمبر (ﷺ) اپنے بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہنچان ہوجایا کرے گی (کہ یہ آزاد عورت ہے) تو آزار نہ دی جایا کریں گی (ترجمہ حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ۔ سورۂ احزاب پ ۲۲)

جلابیب۔ جلباب کی جمع ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ جلباب ایسی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا جسم چھپ جائے۔ فالجلا بیب جمع جلباب وهو علی ماروی عن ابن عباسؓ الذی یستر من فوق الیٰ اسفل (تفسیر روح المعانی ص ۸۸ ج ۲۲)

خمار (دوپٹہ، اوڑھنی) جو عام حالات اور دائمی استعمال کے لئے ہوتی ہے۔ اور جب بغرض ضرورت گھر سے باہر جانا ہو تو جلباب (چادر یا جالیدار معروف برقع) کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ تغطی وجهها من فوق رأسها بالجلباب وتبدی عینا واحداً ۔ یعنی خدا پاک نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانک کر نکلیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ (تفسیر روح المعانی ص ۸۹ ج ۲۲) اور حضرت ابو عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو (عملی طور پر) آپ نے اپنا سر اور چہرہ چادر سے چھپا کر بائیں آنکھ کھلی رکھ کر فرمایا یہ ہے اس آیت کی تفسیر اور مراد۔ عن محمد بن سیرین قال سالت عبیدة السلمانی عن هذا لآیة فرفع ملحفة کانت علیه فتقنع بها وغطی رأسه کله حتی بلغ الحاجبین وغطی وجهه وخرج عینه الیسریٰ من شق وجهه الایسر (روح المعانی ص ۸۹ ج ۲۲) (تفسیر مظهری ص ۲۵۲ ج ۱۰ اردو) (تفسیر

مواهب الرحمن . ص ۱۱۳ ج ۵ سورۂ احزاب)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپالینا چاہئے۔ (فوائد عثمانی ص ۵۶۸ سورۂ احزاب)

احیاء العلوم میں ہے:۔ والنساء یخرجن متنقبات، یعنی عورتیں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں چہروں پر نقاب ڈال کر باہر نکلتی تھیں یعنی پردہ نشین تھیں۔ (احیاء العلوم ص ۴۸ ج ۲)

احکام القرآن میں ہے:۔ قال ابو بکر فی هذه الآیة دلالة علی ان المرأة الشابة ما مور بستر و جهها عن الا جنبیین :۔ یعنی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کے لئے ضروری ہے کہ غیر محرم مرد سے اپنے چہرہ کو چھپائے (احکام القرآن ج ۳ ص ۴۵۸ سورۂ احزاب آخر باب ذکر حج النسآء)

ان حوالوں سے معروف پردہ کا ثبوت بوضاحت ہوتا ہے اس کے باوجود یہ کہنا کہ معروف پردہ کی کوئی دلیل نہیں یہ قول بالکل لغو اور بے دلیل ہے، جس کے قلب میں خوف خدا نہ ہوگا وہی یہ بات کہہ سکتا ہے، مزید ملاحظہ فرمائیے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا فتویٰ

(الجواب) عورت کا چہرہ نماز میں پردہ کا حکم نہیں رکھتا، مگر غیر محرموں کے سامنے آنے جانے میں پردہ کا حکم رکھتا ہے کیونکہ چہرہ ہی اصل شے ہے جو جاذب نظر اور مہیج جذبات ہے۔ (کفایت المفتی ص ۳۸۸ ج ۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع میں مرد ہمارے سامنے آجاتے تو ہم منہ پر چادر لٹکا دیتے اور جب سامنے سے ہٹ جاتے تو منہ پر سے چادر ہٹا دیتے (اس لئے کہ بحالت احرام منہ چھپانا منع ہے)

عن مجاهد عن عائشة قال کان الرکبان یمرون بنا ونحن محرمات مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا حاذوا بنا سدلت احد نا جلبا بها من رأسها علی وجهها فاذا جاوزنا کشفناه (ابو داؤد شریف ص ۲۶۱ ج ۱ کتاب المناسک باب المحرمة تغطی وجهها)

ابوداؤد شریف میں ہے ایک اور حدیث ہے:۔ قال جاء ت امرأة الی النبی صلی الله علیه وسلم یقال لها ام خلا د و هی متنقبة تسئال عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم جئت تسئالین عن ابنک وانت متنقبة فقالت ان ارزأ فلن ارزا حیائی ۔ یعنی ایک غزوہ میں ایک نوجوان کی شہادت کی خبر پھیلی تو اس کی ماں جن کا نام ام خلاد ہے اس واقعہ کی تحقیق کے لئے (پریشان و پراگندہ حالت میں) نقاب ڈال کر (یعنی پردہ میں) آئیں کسی نے کہا ایسی پریشانی کی حالت میں بھی نقاب (پردہ) نہ چھوڑا، انہوں نے جواب دیا میں نے لڑکا گم کیا ہے غیرت گم نہیں کی ہے۔ (ابو داؤد شریف ص ۳۴۴ ج ۱ کتاب الجهاد باب فصل قتال الروم الخ)

اندازہ لگائیے ان کے دل میں پردہ کی کتنی اہمیت تھی۔ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی جوان

کے باپ کی باندی سے پیدا ہوئے تھے جن کے متعلق دوسرے کا دعویٰ تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے آپ ﷺ نے اس کا دعویٰ رد کردیا اور حضرت سودہؓ کا بھائی قرار دیا۔ تاہم حضور اکرم ﷺ نے حضرت سودہؓ کو احتیاطاً حکم دیا۔ احتجبی منه، اس سے پردہ کرو۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے فما راٰها حتی لقی الله، یعنی حضرت سودہؓ نے اور اس لڑکے نے اس احتیاطی امر پر اس شدت سے عمل کیا کہ اس لڑکے نے مرتے دم تک اپنی بہن حضرت سودہؓ کو نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۷ باب اللعان)

حدیث میں ہے قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایاکم والدخول فقال رجل یا رسول الله ارأیت الحمو قال الحمو الموت. یعنی آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اجنبیہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ (دیور، جیٹھ) کا بھی یہی حکم ہے فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔ یعنی جس طرح موت سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں۔ اسی طرح دیور جیٹھ وغیرہ شوہر کے خویش واقارب سے بھی ڈرنا یعنی پردہ کرنا چاہئے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبۃ)

پیغمبر خدا ﷺ جسے موت سے تعبیر فرماتے ہیں آج امت کی اکثریت اسے حیات سمجھتی ہے۔ دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی۔ خالہ زاد، چچازاد، ماموں زاد، بھائی بہن وغیرہ سے پردہ کرنے کو ضروری نہیں سمجھا جاتا بلکہ معیوب شمار کیا جاتا ہے، ان سے بے حجاب ملنے اور ہنسی مذاق کرنے اور خلوت میں اٹھنے بیٹھنے، باتیں کرنے، اور ایک ساتھ سفر کرنے کو خوبی اور خوش اخلاقی سمجھا جاتا ہے۔ گناہ کریں اور اسے کمال سمجھیں اس سے زیادہ دلیری اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس طرح آنحضرت ﷺ کے فرامین کی علی الاعلان مخالفت کی جارہی ہے۔ اہل علم اور دیندار طبقہ بھی اس میں شامل ہے افسوس!

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

بجائے اس کے کہ اپنے جرم کا اعتراف کرتے اور اپنے معاشرہ غلطی کی اصلاح کی فکر کرتے "چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق بنتے ہوئے غلط دلائل پیش کئے جاتے ہیں اور غلط دعویٰ کیا جاتا ہے کہ دل کا پردہ کافی ہے معروف پردہ کی ضرورت نہیں گویا اپنی ذات کو حضور اکرم ﷺ، بنات طاہرات، ازواج مطہرات اور صحابۂ کرامؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ پاکباز تصور کرتے ہیں۔ اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم ان حضرات کی بہ نسبت اپنے قلوب پر زیادہ قابو رکھتے ہیں۔ نعوذ بالله من هذه الهفوات،

حدیث پاک میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ کی نگاہ کسی اجنبیہ پر پڑی اور دل متاثر ہوا اس کو دور کرنے کے لئے فوراً گھر تشریف لائے اور زوجۂ مطہرہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے خلوت فرمائی اور مصاحبت کی اور فرمایا کہ جس کو بھی ایسا واقعہ پیش آئے تو وہ اپنی گھر والی (زوجہ) کے پاس چلا جائے اس لئے کہ اس کے پاس بھی وہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم امرأة فاعجبته فاتی سودة هی تصنع طیباً عندها نساء فاخلینه فقضی حاجته ثم قال ایما رجل رأی امرأة تعجبه فلیقم الیٰ هله فان معها مثل الذی معها (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹ باب النظر الی المخطوبۃ)

یہ واقعہ خاص امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ جب کسی کو ایسی بات پیش آجائے تو یہ عمل کر کے طبیعت کو

تسکین دے، عورت کو دیکھ کر طبیعت کا متاثر ہونا قدرتی اور فطرت انسانی ہے اور اسی لئے وہ نظر جو پہلی مرتبہ بلا قصد کے ہو معاف ہے، قابل مؤاخذہ نہیں ہے، یہ فطری اور جنسی میلان جو طبیعت انسان میں ایک دوسرے کے لئے ہے یہ خدا کی پیدا کردہ ہے اس نے اپنی حکمت اور مصلحت کے ماتحت خاص مقصد سے اس کو نفس انسانی میں پیدا فرمایا ہے، اس کا جائز استعمال ثواب کا باعث ہے اور ناجائز استعمال عذاب کا موجب ہے، حاصل یہ کہ جب آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک متاثر ہوا تو ہمارے دلوں کی کیا حیثیت ہے؟ لہذا جہاں جس قدر فتنہ کا اندیشہ ہوگا وہاں اسی قدر پردے کا سخت حکم ہوگا۔

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:۔

عام عورتوں کو نصیحت:

جس سے شروع میں پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو اور چاہے کیسا ہی نزدیک کا ناتہ دار جیسے دیور، جیٹھ، خالہ، پھوپھی یا چچا ماموں کا بیٹا یا بہنوئی یا نندوئی یا منہ بولا بھائی باپ، ان سب سے خوب پردہ کرو (قصد السبیل ص ۲۵)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔ مسئلہ:۔ جوان عورت کو غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا درست نہیں نہ ایسی جگہ کھڑی ہو جہاں کوئی دوسرا دیکھ سکے، اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کی منہ دکھائی کا جو دستور ہے کہ کنبہ کے سارے مرد منہ دیکھتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۵۷ حصہ ۳ لباس اور پردے کا بیان)

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا فتویٰ

(سوال) ایک شخص نے اپنی عورت کو اپنے بڑے بھائی سے پردہ کرنے کا حکم دیا جس کی وجہ سے والدہ سخت ناراض ہوگئیں اور کہتی ہیں کہ تو اپنے بھائی سے پردہ نہ کرو ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گی اب عرض یہ ہے کہ کیا اس وجہ سے والدہ محترمہ کا ناراض ہو جانا قیامت میں اس کے حق میں مضر ہوگا؟ (ملخص)

(الجواب) حدیث شریف میں شوہر کے بھائی کو عورت کے لئے موت سے تعبیر فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پردہ کرنا لازم ہے، تو اس شخص نے شریعت کے مطابق کام کیا ہے اس پر والدہ کی ناراضگی اس کے حق میں مضر نہیں۔ فقط۔ (مولانا مفتی) محمد کفایت الله کان الله لهٗ (کفایت المفتی ص ۳۹۰ ج ۵ کتاب الحجاب)

(سوال) ایک مکان میں چار بھائی اور ان کے والدین اکٹھے رہتے ہیں۔ مکان تنگ ہونے کی وجہ سے اس میں حصے نہیں ہو سکتے علاوہ ازیں خورد ونوش میں بھی جدائی ناممکن ہے کیونکہ کوئی روزگار، کوئی طالب علم، کوئی بے روزگار، اور بسا اوقات ہر ایک بھائی کو اندر جانے کی ضرورت پڑتی ہے، اب پردہ کس طرح کرنا چاہئے، وجہ وکفین ورجلین کا استثناء جائز ہے یا نہیں؟ جواز کے صورت میں قباحت یہ ہے کہ انسان کا چہرہ دیکھنے سے بدخیالی پیدا ہوتی ہے، اور عدم جواز کی صورت میں گھر کا کاروبار مشکل؟ اس کے علاوہ بیبیاں بسا اوقات دوسرے بھائیوں کی نظر میں پڑ جاتی ہیں۔ (ملخص)

(الجواب) ایسی حالت میں عورتوں کو گھر میں احتیاط سے رہنا اور حتی الامکان کھلے منہ سامنے ہونے سے بچنا لازم ہے، امکانی کوشش کرلیں، اور مجبوری سے احیاناً سامنا ہو جائے تو صفائی قلب کی حالت میں اس کی معافی کی امید ہو سکتی ہے۔ فقط۔ (حضرت مولانا مفتی) محمد کفایت الله کان الله لهٗ دهلی کفایت المفتی ص ۳۹۰، ص

۳۹۱ ج۵۔فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ، اتم واحکم وھو الھادی الی الصراط المستقیم.

نواسہ کی بیوی سے پردہ نہیں اس لئے کہ وہ محرم ہے:

(سوال ۱۲۸) نواسہ کی بیوی سے پردہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نواسہ کی مدخولہ سے پردہ نہیں ہے، وہ محرمات سے ہے اس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، قولہ تعالیٰ وحلائل ابنائکم یعنی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے، اور بیٹے کے عموم میں پوتا، نواسہ داخل ہے لہٰذا ان کی بیبیوں سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) اسلام میں پردہ کی اہمیت (۲) بہنوئی شرعاً محرم نہیں والدین اگر اس سے پردہ نہ کرانے پر مصر ہوں تو وہ گنہگار ہیں۔ (۳) ناشزہ نفقہ کی حق دار نہیں ہے۔:

(سوال ۱۲۹) زید کا عقد نکاح ہندہ سے ہوا، ایک موقع پر زید نے دیکھا کہ ہندہ کا بہنوئی ہندہ سے فحش مذاق کر رہا ہے جو زید کے لئے بالکل ناقابل برداشت تھا، زید نے اشارہ سے ہندہ کو وہاں سے ہٹنے کو کہا اس وقت وہ ہٹ گئی، بعد میں ہندہ کو زید نے ہر طرح سمجھایا مگر وہ ایک ستون کی طرح کھڑی ہنستی رہی، پھر زید نے ہندہ سے پوچھا کہ تجھے میرے ساتھ گھر کرنا ہے یا نہیں؟ اس طرح دو مرتبہ پوچھا مگر ہندہ خاموش رہی، تو زید نے ہندہ سے کہا کہ اب تیسری بار پوچھتا ہوں اگر تو نے جواب دیا تو ٹھیک ہے ورنہ میں سمجھوں گا کہ تجھے گھر نہیں کرنا ہے، تیسری بار جب ہندہ سے پوچھا تو ہندہ بولی کہ گھر کرنا کس کو پسند نہیں، زید نے پھر ہندہ کو خدا کی قسم کھلائی اور قرآن شریف پکڑوایا اور وعدہ لیا کہ اب اپنے بہنوئی سے اس قسم کا مذاق نہیں کرے گی اور تنہائی میں نہیں ملے گی، نہ اس کے گھر جائے گی۔

ان تمام باتوں کو اس نے قبول تو کیا مگر ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا اور بہنوئی کے گھر شوہر کی مرضی کے خلاف پوشیدہ طور پر جاتی رہی، باوجود اس کے زید اس کو سمجھاتا رہا مگر ایک روز وہ خود ہی ماں کے یہاں چلی گی اور پھر نہیں آئی اور اس کی ماں نے زید کو یہ کہلوایا کہ تم کون ہوتے ہو میری بیٹی کو بہنوئی کے گھر جانے سے روکنے والے؟ ہندہ اب مرتے دم تک تمہارے گھر نہیں آئے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟

(۱) ایسے والدین کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کیا حکم ہے جو اولاد کی بے جا طرفداری اور ہمدردی کرتے ہوں؟

(۲) نیز ان حالات میں ہندہ کے نان نفقہ کا ذمہ دار کون ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! (۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے: استوصوا بالنساء خیراً فانما ھن عوان عند کم لیس تملکون منھن شیئاغیر ذلک الا ان یأتین بفاحشة مبینة فان فعلن فاھجر وھن فی المضاجع واضربو ھن ضربا غیر مبرح فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً الا ان لکم علی نساء کم حقا ولنسائکم علیکم حقا فاما حقکم علی نساء کم فلا یؤ طئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی

بیو تکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسو تھن وطعامھن (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۳۹ باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأ ة، ابواب الرضاع)

یعنی: عورتوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آنے کی میری وصیت اور ہدایت قبول کرو وہ تمہاری قیدی ہیں اس سے زیادہ ان پر تمہارا کوئی اختیار نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ وہ کھلی بے حیائی اور بے شرمی کا کام کریں، اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کرے تو سزا اور نصیحت کے طور پر ان سے اپنا بستر الگ کرلو اور تم ان کو ہلکی مار بھی مار سکتے ہو، پھر اگر وہ تمہاری فرمانبردار بن جائیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانے مت تلاش کرو۔ خبردار! جس طرح تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے تو ان کا بھی تمہارے اوپر حق ہے، تمہارا حق بیویوں پر یہ ہے کہ تمہارے فرش کو ایسے شخص سے نہ رندوائیں جس سے تم ناخوش ہوں، اور نہ ایسے شخص کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور خبردار! عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ ان کو اچھا لباس پہناؤ، اور اچھا کھانا کھلاؤ (ترمذی شریف) لہٰذا ہندہ اور اس کے بہنوئی کے درمیان فحش مذاق اور بے تکلفی کے ساتھ بات چیت جو شوہر کے لئے ناقابل برداشت ہے یقیناً فاحشہ مبینہ اور کھلی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، جس میں شوہر کو تنبیہ کرنے اور ہلکی سزا دینے کا از روئے قرآن وحدیث حق حاصل ہے، عورت کو چاہئے کہ ان حرکتوں سے باز آجائے، اس کے ماں باپ اگر اس کی حمایت کرتے ہوں اور بہنوئی سے مذاق اور تنہائی میں ملنے کو پسند کرتے ہوں اور شوہر کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوں تو وہ اپنی لڑکی پر ظلم کرتے ہیں اور سخت گنہگار ہیں۔

بہنوئی شرعاً نامحرم ہے، اس سے پردہ ضروری ہے، آپ لوگوں کی سہولت کے پیش نظر ایک اردو کی مشہور کتاب کا حوالہ دیا جاتا ہے، چنانچہ اصلاح الرسوم میں ہے۔

''جس سے عمر میں کبھی بھی نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے اور جو حکم شریعت میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی ان کا ہے گو کسی قسم کا رشتہ قرابت کا رکھتا ہو، جیسے چچا کا یا پھوپھی کا بیٹا یا ماموں کا یا خالہ کا بیٹا (یعنی چچازاد بھائی پھوپھی زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی یا دیور (شوہر کا بھائی) یا بہنوئی یا نندوئی وغیرہم یہ سب نامحرم ہیں ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتا ہے بلکہ چونکہ ایسے موقعوں پر فتنہ کا واقع ہونا سہل ہے اس لئے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے (اصلاح الرسوم ص ۷۶)

حدیث میں ہے: ایکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارایت الحمو قال الحمو الموت. یعنی آنحضرت ﷺ نے مردوں کو ہدایت فرمائی کہ تم اجنبی اور نامحرم عورتوں کے پاس جانے سے بچو، ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ دیور (شوہر کے بھائی) کے متعلق کیا حکم ہے کہ اس سے بھی بچنا چاہئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے، یعنی اس سے خلا ملا رکھنا بے جا ملنا موت ہے یعنی زیادہ خطرناک ہے۔ (مشکوة شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبة)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ۔ جان لو کہ جس طرح عورتوں کی طرف دیکھنے سے مردوں کو ان کا عشق اور ان کے ساتھ محبت ہوجاتی ہے اسی طرح عورتوں کو بھی مردوں کے دیکھنے سے عشق ومحبت پیدا ہوتی ہے (حجة اللہ البالغہ ج ۲ ص ۳۶۴ من ابواب تدبیر المنزل ذکر العورات)

ادھر جو پردہ نہ ہوسکے گا
ادھر بھی تقویٰ نہ ہوسکے گا

فرمان نبوی ہے: المرأة عورة اذا خرجت استشرفها الشطان یعنی عورت ستر کی چیز یعنی چھپانے کی چیز ہے پس جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان (شیطانی گروہ) اس پر نظر ڈالتا ہے (اور لوگوں کے دلوں میں غلط جذبات ابھارتا ہے (مشکوۃ شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبۃ)

زنا صرف فعل بد کا ہی نام نہیں ہے بلکہ آنکھوں کا بھی زنا ہے، کانوں کا بھی زنا ہے، دل و دماغ کا بھی زنا ہے، اسی طرح حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة. یعنی زنا کے قریب بھی مت جاؤ، یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پیر، دل و دماغ کے زنا سے بھی بچو، حدیث میں ہے: العينان تزنيان وزنا هما النظر والاذنان تزنيان وزنا هما الاستماع واللسان يزني وزناه النطق واليد ان تزنيان وزنا هما البطش. مسلم باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا وغيره ج. ۲ ص ۳۳۶ یعنی آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں اوران کا زنا سننا ہے اور زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بولنا ہے (یعنی کسی عورت و لڑکے سے شہوت کی راہ سے باتیں کرنا) اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا پکڑنا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک نابینا صحابی حضور ﷺ کے مکان پر تشریف لا رہے تھے، آنحضرت ﷺ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ کو پردہ کر لینے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو نابینا ہیں ہم کو نہیں دیکھ سکتے، حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو؟ تم تو ان کو دیکھ سکتی ہو! (مشکوۃ شریف ص ۲۶۹ باب النظر الی المخطوبۃ، فصل نمبر ۲)

حدیث میں ہے: آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی (جو باپ کی لونڈی سے پیدا ہوئے تھے) کے بارے میں شبہ تھا کہ حضرت سودہؓ کے والد کے نطفہ سے ہے یا دوسرے کے نطفہ سے؟ آنحضرت ﷺ نے اسے شرعی قانون کے مطابق حضرت سودہؓ کے والد کا لڑکا قرار دیا لیکن شبہ کی بناء پر حضرت سودہؓ کو اس مشتبہ بھائی سے احتیاطاً پردہ کرنے کا حکم دیا۔ فما راها حتى لقى الله تعالىٰ، متفق عليه. پھر وہ لڑکا تادم حیات اپنی بہن حضرت سودہؓ کو دیکھنے نہیں پایا، (مشکوۃ شریف ص ۲۸۷ باب اللعان)

یہ ہے شرعی قانون! اور یہاں بہنوئی سے ملنے کی اجازت نہ دینے کا رونا رویا جا رہا ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام امت کی مائیں تھیں۔ وازواجه امهاتهم. پھر بھی ان سے پردہ کا حکم تھا۔ قوله تعالىٰ فاسئلوهن من وراء حجاب (ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگو) چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ سے ازواج مطہرات سے بھی بلا حجاب ملنا بات چیت کرنا ممنوع ہوگیا۔ تو بہنوئی اس حکم سے کیسے مستثنیٰ ہوسکتا ہے؟

ایک صحابیؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! نامحرم عورت پر دفعۃً نظر پڑ جائے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا: فوراً نظر پھیرے (دیکھتا نہ رہے) (مشکوۃ شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبۃ)

نیز ارشاد نبوی ہے: اللہ کی لعنت ہے اس پر جو غیر محرم کو دیکھے اور اس عورت پر بھی جو دیکھنے کا موقع دے

(مشکوۃ شریف ص ۲۷۰ باب النظر المحظوبة)

بہنوئی سے پردہ نہ ہونا اور خلوت میں ملنا بہت سی خرابیاں پیدا کرتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرد (نامحرم) عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھے گا تو وہاں تیسرا شیطان ضرورت ہوگا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۹ باب النظر الی المخطوبہ۔

نفس و شیطان سے نہ کسی کو اطمینان ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اس لئے شریعت نے اس معاملہ میں بہت احتیاط برتی ہے، چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے پدر بزرگوار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مکان میں بیٹھی ہوئی تھیں، آنحضرت ﷺ نے ان باپ بیٹی کو تنہا دیکھ کر فرمایا، اے ابوبکر! شیطان دور نہیں ہے، تنہا بیٹی کے ساتھ بھی نہ بیٹھا کرو (معیار السلوک ص ۱۶۴)

جب باپ بیٹی کے لئے جن کی پاک بازی پر قرآن ناطق ہے یہ ہدایت تھی، تو بہنوئی کے لئے کیا حکم ہونا چاہئے؟؟ ذرا غور تو کیجئے!

(جواب ۲) صورت مسئولہ میں عورت ناشزہ ہے جب تک مکان پر نہ آئے وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بالوں کے احکام

علاج کی ضرورت سے عورت سر کے بال منڈالے:

(سوال ۱۳۰) عورت کے سر پر بیماری ہے۔ ڈاکٹر اور طبیب کی رائے ہے کہ بال منڈالے تب علاج مفید ہوگا۔ آیا ایسی کسی صورت میں بال کے حلق کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب بال منڈائے بغیر علاج معالجہ مفید نہیں ہے تو مجبوراً بال منڈانے کی اجازت ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔

المرأة اذا حلقت راسها ان كان لوجع اصابها لا باس به وان كان لتشبه بالرجال يكره .

یعنی عورت بال منڈانے پر مجبور ہو جائے تو اجازت ہے لیکن تشبہ بالرجال یا فیشن کے لئے ہو تو جائز نہیں حرام ہے۔ (ج۴ ص ۳۷۷ كتاب الكراهية الفصل التاسع فى المتفرقات)

عورت کے داڑھی مونچھ نکل آئے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۳۱) عورت کے داڑھی مونچھ کے بال نکلیں تو کیا حکم ہے۔ منڈائے یا نہیں؟

(الجواب) منڈا سکتی ہے۔ بلکہ عورت کو داڑھی کے بال صاف کر دینا مستحب ہے۔(۱) فقط والله اعلم بالصواب.

حلق عانہ وغیرہ کی صفائی کی میعاد:

(سوال ۱۳۲) صفائی کتنے ایام میں کی جائے؟ مسنون اور بہتر کیا ہے؟

(الجواب) افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ بالخصوص جمعہ کو پاکی حاصل کرے۔ یعنی ناخن تراشے لبیں لے اور موئے زیر ناف اور بغل کے بال صاف کر کے غسل کرے۔ موئے زیر ناف اور بغل کی صفائی ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو پندرہ یا بیس دن میں کی جائے۔ انتہائی مدت چالیس ۴۰ دن ہے۔ چالیس دن کے بعد پاکیزگی حاصل نہ کریں تو سخت گنہگار ہوں گے (و) يستحب (حلق عانته وتنظيف بدنه بالا غتسال فى كل اسبوع مرة) والا فضل يوم الجمعة وجاز فى كل خمسة عشرو كره تركه وراء الا ربعين مجتبى (درمختار) (قوله وكره تركه) اى تحريماً لقول المجتبىٰ ولا عذر فيما وراء الاربعين ويستحق الوعيد (شامى ص ۳۵۸ ج۵ كتاب الحظر والاباحة

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر جمعہ کو ناخن اور مونچھیں درست فرماتے اور بیس دن ہونے پر موئے زیر ناف اور چالیس دن پر بغل کے بال پاک صاف کرواتے تھے۔ قوله اكثر من اربعين ليلة والمعنى لا نترک ترکا یتجا وزار بعین لا انه وقت لهم الترک اربعین . وفى شرح السنة عن ابى عبيد الله الا غران رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقص شاربه ويا خذ من اظفاره كل جمعة

(۱) (شامى ولا بأس باخذ الحبين وشعر وجهه ما لم يشبه المخنث تاتار خانيه شامى كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ج۵ ص ۳۵۸)

الخ وقال ابن الملک قد جاء فی بعض الروایات عن ابن عمر رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم كان يأخذ اظفاره ويحفى شاربه كل جمعة ويحلق العانة فى عشرين يوماً وينتف الا بط فى كل اربعين يوماً (التعليق الصبيح ص ۴۰۵ ج۴ باب الترجل) فقط والله اعلم بالصواب .

حالت جنابت میں ریش وغیرہ تراشنے کا حکم:

(سوال ۱۳۳) حالت جنابت میں سر منڈانا۔ داڑھی بنانا۔ اور ناخن تراشنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس حالت میں مذکورہ افعال ممنوع و مکروہ ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے۔ "حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الاظافير." ترجمہ: حالت جنابت میں سر منڈانا اور ناخن تراشنا مکروہ ہے۔ (ص ۳۵۸ ج۵ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع) فقط والله اعلم بالصواب .

بالوں کو دفن کرنے کا حکم:

(سوال ۱۳۴) بالوں کو دفن کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ضروری نہیں بہتر ہے۔ پاک جگہ میں ڈال دینا بھی درست ہے۔ "واذا قص اظفاره او حلق شعره ينبغى ان يدفنه وان القاه فلا بأس به ." (الا ختيار شرح المختار ص ۱۶۷ ج۴ كتاب الكراهية) فقط والله اعلم بالصواب .

داڑھی کتنی رکھنا مسنون ہے:

(سوال ۱۳۵) داڑھی ایک مشت سے زیادہ رکھنا منع ہے یا اجازت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) داڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے۔ ایک مشت سے بہت زیادہ رکھنا خلاف سنت ہے۔ "واعفاء اللحى قال محمد عن ابى حنيفة تركها حتى تكث وتكثر والتقصير فيها سنة وهو ان يقبض رجل لحيته فما زاد على قبضة قطعه لا ن اللحية زينة وكثرتها من كمال الزينة وطولها الفاحش خلاف السنة (الا ختيار شرح المختار ص ۱۶۷ ج۴ ايضاً) ترجمہ: اعفاء اللحی (یعنی داڑھی بڑھانے کے متعلق) امام محمدؒ کی روایت ہے۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا" داڑھی کو چھوڑے رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ گھنی ہو جائے اور بڑھ جائے اور داڑھی میں قصر کرنا سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی میں لے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دے۔ (کترواے) حقیقت یہ ہے کہ داڑھی سنت ہے داڑھی کا بھرپور ہونا کمال زینت اور جمال مومن ہے مگر داڑھی کی غیر معمولی درازی بھی خلاف سنت ہے۔ (الا ختيار شرح المختار ص ۱۶۷ ج۴) فقط والله اعلم بالصواب .

داڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈوانا:

(سوال ۱۳۶) بعض ملازمتوں کے لئے داڑھی منڈانے کی شرط ہوتی ہے جس کی داڑھی ہوتی ہے اس کو ملازمت

نہیں ملتی اگر کوشش کے بعد بھی مل جائے تو تنخواہ نسبتاً کم ہوتی ہے، ایسی صورت میں داڑھی منڈانا یا فرنچ کٹ رکھوانا کیسا ہے؟ مدلل و مفصل جواب کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے سامنے پوری وضاحت آجائے اور لوگ اس شنیع حرکت سے باز آئیں اور داڑھی کی اہمیت ان کے دل میں پیدا ہو۔ بینوا توجروا۔ (از سورت)

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ مردوں کے لئے داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے، داڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متفقہ سنت مستمرہ ہے، اسلامی اور قومی شعار ہے، شرافت و بزرگی کی علامت ہے، چھوٹے اور بڑے میں امتیاز و فرق کرنی والی ہے، اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی عمل ہے اور حضور ﷺ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے، لہٰذا داڑھی رکھنا واجب اور ضرورت ہے منڈانا حرام اور گناہ کبیر ہے اس پر امت کا اجماع ہے، حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الخ یعنی دس چیزیں فطرۃ میں سے ہیں (۱) مونچھوں کا کتروانا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈال کر صفائی کرنا (۵) ناخن تراشنا (۶) بدن کے جوڑوں کو دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیرناف کے بال صاف کرنا (۹) پانی سے استنجاء کرنا۔ راویٔ حدیث کو دسویں چیز یاد نہ رہی، فرماتے ہیں ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو (مسلم شریف ص ۱۲۹ باب خصال الفطرۃ۔ کتاب الطہارۃ)

اس حدیث میں جو کہ نہایت قوی ہے دس چیزوں کو جن میں سے داڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کتروانا بھی ہے۔ فطرۃ بتلایا ہے اور فطرت عرف شرع میں ان امور کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء اور رسل کی معمول بہ اور متفق علیہ سنت ہو اور ہم کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہو۔ صاحب مجمع البحار اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، عشر من "الفطرۃ" ای من السنۃ ای سنن الانبیاء علیہم السلام التی امرنا بالاقتداء بھم فیھا : ای من السنۃ القدیمۃ التی اختارھا الانبیاء علیہم السلام واتفقت علیھا الشرائع فکانھا امر جبلی فطروا علیہ یعنی دس چیزیں فطرۃ یعنی سنت میں سے ہیں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ان سنتوں میں سے جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (اولٰئک الذین ہدی اللہ فبھداھم اقتدہ) یعنی اس سنت قدیم میں سے جس کو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمایا اور اس پر تمام شرائع متفق ہیں گویا کہ وہ امر جبلی ہے جس پر انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا گیا ہے (مجمع البحار ج ۴ ص ۱۵۵ فطر) امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں قالوا ومعناہ انھا من سنن الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم یعنی فطرۃ کے معنی یہ ہیں کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہے (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ داڑھی بڑھانے کا حکم تمام شریعتوں میں تھا اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت رہی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین او فروا اللحی واحفوا الشوارب . وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی . متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰ باب الترجل) یعنی مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں پست کرو (چھوٹی کرو) اور

داڑھی کو معاف رکھو۔ (یعنی اسے نہ کاٹو) اور ایک حدیث میں ہے۔ ارخوا اللحی داڑھی لٹکاؤ۔ ان احادیث میں حضور ﷺ صیغہ امر کے ساتھ داڑھی رکھنے کا حکم فرمارہے ہیں اور امر حقیقت میں وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ نیز داڑھی منڈانے میں کفار، اناث (عورتیں) اور مخنثوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جس کا ناجائز اور حرام ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ منتشبہ بقوم فھو منھم (ابوداؤد شریف) ایک حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں۔ اللہ لعنت کرتے ہیں ان مردوں پر (جو داڑھی منڈا کر یا زنانہ لباس پہن کر) عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو مخنث بنتے ہیں اور اسی طرح ان عورتوں پر (جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں) اور فرمایا انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔ عن ابن عباس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۰)

مالابد منہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بزنان وزن را تشبہ بمردان ومسلم را تشبہ بکفار وفساق حرام است۔ یعنی مرد کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورت کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے (مالابد منہ ص ۱۳۱) لہٰذا کفار و فساق کی مشابہت اختیار کرنے سے بچنا ضروری ہے صلحاء کی مشابہت اختیار کرنا باعث فلاح ہے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

فتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم
ان التشبہ بالکرام فلاح

نیز داڑھی مرد کے لئے وقار اور زینت کی چیز ہے۔ تکملہ بحر الرائق میں ہے لان اللحیۃ فی اوانھا جمال (ج ۸ ص ۲۳۱ کتاب الدیات) آسمان پر ملائکہ کی تسبیح ہے سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب . پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی۔ (تکملہ بحر الرائق ج ۸ ص ۲۳۱ کتاب الدیات (شمس الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ ص ۱۳)

مفسرین نے ولا مرنھم فلیغیرن خلق اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ داڑھی منڈانا بھی تغییر خلق اللہ ہے، یعنی اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا ہے (بیان القرآن ص ۱۵۹ پارہ نمبر ۵ حاشیہ) (ترجمہ شیخ الھند ص ۱۲۷) (تفسیر حقانی ج ۳ ص ۲۲۹ پارہ نمبر ۵ سورۃ نساء) اور بالاتفاق تغییر خلق اللہ حرام ہے۔ شیطان لعین نے یہ کہا تھا کہ میں خدا کے بندوں کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑیں، معلوم ہوا کہ جو لوگ داڑھی منڈا کر اپنی فطری صورت بگاڑتے ہیں وہ شیطان لعین کے حکم کی تعمیل اور اس کی مرضی کا کام کرتے ہیں، اور جو لوگ شیطان مردود کے فرماں بردار ہیں وہ بڑے ہی خسارے میں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا وہ صریح نقصان میں پڑے گا۔

تفسیر روح البیان میں ہے حلق اللحیۃ قبیح بل مثلۃ وحرام وکما ان حلق شعر الرأس فی

حق المرأة مثلة منهی عنه وتفویت للزینة کذلک حلق اللحیة مثلة فی حق الرجال وتشبه بالنساء منهی عنه وتفویت للزینة قال الفقهاء اللحیة فی وقتها جمال وفی حلقها نفویت للزینة علی الکمال ومن تسبیح الملائکة سبحان من زین الرجال باللحی وزین النساء بالذوائب یعنی ۔ داڑھی منڈانا قبیح ہے بلکہ مثلہ اور حرام ہے، جس طرح عورت اگر اپنے سر کے بال منڈاوے تو یہ مثلہ ہے جو ممنوع ہے اور اس سے عورت کی زینت ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح مرد اگر داڑھی منڈادے تو یہ بھی مثلہ ہے اور اس سے مردانہ شان ختم ہو جاتی ہے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ داڑھی اپنے وقت میں جمال ہے اور اس کو منڈادینا زینت کو ختم کرنا ہے اور ملائکہ کی تسبیح ہے، سبحان ...... پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو لٹوں سے اور چوٹیوں سے (روح البیان ص ۲۲۲ تحت الآیة واذا بتلیٰ ابراهیم ربه' بکلمات فاتمهن)

ہدایہ میں ہے لان حلق الشعر فی حقها مثلة کحلق اللحیة فی حق الرجال یعنی عورت کے سر کا بال منڈانا مثلہ ہے جس طرح مرد کا داڑھی منڈانا مثلہ ہے (هدایه ج ۱ ص ۲۳۵ باب الاحرام کتاب الحج) (هکذا فی الجوهرة النیرة ج ۱ ص ۱۶۷ کتاب الحج)

داڑھی منڈانا قوم لوط کی ہلاکت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، درمنثور میں ہے۔ قوم لوط دس برے کاموں کی وجہ سے ہلاک کی گئی ان میں سے ایک داڑھی منڈانا بھی ہے۔ واخرج اسحٰق بن بشیر والخطیب وابن عساکر عن الحسن قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عشر خصال عملتها قوم لوط بها اهلکوا وتزیدها امتی نجلة اتیان الرجل بعضها بعضاً. الی قوله . وقص اللحیة وطول الشارب الخ (درمنثور ج ۴ ص ۳۲۴ سورۃ انبیاء پارہ نمبر ۱۷ تحت الآیة . ولو طاً آتیناه حکما وعلماً ونجیناه من القریة الخ)

جب کسریٰ کے دو قاصد داڑھی منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے حضرت رسول مقبول ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے تو آپ ان کی یہ صورت دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوئے پوچھا کہ ایسی صورت بنانے کا تم کو کس نے حکم دیا ہے؟ کہنے لگے ہمارے رب کسریٰ نے ۔ آپ نے فرمایا لکن امرنی ربی ان احفی بشاربی واعفی لحیتی. یعنی لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے کا حکم دیا ہے (طبقات ابن سعد جلد اول بحوالہ داڑھی کا وجوب، مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ)

بڑی عبرت کا مقام ہے حضور ﷺ نے جب کافر کو ایسی حالت میں دیکھا تو اس ہیئت وصورت کو ناپسند فرماتے ہوئے نفرت کا اظہار کیا اور ہم حضور ﷺ کے نام لیوا ہو کر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی محبت کے دعوی دار بن کر یہ شنیع حرکت کریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اس سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی! اس کا اندازہ خود ناظرین لگالیں۔

ہند میں ایک فارسی شاعر مرزا بیدل تھے، ان کے نعتیہ کلام سے متاثر ہو کر ایران سے ایک صاحب ان کی ملاقات کے اشتیاق میں ہندوستان آئے، شاعر مرزا بیدل سے ملاقات ہوئی تو اتفاق سے وہ داڑھی منڈوانے میں مشغول تھے، ایرانی مسافر نے بڑے تعجب اور دکھ سے کہا! آغا ریش می تراشی؟ (آقا آپ داڑھی منڈاتے ہیں) اس

نے کہا ہے دل کسے نمی تراشم (کہا ہاں! لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں، بڑا گناہ کسی کا دل دکھانا ہے) ایرانی مسافر نے برجستہ کہا، آرے دل رسول خدا می خراشی، تو تو رسول اللہ ﷺ کا دل دکھاتا ہے تب اس کے دل کی آنکھیں کھلیں اور قالاً یا حالاً کہا

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کردی

رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا میرے بعد قریب ہے کہ تیری زندگی دراز ہو، لوگوں کو خبر دینا کہ جو شخص اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا داڑھی چڑھائے یا تانت کا قلادہ ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرے تو محمد (ﷺ) اس سے بری ہیں، مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن رویفع بن ثابت قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا رو یفع لعل الحیوة ستطول بک بعدی فاخبر الناس ان من عقد لحیته او تقلد وتراً او استنجی بر جیع دابة او عظم فان محمداً منه بریٔ. رواه ابوداؤد (مشکوة شریف ص ۴۳ باب آداب الخلاء)

جب داڑھی لٹکانے کے بجائے چڑھانے پر یہ وعید ہے تو منڈانے اور شرعی مقدار (قبضہ) سے کم کرنے پر کیا وعید ہوگی؟ ناظرین اس کا خود اندازہ لگالیں؟ مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اسلامی شعار ہے اور منڈانا حرام ہے۔

احادیث سے حضور ﷺ کی ریش مبارک کا ایک مشت بلکہ اس سے کچھ زائد ہونا ثابت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ریش مبارک میں خلال فرماتے تھے عن انس بن مالک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا توضاً اخذ کفاً من ماء فادخله تحت حنکه فخلل به لحیته و قال هکذا امرنی ربی (ابو داؤد شریف باب تخلیل اللحیة) اور آپ کی داڑھی مبارک اتنی گنجان تھی کہ اس نے سینہ مبارک کو گھیر لیا تھا کان النبی صلی الله علیه وسلم کث اللحیة یملأ صدره (شمائل ترمذی) اور آپ ریش مبارک میں کنگھی بھی فرماتے تھے عن انس بن مالک قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکثر دهن رأسه وتسریح لحیته (شمائل ترمذی ص ۴ باب ماجاء فی ترجل رسول الله صلی الله علیه وسلم) نیز روایتوں میں یہ بھی وارد ہے کہ آنحضور ﷺ اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے قبضہ سے زائد بالوں کو کتر لیتے تھے، ترمذی شریف کی روایت ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یأخذ من لحیة من عرضها وطولها (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۰۰ باب ماجاء فی الاخذ من اللحیة) شرح شرعة الاسلام میں مقدار قبضہ کی صراحت آئی ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده انه صلی الله علیه وسلم کان یأخذ من لحیته طولا وعرضًا علی قدر القبضة (شرح شرعة الاسلام ص ۲۹۸) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ "الطرائف والظرائف" میں تحریر فرماتے ہیں۔ فائدہ: روی الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده انه صلی الله علیه وسلم کان یأخذ من لحیته طولاً وعرضاً وصاحب مفاتیح وغرائب در آخر ایں حدیث لفظ اذا زاد علی

قدر القبضہ نیز نقل کردہ اند یعنی "مفاتیح وغرائب" میں اس حدیث کے آخر میں یہ لفظ بھی ہے کہ حضور ﷺ اپنی داڑھی مبارک سے عرضاً وطولاً کترتے تھے جب کہ قبضہ کی مقدار سے زائد ہوجاتی۔ (الطرائف والظرائف)

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ (جو آپ کے اقوال وافعال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں اور آپ کی ایک ایک سنت پر عمل کرنے والے ہیں) کے عمل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سنتوں کے بڑے شیدائی ہیں امام بخاریؒ نے ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ. ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے جو حصہ زائد ہوتا تھا اس کو کاٹ دیتے تھے (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۷۵ کتاب اللباس) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مقدار قبضہ سے زائد کاٹ دیتے تھے (حاشیہ بخاری شریف ج ۲ ص ۸۷۵ حاشیہ نمبر ۷ باب اعفاء اللحی الخ) ترمذی شریف کے حاشیہ میں ہے وقدروی عن ابی ہریرۃ ایضا انہ کان یقبض علی لحیتہ فیأخذ ما فضل عن القبضۃ اسندہ ابو شیبۃ (ج ۲ ص ۱۰۰ حاشیہ نمبر ۹ حوالہ بالا)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا عرض اور طول میں داڑھی کترنا اسی مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا، اور یہ ثابت ہوا کہ داڑھی کی مقدار مسنونہ ایک مشت ہے لہذا اس سے کم کرنا اور خشخشی داڑھی رکھنا ازروئے شرع جائز نہیں ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں اقوال فقہاء بھی ملاحظہ ہوں۔ امام محمد رحمہ اللہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں والسنۃ فیھا القبضۃ وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ ۔ داڑھی کی مقدار مسنونہ ایک قبضہ ہے اور وہ اس طرح کہ داڑھی مٹھی میں لے لے اور جو زائد ہو اسے کاٹ دے (کتاب الآثار)

درمختار میں ہے ولا بأس بأخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیھا القبضۃ (قولہ والسنۃ فیھا القبضۃ) وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال وبہ نأخذ محیط اھ یعنی داڑھی میں مقدار مسنون ایک مشت ہے۔ لہذا جو حصہ ایک مشت سے زائد ہو اس کو کتر وادے یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (شامی ج ۵ ص ۳۵۹ کتاب الحظر والاباحۃ تحت فصل البیع) دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں واما الاخذ منھا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل ہنود الھند ومجوس الاعاجم. (درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۱۵۵ کتاب الصوم مطلب فی الأخذ من اللحیۃ)

ترجمہ: اور داڑھی میں سے لینا اس حال میں کہ وہ مشت سے کم رہ جائے جیسا کہ بعض مغربی اور مخنث کرتے ہیں، پس اس کو کسی نے مباح نہیں کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہے اور عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے، کذا فی فتح القدیر (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۵۲۴ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ قولہ: لم یبحہ احد نص فی الاجماع (بوادر النوادر ج ۲ ص ۴۴۳) یعنی صاحب درمختار (وفتح القدیر) کا قول لم یبحہ احد داڑھی

منڈانے اور کٹوانے کی حرمت پر اجماع کی صریح دلیل ہے۔

تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے۔ وقال العلائی فی کتاب الصوم قبیل فصل العوارض ان من اللحیۃ وھی دون القبضۃ کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال لم یبحہ احد واخذ کلھا فعل یھود الھند ومجوس الاعاجم فحیث ادمن علیٰ فعل ھذا المحرم یفسق وان لم یکن ممن یستخفرنہ ولا یعدونہ قادحاً للعدالۃ والمروۃ (تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۱ ص ۳۵۱ کتاب الشھادۃ فی شھادۃ محلوق اللحیۃ) خلاصہ یہ ہے کہ ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے کو کسی نے مباح قرار نہیں دیا۔

علامہ محمود خطاب لکھتے ہیں: فلذلک کان حلق اللحیۃ محرما عند ائمۃ المسلمین المجتھدین ابی حنیفۃ ومالک والشافعی وغیرھم (المنہل ج ۱ ص ۱۸۶ بحوالہ داڑھی اور انبیاء کی سنتیں) یعنی اسی وجہ سے تمام ائمہ مجتہدین جیسے امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد وغیرہم رحمہم اللہ کے نزدیک داڑھی منڈانا حرام ہے۔

فیض الباری شرح بخاری میں ہے واما قطع مادون ذلک فحرام اجماعاً بین الائمۃ رحمھم اللہ داڑھی اس طرح کاٹنا کہ قبضہ سے کم رہ جائے باتفاق ائمہ حرام ہے (ج ۴ ص ۳۸۰ باب اعفاء اللحی)

نصاب الاحتساب میں ہے۔ مسئلہ: ھل یجوز حلق اللحیۃ کما یفعلہ الجوالقیون؟

(الجواب) لایجوز ذکرہ فی کراھیۃ التجنیس والمزید وفی جنایات الھدایہ وقال علیہ السلام احفوا الشوارب واعفوا اللحی ای قصوا الشوارب واترکوا اللحی ولا تحلقوھا ولا تقطعوھا ولا تنقصوھا فی القدر المسنون وھی القبضۃ.

ترجمہ:۔ مسئلہ۔ داڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) التجنیس والمزید کی کتاب الکراہیۃ اور ہدایہ کی باب الجنایات میں مذکور ہے کہ (داڑھی منڈانا) جائز نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی مونچھوں کو چھوٹا کرو اور داڑھیوں کو گھنی کرو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اور مقدار مسنون سے کم نہ کرو اور وہ ایک قبضہ ہے (نصاب الاحتساب ص ۱۴-۱۵ قلمی باب نمبر ۶)

مالا بدمنہ میں ہے۔ تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است۔ یعنی داڑھی منڈانا اور ایک قبضہ سے کم رکھنا حرام ہے (مالا بد منہ ص ۱۳۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ "حلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج وہنود است وگذاشتن آن بقدر قبضہ واجب است وآں را سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک در دین است یا بہ جہت آں کہ ثبوت آں بہ سنت است چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند۔ یعنی داڑھی منڈانا حرام ہے اور اہل مغرب اور ہندوؤں کا طریقہ ہے داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے اور اس کو سنت اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں طریقہ مسلوکہ ہے، یا اس لئے سنت کہا جاتا ہے کہ یہ سنت سے ثابت ہے چنانچہ نماز عید کو (اسی معنی کے اعتبار سے) سنت کہا جاتا ہے (حالانکہ وہ واجب ہے) (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲ باب الترجل)

الاختیار شرح المختار میں ہے واعفاء اللحی. قال محمد عن ابی حنیفة ترکھا حتی تکث وتکثر والتقصیر فیھا سنة وھو ان یقبض رجل لحیته فما زاد علی قبضة قطعه لان اللحیة زینة وکثرتھا من کمال الزینة وطولھا الفاحش خلاف السنة . ترجمہ:۔ اعفاء للحیٰ. داڑھی بڑھانا، امام محمد کی روایت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا داڑھی کو چھوڑے رکھنا چاہئے یہاں تک کہ گھنی ہوجائے اور بڑھ جائے اور داڑھی میں قصر سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ داڑھی کو مٹھی سے پکڑے جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دے، داڑھی زینت ہے اور اس کا بھرپور ہونا (گھنی ہونا) کمال زینت ہے اور داڑھی کی غیر معمولی درازی خلاف سنت ہے۔ (الاختیار شرح المختار ج ۴ ص ۱۶۷ کتاب الکراھیة)

امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں وقد اختلفوا فیما طال منھا فقیل ان یقبض الرجل علی لحیته واخذ ما فضل عن القبضه فلا بأس فقد فعله ابن عمرو جماعة من التابعین واستحسنه الشعبی وابن سیرین وکرھه الحسن وقتادہ وقالا ترکھا عافیة احب لقوله صلی الله علیه وسلم اعفوا اللحی (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۴۸) کتاب الکراھیة

ترجمہ:۔ لوگوں نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ اگر داڑھی لمبی ہوجائے تو کیا کرنا چاہئے۔ بعض کا قول ہے کہ مقدار مشت چھوڑ کر باقی کاٹ ڈالے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اور بہت سے تابعین نے ایسا کیا ہے اور امام شعبی اور ابن سیرین نے اس کو اچھا سمجھا ہے، حسن اور قتادہ نے اس کو مکروہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس کو لٹکی رہنے دینا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اعفوا اللحی داڑھی بڑھاؤ۔ (مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ص ۱۵۹، ص ۱۶۰)

ان روایات واقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سنت مؤکدہ ہے اس سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی لمبی رکھنا کہ لوگوں کی نگاہیں اس پر اٹھیں اور مذاق سا بن جائے یہ بھی خلاف سنت ہے، لہٰذا ملازمت اور اچھی تنخواہ کی خاطر داڑھی منڈانا اور فرنچ کٹ بنانے کی شرط قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ حق تعالیٰ رزاق ہے اسی پر اعتماد توکل کرنا چاہئے، اس کے احکام اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گذارنا چاہئے فرمان خداوندی ہے وکاین من دابة لا تحمل رزقھا الله یرزقھا وایاکم (سورہ عنکبوت پ ۲۱) ترجمہ:۔ کئی جاندار ایسے ہیں کہ (آئندہ کے لئے) اپنا رزق نہیں بچاتے خدا پاک ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی رزق دیتا ہے، اور ارشاد ربانی ہے ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی الله فھو حسبه ترجمہ:۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (اس کی نافرمانی اور گناہ کے کام نہیں کرتا) تو حق تعالیٰ اس کے لئے (مشکلات سے) نجات کی راہ نکالتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو کوئی خدا پر بھروسہ رکھتا ہے (اس کی مشکلات حل کرنے کے لئے) خدا کافی ہے (سورۂ طلاق پ ۲۸)

حدیث میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا" بے شک اگر تم خدا پر مکمل طور پر توکل کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق عطا کرے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے

جو صبح (اپنے گھونسلوں سے) بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لو انکم تتوکلون علی الله حق توکله لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۲ باب التوکل والبصر)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

اے خدا! آپ جب کہ ایسے کریم ہیں کہ یہود ونصاریٰ، آتش پرستوں اور بت پرستوں وغیرہ کو اپنے خزانہ غیب سے روزی پہنچاتے ہیں، دشمنوں پر جب ایسی نظر کرم ہے تو اپنے دوستوں کو (جو تیرے عبادت گذار ہیں) کس طرح محروم رکھیں گے؟ (مقدمہ گلستان)

منقول ہے کہ کوے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اس وقت اس کے بدن کے بال وپر سفید ہوتے ہیں، نر ومادہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ نہیں ہے اگر ہمارا ہوتا ہے تو ہم جیسا سیاہ بھی ہوتا اس لئے وہ کھلانے سے گریز کرتے ہیں، بال وپر جب سیاہ ہونے لگتے ہیں تب اسے اپنا بچہ سمجھتے ہیں اور پھر کھلانا پلانا شروع کرتے ہیں جب تک اس کی بال وپر سیاہ نہیں ہوتے اس کس مپرسی کی حالت میں خدا تعالیٰ اسے اس طرح سے روزی پہنچاتے ہیں کہ بچہ جب اپنی چونچ بار بار کھولتا ہے تو اس وقت حشرات الارض اور جراثیم ہوا کے ذریعہ اس کی منہ میں پہنچ کر اس کی خوراک بنتے ہیں (ابن کثیر۔ مظاہر حق) اس طرح اللہ تعالیٰ کوے کے بچے کو روزی پہنچاتے ہیں تو کیا وہ ذات اپنے وفا شعار بندوں کو روزی نہیں پہنچائے گی؟ کیا وہ تمہیں بھوکا مارے گا؟ نہیں ہرگز نہیں!! بقول شاعر

غم روزی مخور برہم مزن اوراق دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را

فکر معاش میں حیران وپریشان ہونے کی ضرورت نہیں خدا تو ایسی قدرت والے ہیں کہ بچہ کے دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے پستان مادر میں دودھ مہیا کر دیتے ہیں اور اس طرح محیر العقول طریقہ پر خوراک کا انتظام فرما دیتے ہیں، بے شک وہ بڑی شان اور قدرت والے ہیں انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون خدا کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو وہ اس کو حکم دیتا ہے "کن" ہوجا۔ تو وہ اسی وقت وجود میں آجاتی ہے (سورہ یٰس پ ۲۳)

خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین فقط والله اعلم بالصواب وعلمه اتم واحکم وھو الهادی الی الصراط المستقیم.

انگریزی بال رکھنا:

(سوال ۱۳۷) انگریزی بال کہ جس میں پیچھے کے حصہ کے بال چھلنٹے جاتے ہیں اور آگے کے بال بہ نسبت پیچھے کے حصہ کے بڑے ہوتے ہیں تو ایسے بال رکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضور اکرم ﷺ زلفی بال رکھتے تھے، موئے مبارک کبھی نصف کان تک کبھی کان کی لو تک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے، اور ایک مرتبہ آپ نے حج کے موقعہ پر اپنا سر مبارک منڈایا بھی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ بعض صحابہ سے بھی سر منڈانا ثابت ہے اس لئے سنت یہ ہے کہ پورے سر پر بال رکھے جائیں یا سب کے سب منڈا دیئے جائے یا مساوی طور پر کٹوا دیئے جائیں، کچھ حصہ منڈانا اور کچھ حصہ میں بال رکھنا، یا چھوٹے بڑے اتار چڑھاؤ بال رکھنا جو آج کل فیشن ہے اور انگریزی بال سے موسوم ہے یہ خلاف سنت ہے، نصاریٰ فساق اور فجار کی ہیئت کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔ جو ممنوع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قزع کو منع فرمایا ہے اور قزع یہ ہے کہ سر کے بعض حصے کے بال مونڈے جائیں اور بعض حصے کے چھوڑ دیئے جائیں عن ابن عمر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القزع والقزع ان یحلق رأس الصبی لیترک بعض شعرہ (ابو داؤد ج۲ ص ۲۲۴ مشکوۃ شریف ص ۳۸ باب الترجل) بخاری میں قزع کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے "آگے سے بال چھوڑ دینا اور سر کا پچھلا حصہ منڈا دینا" ولکن القزع ان یترک بنا صیۃ شعر و لیس فی راسہ غیرہ (بخاری شریف ج۲ ص ۸۷۷ باب القزع)

دوسری ایک حدیث ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے) ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کے سر کے بعض حصے کے بال مونڈے ہوئے اور بعض حصے میں بال چھوڑ دیئے گئے ہیں تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اگر بال مونڈنا ہو تو پورے سر کے بال مونڈ واور اگر بال رکھنا ہو تو پورے سر پر بال رکھو۔ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی صبیاً قد حلق بعض رأسہ وترک بعضہ فنھاھم عن ذلک فقال احلقوہ کلہ او اترکوہ کلہ (ابو داؤد شریف ج۲ ص ۲۲۵) (مشکوۃ شریف ص ۳۸۰ باب الترجل)

شامی میں ہے (قولہ واما حلق رأسہ الخ) وفی الروضۃ للزندوسی ان السنۃ فی شعر الراس اما الفرق او الحلق وذکر الطحاوی ان الحلق سنۃ ونسب ذلک الی العلماء الثلثۃ. الی قولہ. ویکرہ القزع وھو ان یحلق البعض ویترک البعض قطعاً مقدار ثلثۃ اصابع الخ یعنی علامہ زندوی کی روضہ میں ہے۔ سر کے بال رکھنے کے سلسلہ میں سنت طریقہ یا تو فرق (سر پر بال رکھنا) ہے یا حلق (سر منڈانا) ہے علامہ طحاویؒ نے فرمایا ہے کہ حلق سنت ہے اور علماء ثلثہ امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔ الی قولہ۔ اور قزع مکروہ ہے اور قزع یہ ہے کہ سر کے بعض حصے کے بال مونڈے جائیں اور بعض کے چھوڑ دیئے جائیں (شامی ج۵ ص ۳۵۹ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع)

عالمگیری میں ہے یستحب حلق الرأس فی کل جمعۃ کذا فی الغرائب. الی قولہ. ویکرہ القزع وھو ان یحلق البعض ویترک البعض مقدار ثلثہ اصابع کذا فی الغرائب. یعنی غرایب میں ہے کہ ہر جمعہ سر منڈانا مستحب ہے۔ الی قولہ۔ اور قزع مکروہ ہے اور قزع یہ ہے کہ سر کے بعض حصہ کے بال مونڈے اور بعض حصہ میں تین انگلیوں کے بقدر چھوڑ دے (فتاویٰ عالمگیری ج۶ ص ۲۳۸ الباب التاسع عشر فی الختان الخ کتاب الکراھیۃ)

بہشتی گوہر میں ہے۔ مسئلہ:۔ پورے سر پر بال رکھنا نرمہ گوش تک یا کسی قدر اس سے نیچے سنت ہے اور اگر سر منڈائے تو پورا منڈا دینا سنت ہے اور کتروانا درست ہے مگر سب کتروانا اور آگے کی جانب کسی قدر بڑے رکھنا جو کہ آج کل کا فیشن ہے جائز نہیں اور اسی طرح کچھ حصہ منڈوانا کچھ رہنے دینا درست نہیں (بہشتی گوہر ص ۱۳۴)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ

(سوال) کیا انگریزی بال رکھنا جائز نہیں ہے؟

(الجواب) انگریزی بال رکھنا مکروہ ہے (کفایت المفتی ج۹ ص ۱۷۰)

لہٰذا انگریزی اور فیشن ایبل بال رکھنا مکروہ ہے اس میں غیر قوموں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے اور حدیث میں غیروں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے مشہور حدیث ہے من تشبہ بقوم فھو منھم. جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا (مشکوۃ شریف ص ۳۷۵ کتاب اللباس)

مالا بد منہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بہ زنان وزن را تشبہ بہ مرداں، و مسلم را تشبہ بہ کفار و فساق حرام است۔ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور اسی طرح مسلمان کو کفار اور فساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے (مالا بد منہ ص ۱۳۱)

احادیث میں ایسی مشابہت پر سخت وعید آئی ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم. یعنی حضور ﷺ نے ان مردوں پر جو مخنث بنتے ہیں لعنت فرمائی ہے اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور فرمایا ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ وعنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال. حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں (بخاری شریف ج۲ ص ۸۷۴) (مشکوۃ شریف ص ۳۸۰ باب الترجل)

لہٰذا کفار و فساق و فجار کی مشابہت سے احتراز کیا جائے اور ایسی وضع اختیار کرنے سے اپنے آپ کو بچایا جائے، علماء صلحاء کی مشابہت اختیار کی جائے، عربی شاعر کہتا ہے۔

فتشبهوا ان لم تكونوا مثلهم
فان التشبه بالكرام فلاح

صلحاء کی مشابہت اختیار کرو اگرچہ تم ان جیسے نہیں ہو کہ نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے میں فلاح ہے۔
فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کرکے اپنی چوٹی میں ملاسکتی ہے یا نہیں.

(سوال ۱۳۸) عورت اگر اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کرکے اپنی چوٹی میں ملائے تو کیا حکم ہے؟ اگر کالے تاگے کی ربن جو بالوں کے مشابہ ہوتی ہے، ملائے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت اپنے گرے ہوئے بال بالوں میں نہ ملائے، ممنوع ہے تاگا ملاسکتی ہے۔ وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها الخ (درمختار) (قوله سواء كان شعرها او شعر غيرها) لما فيه من التزوير كما يظهر مما يأتي وفي شعر غيرها انتفاع بجزء الآدمي ايضاً لكن في التاتارخانية واذا وصلت المرأة شعرها بشعرها فهو مكروه وانما الرخصة في غير شعر بني آدم تتخذه المرأة لتزيد في قرونها وهو مروي عن ابي يوسفؒ وفي الخانية ولا بأس للمرأة ان تجعل في قرونها وذوائبها شيئا من الوبر (شامی ج۵ ص ۳۲۸ كتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیرہ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

چہرہ بنوانا جائز ہے یا نہیں :

(سوال ۱۳۹) داڑھی ترشوا کر چہرہ بنوانا درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس طرح چہرہ بنوانا کہ ہر طرف سے ایک مشت داڑھی باقی رہے درست ہے اگر ایک مشت سے کم رہے تو اس کی اجازت نہیں ولا بأس باخذ اطراف اللحية والسنة فيها القبضة (قوله والسنة فيها القبضة) وهو ان يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكره محمد في كتاب الآثار عن الامام قال وبه ناخذ محيط (درمختار والشامی ج۵ ص ۳۵۹ فصل فی البیع) دونوں رخسار پر جبڑے کی حد سے آگے بال نکل آئے ہوں اور چہرہ بھدہ معلوم ہوتا ہو تو ان بالوں کو بھی صاف کراسکتے ہیں۔ عدم الآثام میں ہے: داڑھی کے جو بال رخسار کی طرف بڑھ جاتے ہیں ان کو برابر کردینے میں یعنی خط بنوانے میں کوئی حرج نہیں ہے (عالمگیری) (عدم الآثام. مرتب مولوی محمد یار حسین حنفی گوپاموی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی کے اس حصہ میں جہاں بال نہیں ہیں بال آنے کی نیت سے استرا پھیرنا:

(سوال ۱۴۰) میری داڑھی نکلی ہے مگر درمیان میں بعض جگہ بالکل بال نہیں ہیں اس لئے بدنما اور برا معلوم ہوتا ہے، بعض لوگوں کا تجربہ ہے کہ اگر خالی جگہ پر استرا پھیرا جائے تو بال نکل آتے ہیں اس نیت سے موضع ریش پر استرا پھیرنا جائز ہے یا نہیں! بینوا توجروا۔

(الجواب) موضع ریش کا بعض حصہ بالوں سے خالی ہو تو بال نکل آئیں اور ریش بھر جائے اس غرض سے خالی جگہ پر بطور علاج استرا پھیرانے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر موضع ریش پر چھوٹے اور متفرق بال ہوں تو بڑھانے اور ملانے کی غرض سے ان بالوں کو مونڈنا درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سیاہ خضاب لگانا:

(سوال ۱۴۱) سر کے بال جوانی میں سفید ہوجائیں تو سیاہ خضاب لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سیاہ خضاب لگانا سخت گناہ ہے احادیث میں اس پر وعید آئی ہے ایک حدیث میں ہے عن ابن عباس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يكون قوم في آخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحو اصل الحمام لا يجدون رائحة الجنة. حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کا سینہ ان لوگوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی (ابوداؤد شریف ج۲ ص ۲۲۶ باب ماجاء فی خضاب السواد) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۲) دوسری حدیث ہے عن جابر رضي الله عنه قال اتى النبي صلى الله عليه وسلم بابي قحافة يوم الفتح وراسه ولحيته كالثغامة بياضاً فقال النبي صلى الله عليه وسلم غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا گیا ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ کے مانند بالکل سفید تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سفیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ خضاب سے احتراز کرو (ابوداؤد شریف ج۲ ص ۲۲۶ باب فی الخضاب) (مشکوۃ شریف ص ۳۸۲) اس حدیث میں سیاہ خضاب سے بچنے کا صراحۃً امر فرمایا لہٰذا اس سے بالکل احتراز کیا جائے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ سیاہ خضاب کے علاوہ دوسرے رنگ کا خضاب مثلاً سرخ خالص حنا، یعنی مہندی کا یا کچھ سیاہی مائل جس میں کتم (ایک قسم کی گھاس ہے جو خضاب کے کام میں آتی ہے) شامل کیا جاتا ہے، جائز ہے، حدیث میں ہے ان احسن ما غير به الشيب الحناء والكتم بہترین خضاب حنا اور کتم ہے۔ (ابوداؤد شریف ج۲ ص ۲۲۶ باب فی الخضاب) (مشکوۃ شریف ص ۳۸۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں منقول ہے کہ حناء اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔ وفي الصحيحين عن انس رضي الله عنه ان ابا بكر رضي الله عنه اختضب بالحناء والكتم (بحوالہ زاد المعاد ج۲ ص ۱۶۹)

فتاوی عالمگیری میں ہے وعن الامام ان الخضاب حسن لكن بالحناء والكتم والوسمة واراد اللحية وشعر الرأس. یعنی، داڑھی اور سر کے بال میں خضاب کرنا اچھا ہے، لیکن مہندی، کتم اور وسمہ سے خضاب کیا جائے (فتاویٰ عالمگیری ج۶ ص ۲۳۸ کتاب الكراهية الباب العشرون في الزينة الخ) فقط والله اعلم بالصواب.

رمضان وغیر رمضان میں داڑھی منڈانا:

(سوال ۱۴۲) ایک شخص صرف ماہ رمضان میں داڑھی رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ رمضان میں اس لئے نہیں منڈاتا کہ رمضان میں اس گناہ سے بچوں، اور رمضان ختم ہوتے ہی داڑھی منڈا دیتا ہے، اس کا یہ فعل کیسا ہے؟ مذموم ہے یا نہیں؟ اپنے ہاتھ سے مونڈے اس کا گناہ زیادہ ہے یا حجام (نائی) کے پاس منڈانے کا، بینوا توجروا۔

(الجواب) داڑھی منڈانا ایک فعل حرام ہے جس سے یہ شخص ماہ رمضان میں بچا رہا اب اگر بعد رمضان یہ شنیع حرکت کرے گا تو ایک فعل حرام کا بعد از رمضان مرتکب ہونا شمار ہوگا، اور گنہگار ہوگا، خود مونڈے تو فعل حرام کا مرتکب ہوگا، اسی طرح حجام (نائی) سے منڈوائے تب بھی فعل حرام کا مرتکب ہوگا اور مونڈنے والا بھی گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

ناخن، مونچھ، زیر ناف اور بغل کے بال وغیرہ کی صفائی کی کیا مدت ہے:

(سوال ۱۴۳) پاکیزگی کتنے دن میں لیوے؟ مسنون و بہتر کیا ہے؟

(الجواب) افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ بالخصوص جمعہ کے دن صفائی حاصل کرے، یعنی ناخن مونچھ درست کرے اور زیر ناف اور بغل کے بال کی صفائی کے بعد غسل کرے۔ زیر ناف اور بغل کے بال کی پاکیزگی ہر ہفتہ نہ کر سکے تو پندرہویں دن میں کرے انتہائی مدت چالیس دن ہے۔ چالیس روز گزر جائیں اور صفائی حاصل نہ کرے تو گنہگار ہوگا۔ "شامی" میں ہے (و) یستحب (حلق عانة وتنظيف بدنه بالاغتسال فى كل اسبوع مرة) والا فضل يوم الجمعة جاز فى كل خمسة عشر وكره تركه وراء الاربعين (قوله وكره تركه) اى تحريماً لقوم المجتبى ولا عذر فيما وراء الاربعين ويستحق الوعيد (در مختار مع الشامى ج ۵ ص ۳۵۸ كتاب الحضر والاباحة فصل فى البيع) عن ابن عمر ان النبى صلى الله عليه وسلم كان ياخذ اظفاره ويحفى شاربه كل جمعة ويحلق عانته فى عشرين يوما وينتف الابط فى اربعين يوماً. یعنی۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر جمعہ کو ناخن اور مونچھ درست فرماتے ہیں اور بیسویں روز زیر ناف اور چالیسویں روز بغل کے بال صاف کرتے تھے (التعليق الصبيح ج ۴ ص ۴۰۵ باب الترجل) فقط.

داڑھی مونڈنا اور خلاف شریعت بال کاٹنا اور ایسے شخص کا ہدیہ یا دعوت قبول کرنا:

(سوال ۱۴۴) نائی (حجام) جو شریعت کے خلاف انگریزی بال کاٹتے ہیں یا داڑھی مونڈتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے شخص کی دعوت یا ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضور اکرم ﷺ زلفی بال رکھتے تھے، موئے مبارک کبھی نصف کان تک کبھی کان کی لو تک ہوتے اور گاہے جب بڑھ جاتے (جہاد وغیرہ کسی ضروری امر میں مشغولیت کی وجہ سے) تو شانہ مبارک سے چھو جاتے، اور ایک مرتبہ آپ نے حج کے موقعہ پر اپنا سر مبارک منڈایا بھی ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر بعض صحابہؓ سے بھی سر منڈانا ثابت ہے اس لئے بال کے متعلق سنت یہ ہے کہ پورے سر پر بال رکھے جائیں یا سب کے سب منڈا دیئے جائیں یا مساوی طور پر کٹوا دیئے جائیں، کچھ حصہ منڈانا اور کچھ حصہ میں بال رکھنا یا چھوٹے بڑے اتار چڑھاؤ بال کٹوانا جو آج

کل فیشن ہے اور انگریزی بال سے موسوم ہے، یہ خلاف سنت ہے، اس سے نصاریٰ، فساق اور فجار کی ہیئت کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جو ممنوع ہے۔ (مزید تفصیل اور حوالوں کے لئے فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۶۳ ص ۲۶۴ جلد ششم ملاحظہ فرمائیں) (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، انگریزی بال رکھنا، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب)

جب اس قسم کے بال رکھنا ممنوع ہے تو ولا تعاونوا على الاثم والعدوان کے پیش نظر ایسے بال کاٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کی شرعی مقدار ایک مشت ہے اس سے کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اسی طرح منڈا دینا بھی بالکل حرام اور گناہ کبیرہ ہے، تفصیل اور حوالہ جات کے لئے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رحیمیہ از ص ۲۳۶ تا ص ۲۵۰ ج ۶ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، داڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈوانا، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب) جب داڑھی منڈانا حرام ہے تو دوسرے کی داڑھی مونڈنے کی حرمت بھی ظاہر ہے۔

اگر یہ یقین ہو کہ ہدیہ یا دعوت اسی مشتبہ کمائی سے ہے تو ہدیہ یا دعوت قبول نہ کی جائے، ورنہ اگر اکثر کمائی ایسی ہی مشتبہ ہے تب بھی ہدیہ یا دعوت قبول کرنے سے احتراز کیا جائے اور اگر دوسری حلال اور غیر مشتبہ آمدنی زیادہ ہو تو ہدیہ و دعوت قبول کرنے کی گنجائش ہے، یا اکثر آمدنی حرام اور مشتبہ ہے مگر وہ شخص صراحت کردے کہ یہ بالکل حلال آمدنی کا مال ہے تو اس صورت میں بھی ہدیہ اور دعوت قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اهدى الى رجل شيئاً او اضافه ان كان غالب ما ل من الحلال فلا بأس الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغى ان لا يقبل الهدية ولا يأ كل الطعام الا ان يخبره بانه حلال ورثته او استقرضة من رجل كذافى الينا بيع (فتاوىٰ عالمگيرى ص ۲۲۸ ج ۶ كتاب الكراهية باب ۱۲ فى الهدايا) (امداد الفتاوىٰ ص ۳۱۱، ج ۳ كتاب الاجاره مطبوعه كراچى) فقط والله اعلم بالصواب.

عورت کا بال کاٹنا:

(سوال ۱۴۵) اگر کسی عورت کے چوٹی کے بال بڑے چھوٹے ہوں تو ان کو برابر کرنے کے لئے بال کاٹنا کیسا ہے؟ بعض عورتیں اپنی لڑکیوں کے بال بطور فیشن کاٹتی رہتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بال قدرۃً چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اس میں کوئی برائی کی بات نہیں ہے کاٹنے سے چوٹی چھوٹی ہوگی لہذا بال نہ کاٹے جائیں، چھوٹی بچیوں کے بال بھی بطور فیشن کاٹنا ممنوع ہے۔ (حوالہ آنے والے جوابات میں ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کے زیادہ لمبے بال کاٹ کر کم کرنا:

(سوال ۱۴۶) میری بارہ سالہ بچی کے بال بہت لمبے اور گھنے ہیں جو سرین تک پہنچتے ہیں، بالوں کو دھونا اور صاف رکھنا اس کے لئے مشکل ہے، جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں بالوں کی لمبائی قدرے کم کردی جائے تو لڑکی بآسانی اپنے بالوں کو سنبھال سکے گی، تو قدرے بال کٹوا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گھنے اور لمبے بال عورتوں اور بچیوں کے لئے باعث زینت ہیں آسمانوں پر فرشتوں کی تسبیح ہے سبحان

من زين الرجال باللحى و وزين النساء بالذوائب . پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو لٹوں اور چوٹیوں سے (روح البیان ص ۲۲۲ ج ۱ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۶/ ۲۴۰ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، ''داڑھی کا وجوب اور ملازمت کی وجہ سے اس کا منڈوانا'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ کیا جائے [۱۱۵] مرتب)

لہٰذا بالوں کو چھوٹا نہ کیا جائے البتہ اتنے بڑے ہوں کہ سرین سے بھی نیچے ہو جائیں اور عیب دار معلوم ہونے لگیں تو سرین سے نیچے والے حصہ کے بالوں کو کاٹا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عورت کا فیشن کے طور پر شوہر کے حکم سے یا خود بال کٹوانا:

(سوال ۱۴۷) عورت کو اگر شوہر فیشن کے طرز پر بال کاٹنے کے لئے کہے یا عورت خود بطرز فیشن بال کاٹے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر شوہر عورت کو فیشن کے طرز پر بال کاٹنے کے لئے کہے یا عورت از خود فیشن کے انداز پر بال کاٹے تو یہ سخت گناہ کا کام ہے، اور حرام ہے اور گناہ کے کام میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں۔ حدیث میں ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تحلق المراۃ رأسها رواه النسائی (مشکوۃ شریف ص ۳۸۴ باب الترجل)

درمختار میں ہے. قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق (درمختار مع رد المختار ص ۳۵۹ ج ۵ کتاب الحضر و الاباحة ، فصل فی البیع)

عالمگیری میں ہے: ولو حلقت المراۃ رأسها فان فعلت لوجع اصابها لاباس به وان فعلت ذلک تشبهاً بالرجل فهو مکروه کذا فی الکبری (عالمگیری ص ۲۳۸ ج ۶، کتاب الکراهیة باب نمبر ۱۹)

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ: عورت کو سر منڈانا بال کتروانا حرام ہے، حدیث میں لعنت آئی ہے (بہشتی زیور ص ۱۳۲ حصہ نمبر ۱۱، تتمہ حصہ پنجم بہشتی زیور، بال کے متعلق احکام) (امداد الفتاویٰ ص ۲۱۶، ص ۲۱۷، ص ۲۱۸ جلد چہارم۔ بالوں کے حلق وقصر اور خضاب وغیرہ کے احکام) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بال بڑھانے کے لئے عورت کا بالوں کے سروں کو کاٹنا:

(سوال ۱۴۸) عورت اپنے بال بڑھانے کی نیت سے بالوں کے کنارے میں تھوڑے سے بال کاٹے تو کیسا ہے؟ بعض عورتوں نے بتایا کہ گا ہے بال کے کناروں پر بال پھٹ کر اس میں سے دو بال ہو جاتے ہیں پھر بالوں کا بڑھنا بند ہو جاتا ہے، اگر سرے سے کاٹ دیئے جائیں تو بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں کاٹنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر معتد بہ مقدار تک بال بڑھ چکے ہیں تو مزید بڑھانے کے لئے بال کاٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب السلام والمصافحہ

مصافحہ کے وقت ہاتھ چومنا:

(سوال ۱۴۹) بعض لوگ مصافحہ کر کے اپنے ہاتھ کی تقبیل کرتے ہیں، یہ جائز ہے۔؟

(الجواب) وکذا ما یفعله الجهال من تقبیل ید نفسه اذا لقی غیره فهو مکروه فلا رخصة فیه (درمختار قوله فهو مکروه) ای تحریما ویدل علیه قوله بعد فلا رخصة فیه.

یعنی اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جہالت کا نتیجہ ہے اور مکروہ ہے (شامی ج ۵ ص ۳۳۷ کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء وغیره)

مصافحہ کا مسنون طریقہ کیا ہے؟:

(سوال ۱۵۰) زید کہتا ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا بدعت ہے، کیا یہ درست ہے؟

(الجواب) حدیث شریف میں ہے کہ صحابی فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ آنحضرت ﷺ کے دونوں ہاتھ مبارک میں تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا مسنون ہے۔ بدعت نہیں۔ جو بات حدیث سے ثابت ہو اس کو بدعت کہنا غلط ہے۔[۱] فقط واللہ اعلم.

سلام کرتے وقت کب اور کس طرح ہاتھ اٹھائے؟:

(سوال ۱۵۱) ایک دوسرے کو سلام کرتے وقت ''السلام علیکم'' کے لفظ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نہیں! ہاتھ نہ اٹھائے۔ اگر سامع دور ہو یا اونچا سنتا ہو تو اس کو سلام کی آواز پہنچائے اور سننے میں شک ہو تو سلام کے لفظ کے ساتھ ہی ہاتھ سے اشارہ کرے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا۔

سوال، مسجد میں آتے جاتے سلام کرنا کیسا ہے آدمی نماز پڑھتے ہوں تو کیا حکم ہے۔ بعض بیٹھے ہوں اس وقت سلام کرے یا نہیں؟

الجواب، مسجد میں لوگ نماز اور اوراد وغیرہ میں مشغول نہ ہوں تو سلام کرے اور اگر مشغول ہوں یا مسجد میں کوئی نہ ہو تو داخل ہوتے وقت یہ کہے السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین (فتاویٰ عالمگیری ج ۵)[۲] اگر بعض نماز پڑھ رہے ہوں اور بعض فارغ ہو کر بیٹھے ہوں تو اگر فارغین اتنے دور ہوں کہ ان کو سلام کرنے سے یا ان کے سلام کے جواب سے ان مشغولین کو حرج نہ ہوتا ہو تو سلام کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صبح کے وقت صبحک اللہ بالخیر اور شام کے وقت مساک اللہ بالخیر کہے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۵۲) بعض جگہ رواج ہے کہ صبح کی ملاقات میں صبحک اللہ بالخیر کہا جاتا ہے اور شام کی ملاقات

---

(۱) والسنة فی المصافحة بکلتا یدیه وتمامه فیما علقنه علی الملتقی قال فی الشامیة تحت قوله وتمامه الخ والسنة ان تکون بکلتا یدیه وبغیر حائل من ثوب او غیره وعند اللقاء بعد السلام وان یأخذ الابهام فان فیه عرقا ینبت المحبة کذا جاء فی الحدیث ، درمختار مع الشامی باب الاستبراء وغیره ج ۵ ص ۳۷۶

(۲) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاری فان تسلیم الیهود بالاصابع وتسلیم النصاری الاشارة بالاکف مشکوة باب السلام ص ۳۹۹ قالوا ان الاکتفاء بالاشارة الیه فی السلام من صنیع الیهود والنصاری نعم ان کان الرجل بعیدا تجوز الاشارة ولا بد من التکلم باللسان ایضا، عرف الشذی ابواب الاستیذان باب کراهیة اشارة الید فی السلام ج ۲ ص ۹۹)

میں مساک اللہ بالخیر کہا جاتا ہے تو شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) سلام کے بعد کہا جاوے تو جائز ہے۔ اور اگر بجائے سلام کے کہا جاوے تو جائز نہیں بدعت ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عید کے بعد مصافحہ اور معانقہ کرنا کیسا ہے :

(سوال ۱۵۳) عید کے خطبہ اور دعاء کے بعد مصافحہ کرتے ہیں باہمی ٹکراؤ ہوتا ہے۔ بعض معانقہ کرتے ہیں۔ اس کو بے اصل اور غیر ضروری سمجھنے والے کو لعن طعن و تشنیع کرتے ہیں اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو نماز عید کے بعد مصافحہ اور معانقہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ کرتے تھے۔ بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مصافحہ اور معانقہ اپنے طریقہ پر مسنون ہے۔ سلام، مصافحہ اور معانقہ داخل عبادت ہیں۔ عبادت کو صاحب شریعت کے حکم کے مطابق ادا کی جائے تب ہی عبادت میں شمار ہوگی اور ثواب کے حق دار ہوں گے ورنہ بدعت ہوجائے گی اور بجائے ثواب کے عذاب ہوگا۔ مجمع البحرین کی مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے عید کے دن نماز سے پہلے عیدگاہ میں نفل پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علیؓ نے اس کو منع کیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں خوب جانتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں بھی خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں لاتا۔ تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو نہ کیا ہو یا اس کے کرنے کی ترغیب نہ دی ہو۔ پس یہ تیری نماز عبث ہے۔ اور فعل عبث حرام ہے۔ پس اندیشہ ہے کہ خدا پاک تجھ کو اس پر عذاب دے اس لئے کہ تو نے اس کے پیغمبر (ﷺ) کے خلاف کیا۔

وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلاً یوم العید فی الجبانة اراد ان یصلی قبل صلوٰة العید فنهاه علی رضی الله عنه فقال الرجل یا امیر المومنین انی اعلم ان الله تعالیٰ لا یعذب علی الصلوة فقال علی رضی الله عنه وانی اعلم ان الله تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم او یحث علیه فیکون صلاتک عبثا والعبث حرام فلعله تعالیٰ یعذبک به بمخالفتک نبیه صلی الله علیه وسلم م ۱۸ ص ۱۲۹۔

دیکھئے! اذان عبادت ہے دین کا شعار اور اسلامی علامت ہے۔ جمعہ کے لئے دو اذان اور ایک اقامت التزاماً ہوتی ہے۔ مگر نماز عید کے لئے نہ اذان ہے اور نہ اقامت کہ یہ ثابت نہیں۔ اگر عیدگاہ میں اذان یا تکبیر پڑھی جائے تو ہر شخص جانتا ہے وہ بدعت ہوگی۔ اسی طرح مصافحہ اور معانقہ کا حکم ہے عید وغیرہ نمازوں کے بعد اس کا التزام بدعت ہے۔ "مجالس الابرار" میں ہے۔ واما فی غیر حالة الملاقاة مثل کونه عقیب صلوة الجمعة والعیدین کما هو العادة فی زماننا فالحدیث ساکت عنه فیبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعه ان مالا دلیل علیه فهو مردود. ترجمہ۔ لیکن ملاقات کے علاوہ کسی اور وقت جیسے جمعہ یا عیدین کے بعد جیسا کہ اس زمانہ میں لوگوں کی عادت ہوگئی ہے۔ تو حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ایک بے دلیل فعل ہے اور یہ اپنے مقام پر ثابت اور محقق ہے کہ جس فعل کی دلیل نہ ہو وہ مردود ہے۔ قابل عمل نہیں۔ (م ۵۰ ص ۲۹۸)

"شامی" میں منقول ہے (کسی بھی) نماز کے بعد مصافحہ کا رواج مکروہ ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نماز کے بعد مصافحہ نہ کرتے تھے اور کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں۔ کہ لوگ پنجگانہ نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں وہ بدعت مکروہہ ہے شریعت محمدیہ (ﷺ) میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ ابن الحاج مکی کتاب "المدخل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں نے نماز فجر اور جمعہ اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کا جو نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ بلکہ بعض نے پنجگانہ نمازوں کے بعد مصافحہ کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اس سے اس کو منع کرے کہ یہ بدعت ہے۔ شریعت میں مصافحہ کسی مسلم سے ملاقات کرتے وقت ہے نہ نمازوں کے بعد۔ لہٰذا شریعت نے جو محل مقرر کیا ہے۔ اسی جگہ اس کو بجالائے اور سنت کے خلاف کرنے والے کو روکے۔ ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیة انها بدعة مکروهة وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعها الشرع یضعها . فینهی عن ذالک ویزجرفاعله الما اتی به من خلاف السنة اه (شامی ص ۳۳۶ ج ۵ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع)

واما فی غیر حال الملاقاة مثل کونها عقیب صلوة الجمعة والعیدین کما هو العادة فی زماننا فالحدیث ساکت عنه فیبقی بلا دلیل وقد تقرر فی موضعه ان مالا دلیل علیه فهو مردود لا یجوز التقلید فیه بل یرده. (مجالس الابرار م ۵۰ ص ۲۹۸)

شارح مشکوٰۃ محدث ملا علی قاری مکی حنفی تحریر فرماتے ہیں۔ بے شک شرعی مصافحہ کا وقت شروع ملاقات کا وقت ہے۔ لوگ بلا مصافحہ ملتے ہیں، علمی باتیں کرتے ہیں۔ پھر جب نماز پڑھتے ہیں۔ اس وقت مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ کہاں کی سنت ہے؟ اس لئے بعض فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ یہ طریقہ مکروہ اور بدعت سیئہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۵۷۵ ج ۴ باب المصافحة)

ان تصریحات کی بناء پر ضروری ہے کہ رسمی مصافحہ سے اجتناب کرے مگر ایسا طریقہ اختیار نہ کرے۔ جس سے لوگوں میں غصہ، اور نفرت پھیلے۔ ایسے موقعہ پر ملا علی قاریؒ کی ہدایت کا خیال رکھا جائے۔ آپ فرماتے ہیں۔ جب کوئی مسلمان بے موقع مصافحہ کے لئے ہاتھ دراز کرے تو ہاتھ کھینچ کر اس کا دل نہ دکھائے اور بدگمانی کا سبب نہ بنے اور آہستگی سے سمجھائے اور مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب . (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۵۷۵ ج ۴)

تالی سلام کا جواب دے :

(سوال ۱۵۴) قرآن شریف تلاوت کرنے والے کو سلام کیا گیا تو، جواب دے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) تلاوت کرنے والے کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔ "مر علی من یقرء القرآن او یؤذن او یقیم او یخطب فی الجمعة او العیدین (او النکاح) او علی جماعة یشتغلون بالصلوة لا یسلم الا اذا کان فیهم من لا یصلی وکذا فی الدرس الخ ." لیکن اگر کسی نے سلام کیا تو مختار یہ ہے کہ جواب دیا جائے۔ "وان

سلم فی حال التلاوۃ فالمختار انہ یجب الرد بخلاف حال الخطبۃ والا ذان وتکرار الفقہ.“ (فتاوی بزازیہ جلد نمبر ۳ مع ھندیہ ص ۳۵۵ کتاب الکراھیۃ نوع فی السلام) فقط واللہ اعلم بالصواب

مصافحہ کب مسنون ہے اور کب بدعت:

(سوال ۱۵۵) مصافحہ کس صورت میں مسنون ہے اور کس صورت میں بدعت ہے بالتفصیل تحریر فرمائیں؟

(الجواب) مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ما من مسلمین یلتقیان فیتصا فحان الا غفرلھما قبل ان یتفرقا. جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہوجاتی ہے۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۷ ابواب الا ستیذان باب ماجآء فی المصافحہ)

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ۔ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملہ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:۔

فان محل المصافحۃ المشروعۃ اول الملاقات وقد یکون جماعۃ یتلا قون من غیر مصافحۃ ویتصاحبون بالکلام ومذا کر ۃ العلم وغیرہ مدۃ مدیدۃ ثم اذا صلوا یتصا فحون فاین ھذا من السنۃ المشروعۃ ولھذا صرح بعض علمائنا بانھا مکروھۃ حینئذ وانھا من البدع المذمومۃ. (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۴ ص ۵۷۵ باب المصافحۃ)

بے شک مشروع مصافحہ کا محل شروع ملاقات کا موقع ہے۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے اور دیر تک ادھر ادھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ کہاں کی سنت ہے؟ اسی لئے بعض علماء نے تو صراحۃً لکھ دیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ اور بدعت مذمومہ ہے! مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المصافحہ۔

مجالس الابرار میں ہے:۔ واما المصافحۃ فسنۃ عند التلاقی الخ اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے کیونکہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہوجاتی ہے (م ۸۴ ص ۴۹۲)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام وجواب ہو اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحہ کئے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر ونماز عصر ونماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے یہ غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

شامی میں ہے:۔ ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوۃ لکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ما صا فحو ابعداء الصلوۃ ولا نھا من سنن الروافض ا ہ. ثم نقل عن ابن حجر من الشافعیۃ انھا بدعۃ مکروھۃ لا اصل لھا فی الشرع وانہ

ینبہ فاعلہ اولا ویعزر ثانیاً ثم قال وقال ابن الحاجب من المالکیۃ فی المدخل انھا من البدع وموضع المصافحۃ فی الشرع انما ھو عندلقاء المسلم لا خیہ لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعھا الشرع یضعھا فینھی عن ذالک ویزجر فاعلہ لما اتی بہ من خلاف السنۃ اہ.

(ترجمہ): نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ صحابہ بعد نماز مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہ قابل کراہیت بدعت ہے شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصلیت نہیں اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ تنبیہ کردی جائے (نہ مانے تو، دوسری دفعہ میں اس کو سزا دی جائے۔ اور ابن الحاج مالکی ”مدخل“ میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ بھی ایک بدعت ہے شریعت میں مصافحہ کرنے کا وقت وہ بتایا گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نمازوں کے بعد نہیں۔ پس جہاں شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے اور کرنے والے کو جو سنت کے خلاف عمل کررہا ہے سختی سے منع کیا جائے۔ (شامی ج ۵ ص ۳۳۶ کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ) (یہی مضمون مجالس الابرار میں بھی ہے م ۵۰ ص ۲۹۸)

بہر حال اصل مسئلہ یہی ہے۔ البتہ لوگوں کے حالات بہت نازک ہوچکے ہیں مزاج بگڑ چکے ہیں۔ بات بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔ لہذا رفع فتنہ کے طور پر علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی شکل نہ پیدا کرنی چاہئے کہ اس کو بدگمانی، شکایت اور رنج ہو۔ مرقاۃ (شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۷۵ باب المصافحہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عید کے دن مصافحہ و معانقہ کا بدعت ہونا عیدگاہ تک محدود ہے یا نہیں:

(سوال ۱۵۶) فتاوی رحیمیہ جلد دہم ص ۱۲۶ پر ہے ”جمعہ اور عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم۔“

(الجواب) مصافحہ فی نفسہ سنت ہے مگر نیا چاند دیکھ کر مبارکبادی کے وقت کی خصوصیت اور نماز جمعہ و عیدین کے خطبہ کے بعد کی تخصیص بے اصل اور بے دلیل ہے، لہذا فقہائے کرام مذکور رسم کو مکروہ اور بدعت تحریر فرماتے ہیں۔“

یہ فتویٰ آپ کا ہے، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ مصافحہ و معانقہ کا بدعت ہونا عیدگاہ یا مسجد کی حد تک ہے یا عام ہے؟ عام رواج کے مطابق لوگ تین دن تک مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عند الملاقات کا ہے۔ حالانکہ نیت عید کے مصافحہ کی ہوتی ہے اور مزید یہ کہتے ہیں کہ مصافحہ و معانقہ کا بدعت ہونا عیدگاہ کی حد تک ہے، صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسنون مصافحہ اور معانقہ عیدگاہ وغیرہ ہر جگہ جائز ہے ممنوع نہیں ہے اور جو مصافحہ اور معانقہ بدعت کی حد میں آتا ہے وہ ہر جگہ ممنوع ہے عیدگاہ اور مسجد کی قید نہیں ہے، مصافحہ بروقت ملاقات مسنون ہے، عید کی مبارکبادی زبان سے دینا مستحب ہے (تقبل اللہ منا ومنکم، ان الفاظ سے مبارکبادی دی جائے) اس کے لئے مصافحہ شرط نہیں ہے، اور چونکہ یہ روافض کا طریقہ ہے اس لئے بھی احتراز کرنا چاہئے، لوگ ساتھ ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور سلام کے بعد ساتھ ساتھ جاتے ہیں، ساتھ کھڑے رہ کر نماز پڑھتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو

مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں، یہ کون سا موقع ہے؟ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ اردو ج ۳ ص ۱۷۱ تا ص ۱۷۳ باب العیدین (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، عید کے بعد مصافحہ اور معانقہ کرنا کیسا ہے کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ۔

جمعہ اور نماز عید کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم:

(سوال ۱۵۷) عید اور رمضان وغیرہ مبارک مہینوں کا چاند دیکھ کر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہوئے مصافحہ کرتے ہیں نیز جمعہ اور بالخصوص خطبۂ عید کے بعد مصافحہ کیا جاتا ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟

(الجواب) مصافحہ فی نفسہ سنت ہے، مگر نیا چاند دیکھ کر مبارک بادی کے وقت کی خصوصیت اور نماز جمعہ وعیدین کے خطبہ کے بعد کی تخصیص بے اصل اور بے دلیل ہے۔ لہٰذا فقہاء کرامؒ مذکورہ رسم کو مکروہ اور بدعت تحریر فرماتے ہیں۔ (شامی ج۵ ص ۳۳۶ کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ۔ شرح سفر السعادۃ ص ۴۰۶ مجالس الابرار م ۵۰ ص ۲۹۸)

ہندوؤں کو نمستے کہنا:

(سوال ۱۵۸) ہندوؤں کو نمشکار یا نمستے کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس کی اجازت نہیں۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نامحرم عورت کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا:

(سوال ۱۵۹) نامحرم عورتوں کو سلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نامحرم عورتوں کو سلام کرنا بہتر نہیں ہے، اور اگر نامحرم عورت سلام کرے تو دل ہی دل میں جواب دے دے زبان سے جواب نہ دے اور اگر بوڑھی عورت ہو تو زبان سے بھی جواب دے سکتے ہیں ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزاً عطست او سلمت فیشمتھا ویرد السلام علیھا والا لا (قولہ والالا) ای وان لا تکن عجوزاً بل شابۃ لا یشمتھا ولا یرد السلام بلسانہ (درمختار والشامی ج۵ ص ۳۲۴ ایضاً فصل فی البیع) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۱۱ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ.

مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے:

(سوال ۱۶۰) مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے یا ایک ہاتھ سے؟ غیر مقلدین ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" وکان یدی بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم'' میرا ہاتھ آنحضرت ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا، اس حدیث میں صحابی اپنے ایک ہاتھ سے

(۱) کیونکہ یہ مخصوص مذہبی الفاظ ہیں ومن تشبہ بقوم فھو منھم، البتہ جو الفاظ مذہبی نہیں ہیں بلکہ معاشرتی ہیں جیسے آداب! یا آداب عرض ہے! ان کی گنجائش ہے ۱۲۔ سعید احمد۔

مصافحہ کرنا بیان کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے اور غیر مقلدین جس حدیث کو پیش کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے دو ہاتھ سے مصافحہ فرمایا تب ہی تو صحابیؓ کا ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان ہوگیا اور صحابی نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا ہو، یہ حدیث اس بارے میں قطعی نہیں ہے، اس لئے کہ جب دونوں طرف سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ہوگا تو لامحالہ ایک ہاتھ دو ہاتھوں کے درمیان ہوگا اور یہاں صحابی تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اپنی سعادت مندی بیان فرما رہے ہیں کہ میرا ایک ہاتھ حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا یہ بتلانا مقصود نہیں ہے کہ میں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا اور صحابہؓ سے یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ حضور ﷺ تو مصافحہ کے لئے دونوں ہاتھ بڑھائیں اور صحابی ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں (ایسی بے ادبی و بے تہذیبی تو غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کا ایک اثر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نقل فرمایا ہے اور اسکے بعد اسی اثر سے مصافحہ کے دو ہاتھ سے ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ حضرت حمادؒ کا عمل بھی پیش کیا ہے کہ انہوں نے محدث کبیر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دو ہاتھ سے مصافحہ فرمایا، اگر ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہوتا تو یہ حضرات محدثین ضرور اس پر نکیر فرماتے۔

ملاحظہ ہو امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ باب المصافحۃ۔ قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشھد وکفی بین کفیہ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے تشہد کی تعلیم فرمائی اس حالت میں کہ میرا ہاتھ حضور ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا (خیال رہے کہ یہ تعلیم کا موقعہ ہے، جس طرح بیعت کے وقت ہوتا ہے) اس کے بعد امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے باب الاخذ بالیدین (دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا) اور اس کے ثبوت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہی اثر اور حضرت حمادؒ کا عمل پیش کیا ہے، فرماتے ہیں باب الاخذ بالیدین۔ وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سیف بن سلیمان قال سمعت مجاھداً یقول حدثنی عبداللہ بن محبرۃ ابو معمر قال سمعت ابن مسعود یقول علمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ التشھد کما یعلمنی السورۃ (بخاری شریف ج۲ ص ۹۲۶)

امام بخاریؒ کے اس طرز سے بین طور پر ثابت ہوا کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہو۔ شامی میں ہے والسنۃ ان تکون بکلتا یدیہ (درمختار والشامی ج۵ ص ۳۳۶ کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ)

مجالس الابرار میں ہے:۔ والسنۃ فیھا ان تکون بکلتا الیدین۔ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو (مجالس الابرار ص ۲۹۸ مجلس نمبر ۵۰)

ابوالحسنات علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب ہو المصوب:۔ جمہور فقہاء مصافحہ را بدو کف دست مسنون می نوشند در مجالس الابرار می نوشند

والسنۃ ان تکون بکلتایدیہ انتھی وہم چنیں است در درمختار و جامع الرموز وغیرہ وحدیث ابوامامہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصافح المسلمان لم تفرق اکفھما حتی یغفر لھما کہ در معجم طبرانی مرویست دلالت برآں دراد چہ اگر مصافحہ بیک کف از ہر کس می شد دریں حدیث بجائے اکفھما کہ جمع کف است لفظ کفاھما بصیغہ تثنیہ واردمی شد و شاہد آں تعلیق صحیح بخاری است کہ درآں درباب الاخذ بالیدین مسطور است وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ انتھی ازیں تعلیق معلوم می شود کہ مصافحہ بہر دو دست در عہد تابعی متوارث بود۔ وآنچہ کہ در صحیح بخاری درباب مذکور از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرویست علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کفی بین کفیہ التشھد کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ والصلوۃ والطیبات الحدیث پس ظاہر آنست کہ مصافحہ متوارثہ کہ بوقت تلاقی مسنون است نبودہ بلکہ طریقہ تعلیمیہ بودہ کہ اکابر بوقت اہتمام تعلیم چیزے از ہر دو دست یا یک دست اصاغر گرفتہ تعلیم می سانند بر تقدیر تسلیم اینکہ ایں مصافحہ متوارثہ بودہ ثبوت آں بہر دو دست ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر است واز جانب ابن مسعود بودن صرف یک کف مابین ہر دو کف نبوی قطعی نیست چہ گاہے کف بمعنی جنس مستعمل شدہ ہر دو کف ازاں مراد گرفتہ میشوند وہم چنیں در استعمال عرب وآیات قرآنیہ واحادیث نبویہ استعمال ید در جنس ید آمدہ است کہ بر یک ید و دو ید متضمن است و در اکثر مقامات بمقام دو ید استعمال یک لفظ آمدہ است بناءً علیہ در احادیثے کہ درآں اخذ بالید وارد است نص بر بودن مصافحہ بیک دست نیست بلکہ ہر دو امر محتمل است بالجملہ دریں باب اگر شئی صریح صحیح برآں یافتہ شود کہ مصافحہ صرف بیک کف مسنون است اقوال فقہاء گذاشتن لازم خواہد بود و تاوقت عدم وجود تصریح صریح بر اقوال فقہاء عمل باید ساخت واللہ اعلم ۔حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (مجموعہ فتاویٰ قدیم ج ۲ ص ۱۵۳ کتاب العلم مطبع یوسفی لکھنو) (محمد عبدالحی ابوالحسنات) (مطبع یوسفی جدید ج ۱ ص ۶۷۔۶۸ کتاب العلم)

یعنی: ۔تمام فقہاء دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں، مجالس الابرار میں ہے والسنۃ ان تکون بکلتا یدیہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو، انتہی ۔ درمختار اور جامع الرموز میں بھی ایسا ہی ہے حضرت ابوامامہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصافح المسلمان...... الخ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں کے علیحدہ ہونے سے پہلے ان کے گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے انتہی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہونا چاہئے اس لئے کہ اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا تو حدیث میں لفظ اکفھما (اکف۔ کف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "ہاتھوں") کی جگہ "کفا ھما" ہوتا اور اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ تعلیق ہے جو "باب الاخذ بالیدین" میں ہے۔ وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ ،حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، انتہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے دور میں بھی یہی طریقہ مروج تھا۔ اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر جو بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں مجھ کو نبی ﷺ نے سورت قرآن کی تعلیم کی طرح تشہد یعنی التحیات للہ الخ کی تعلیم دی اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان تھا، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہونے والا مسنون مصافحہ نہ تھا بلکہ یہ تعلیم کے لئے تھا کیونکہ اکابر کسی خاص چیز کی تعلیم کے اہتمام کے لئے اپنے چھوٹوں

کا ایک یا دونوں ہاتھ پکڑ کر تعلیم دیا کرتے ہیں، اور اگر اس مصافحہ کو ملاقات کا تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے دونوں مبارک ہاتھوں سے ہورہا ہے اور ابن مسعود کی جانب سے فقط ایک ہاتھ کا ہونا۔ یقینی اور قطعی نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں سے ہونے کا امکان ہے کیونکہ لفظ کف واحد کے لئے نہیں بلکہ جنس کے معنی میں ہے اور اسی طرح لفظ ید کا استعمال محاورات عرب آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ میں بمعنی جنس ثابت ہے تو اس صورت میں لفظ ید ایک اور دو ہاتھ کو متضمن اور شامل ہوگا اور اکثر مقامات میں دو ید کے موقع پر لفظ ید آیا ہے اس اعتبار سے جس حدیث میں اخذ بالید وارد ہے اس کی مراد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہیں بلکہ وہاں دونوں صورتوں کا احتمال ہے کہ ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے البتہ اگر کسی جگہ حدیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے تو فقہاء کے اقوال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس تصریح صریح کے بغیر فقہاء کے اقوال پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو مبوب ص ۱۱۷ مطبوعہ پاکستان)

اس حدیث کے متعلق محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ "تذکرۃ الخلیل" میں ہے۔

"ایک بار آپ ٹونک تشریف لے گئے اور بندہ ہمراہ تھا چند اہل حدیث ملنے آئے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حضرت نے حسب عادت دونوں ہاتھ بڑھائے اور مسکرا کر فرمایا کہ مصافحہ اس طرح ہونا چاہئے وہ بولے حدیث میں ہے۔ صحابی کہتے ہیں۔ وکان یدی فی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ حضور ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں تھا، آپ نے بے ساختہ فرمایا پھر متبع سنت (نبوی) ہم ہوئے یا تم؟ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۴) لہذا مصافحہ دو ہاتھ سے ہی مسنون ہے نہ کہ ایک ہاتھ سے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دینی تعلیم کے وقت سلام کرنا:

(سوال ۱۶۱) مسجد میں تعلیم ہورہی ہے یا مدرسہ میں درس ہورہا ہے تو ایسے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سلام نہ کرنا چاہئے مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص سلام کرے تو صحیح قول یہ ہے کہ جواب نہ دے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے یکرہ السلام عند قراءۃ القرآن جھراً وکذا عند مذاکرۃ العلم وعند الاذان والاقامۃ والصحیح انہ لا یرد فی ھذہ المواضع ایضا کذا فی الغیاثیۃ ۔ یعنی کوئی شخص جہراً قرآن کی تلاوت کررہا ہو تو اس وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح علمی مذاکرہ کے وقت اور اذان واقامت کے وقت، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان مواقع میں جواب بھی نہ دے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲۵، کتاب الکراھیۃ باب نمبر ۷) فقط واللہ اعلم بالصواب.

بھائی بہن کا ایک دوسرے کے ہاتھ پیر دبانا اور ملاقات کے وقت مصافحہ اور معانقہ کرنا:

(سوال ۱۶۲) بھائی بہن جو بالغ ہیں بیماری کی حالت میں ایک دوسرے کے ہاتھ پیر دبا سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا اور معانقہ کرنا (گلے ملنا) کیسا ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) مسئلہ نازک ہے،فقہاء رحمہم اللہ نے اس پر بحث کی ہے اس لئے ان چیزوں سے بچنا ہی بہتر ہے اگر بیماری کی حالت ہو اور خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو اور خدمت کی سخت ضرورت ہو تو ایسی صورت میں ہاتھ پیر (گھٹنے سے نیچے نیچے) کوئی ایسا موٹا کپڑا ڈال کر جس سے ایک دوسرے کے جسم کی گرمی محسوس نہ ہو ہاتھ پیر دبا سکتے ہیں اور اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو پھر اس سے بچنا ضروری ہے۔

درمختار میں ہے۔(ومن محرمه) هی من لا یحل له نکاحها ابداً بنسب او سبب ولو بزنا (الی الراس والوجه والصدر والساق والعضد ان امن شهوته) وشهوتها ایضاً ذکره فی الدرایة. الی قوله . (وما حل نظره) مما مر من ذکر او انثی (حل لمسه) اذا امن الشهوة علیٰ نفسه وعلیها لانه علیه الصلوة والسلام کان یقبل رأس فاطمة وقال علیه الصلوة والسلام من قبل رجل امه فکانما قبل عتبة الجنة وان لم یأمن ذلک او شک فلا یحل له النظر واللمس (درمختار مع ردالمحتار ص ۳۲۲ ص ۳۲۳ ج۵، فصل فی النظر واللمس ،کتاب الحظر والاباحة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

وضو کرنے والے کو سلام کرنا

(سوال ۱۶۳) لوگ وضو میں مشغول ہوں،اس وقت سلام کیا جائے یا نہیں؟

(الجواب) وضو میں مشغول آدمیوں کو سلام نہ کیا جائے ،وضو بھی ایک عبادت اور ثواب کا کام ہے اور اس میں مصروفیت ہے اور خاص توجہ کی ضرورت ہے۔اس میں بعض اعضا ایسے بھی ہیں کہ اگر خاص توجہ نہ دی جائے تو خشک رہ جائیں اور وضو نہ ہو،اس میں بعض فرائض بعض سنن اور بعض مستحبات ہیں اور آداب وضو میں یہ بھی ہے کہ ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت وردِ زبان ہو اور دوسرے اوراد بھی کتابوں میں منقول ہیں ،وضو میں بعض مکروہات ہیں اس کا بھی خیال رکھا جائے ،لہذا اس موقعہ پر سلام نہ کیا جائے اگر کوئی سلام کرے تو جواب دے دینا اولیٰ ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سلام کا طریقہ اور اس کے متعلق مسائل:

(سوال ۱۶۴) کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے یا غیر مسلم سے ملے تو سلام کا کیا طریقہ ہے؟ جو طریقہ مسنون اور مستحب ہو،نیز سلام کے آداب ومسائل بیان فرمائیں اور ہماری رہنمائی فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ کے سوال کے متعلق میں کچھ عرض کروں اس سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”خلاصۃ التفاسیر“ میں سلام کے متعلق ایک جامع اور تفصیلی مضمون ہے اسے نقل کردوں، ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصۃ التفاسیر میں ہے:۔ واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها، ان الله کان علیٰ کل شئی حسیباً . اور جب دعا دیئے جاؤ تم کسی دعا سے پس دعا دو اچھی اس سے یا پھر دو اسی کو بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئی پر حساب کرنے والا ہے۔یعنی جب تم کو کوئی سلام کرے تو خواہ اسی قدر جواب دو اور بہتر یہ ہے کہ اس سے بہتر جواب دو،یعنی لفظ رحمۃ اللہ وبرکاتہ کا زائد کرو اللہ ہر شئی کا حساب کرے گا،واضح رہے کہ سلام کا ذکر قرآن میں کئی جگہ

ہے اور یہاں صرف مسئلہ جواب سلام مذکور ہو اگر ہم یہیں پوری تفصیل کئے دیتے ہیں کہ احکام دوسری جگہ سے جمع کرنا نہ پڑیں۔

اول تحیہ (یعنی دعا) یہ لفظ مجمل ہے تفصیل اس کی آیات واحادیث میں موجود ہے فرمایا فسلموا علیٰ انفسکم تحیة من عند الله آپس میں سلام کرو،یہ دعا اللہ کی مقرر کی ہوئی ہے تحیتهم یوم یلقونه سلام دعا ان کی جس دن ملیں سلام ہے (بخاری) جب اللہ نے آدمؑ کو بنایا فرمایا فرشتوں پر سلام کرو جو جواب دیں کہ تمہارے اور تمہارے اولاد کی تحیۃ یعنی جواب سلام ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا السلام علیکم فرشتے بولے السلام علیکم ،معلوم ہوگیا کہ تحیۃ سے مراد سلام ہے دوسری دعا نہیں۔

(دوم) (الفاظ سلام) (۱) (مسنون) سلام یا السلام کا لفظ علیک یا علیکم کے ساتھ کہے۔(۲) (جائز) صرف سلام یا تسلیم اس لئے کہ یہ لفظ قرآن میں مذکور مگر آنحضرت ﷺ سے ماثور پس صرف سلام یا تسلیم پر اکتفاء کرنے والا ثواب سنت سے محروم رہے گا (۳) (حرام) وہ لفظ جس میں تعظیم ممنوعہ نکلے جیسے بندگی،(۴) (بدعت یا مشابہت بکفار) پس جو لفظ بنفسہ گناہ کے معنوں میں شامل نہیں بدعت ضالہ ہیں جیسے کورنش،مجرا،آداب۔ صبحک الله، مساک الله ، جیسا کہ ابوداؤد نے عمران بن حصینؓ سے روایت کی،اور جو لفظ کفار کی پیروی سے اختیار کئے جائیں تو یہ گناہ بالائے گناہ ہے بدعت سیئہ ومشابہت دنیہ ترمذی میں فرمایا لیس منا من تشبه بغیرنا...... لا تشبهوا بالیهود ولاالنصاریٰ فان تسلیم الیهود الاشارة بالاصابع وتسلیم النصاری الاشارة بالاکف (ترمذی شریف ص ۹۲ ج ۲ ،باب ماجاء فی کراهیة اشارة الید فی السلام) ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے ، یہود کی مشابہت نہ کرو بے شک یہود کا سلام ہاتھ کے اشارہ سے ہے۔

مسئلہ:

صرف ہاتھ کے اشارے پر کفایت کرنا یا اسے جزء سلام یا موجب ثواب سمجھنا مشابہت کفار اور بدعت ضالہ ہے۔

مسئلہ:

لفظ اور اشارے کا جمع کرلینا جیسا کہ ہمارے بلاد میں معمول ہے اگرچہ اولیٰ نہ ہو مگر جائز ہے خصوصاً جب کہ یہ اشارہ علامت تعظیم وتوقیر عرفاً قرار پاچکا ہے۔

مسئلہ:

کہ جب بعد یا کسی اور وجہ سے آواز سلام سمجھ میں نہ آسکے تو ہاتھ سے اعلام واعلان مباح ہے۔ترمذی، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مر فی المسجد یوماً وعقبه من النساء فاهویٰ بیده باب ماجآء فی التسلیم علی النساء ج. ۲ ص ۹۹ آپ ﷺ مسجد گئے اور آپ کے پیچھے عورتیں تھیں تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

مسئلہ:

اس قدر جھکنا کہ قریب برکوع ہو جائز نہیں۔

مسئلہ:

بعض جہال سلام چھوڑ کر اللہ اللہ یا واللہ کہتے ہیں تو فی نفسہ یہ الفاظ محبوب ومحمود ہیں لیکن ترک سنت سے عاصی واختراع جدید سے بدعتی اور استعمال بے محل سے بے ادب ہوگا دیکھو کافر صرف اللہ کہنے سے مؤمن اور محمد رسول اللہ کہنے سے جانور حلال نہیں ہوتا، افضل السلام علیکم کے ساتھ ورحمۃ اللہ کا لفظ بڑھانا جواب میں وبرکاتہ کا زیادہ کرنا جیسا کہ حدیث میں آیا کہ آپ نے فرمایا السلام علیکم پر دس، اور ورحمۃ اللہ پر بیس اور وبرکاتہ پر تیس نیکیاں ہوتی ہیں۔

(سوم وقت سلام):

(۱) جب ملاقات ہو (۲) جب جانے لگے ایسا ہی حدیث میں ہے۔

(چہارم):

کون سلام پہلے کرے! ہر چند سلام میں سبقت کرنا ہر شخص کو اچھا ہے (مشکوۃ) فرمایا جو سلام میں پیش دستی کرتا ہے وہ کبر سے پاک ہے، اور فرمایا اولیٰ الناس من بدء بالسلام . جو پہلے سلام کرے وہ بہترین آدمیوں میں سے ہے، لیکن بخاری میں ہے کہ سوار پیدل کو، اور چلنے والا، بیٹھنے والے کو اور چھوٹی جماعت بڑی کو سلام کرے۔

مسئلہ:

اگر چھوٹا پیدل ہو اور بڑا سوار تو دونوں مختار ہیں جو چاہے سبقت کرے اور آپ ﷺ سے چھوٹوں پر سلام کرنا اور سبقت (یعنی سلام میں پہل کرنا) ثابت ہے، قیاس قلیل اور صغیر کو سبقت کا حکم بوجہ تعظیم ہے پس شاگرد استاد پر اور مرید پیر پر اور بیٹا باپ پر اور ملازم آقا پر پہلے سلام کرے۔

مسئلہ:

جن پر پہلے سلام کرنا ہو اگر وہ سہواً یا عمداً پیش دستی (پہل) نہ کرے تو دوسرے کو ترک جائز نہ ہوگا۔

پنجم:

کسے سلام کرے۔ ہر مؤمن پر سلام کرنا چاہئے۔ (مسلم) تقری السلام علی من عرفت او لم تعرف. سلام کر پہنچانے یا نہ پہنچانے کو۔ مالک۔
طفیل کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ صبح کو بازار جایا کرتے تھے تو آپ ہر شخص کو سلام کرتے مسکین ہو یا تاجر، اجنبی ہو یا آشنا، ایک دن میں آپ کے ساتھ تھا میں نے کہا آپ بازار میں کیا کرتے ہیں نہ کچھ خرید وفروخت ہے نہ کہیں بیٹھتے ہیں، آیئے یہیں بیٹھ کر باتیں کریں۔ ابن عمرؓ نے فرمایا میں سلام کرنے کے لئے آیا کرتا ہوں مگر کفار اس عموم سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ فرمایا مسلم یہود ونصاریٰ سے سلام میں پہل نہ کرو اور جب ان میں سے کسی کو راہ میں پاؤ تو کنارے کی طرف مجبور کرو، اور آپ نے کفار کے خطوط میں لکھا السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ.
اس مسئلہ میں گو بہت اختلاف ہے بعضوں نے ممنوع اور بعضوں نے بضرورت جائز لکھا ہے، اور بعضوں نے کہا لفظ علیک کہے۔ اور محمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آثار میں نقل کیا کہ ذمی کو جواب سلام دیا جائے مگر احکام مجبوری سے

بدل جایا کرتے ہیں، مغلوبی اور حاجت اور مجبوری کے زمانہ میں اس کا ترک ابتداءً یا جواباً موجب فتنہ ہے پس مستحسن یہ ہوگا ان کے سلام کے لئے اور (کوئی) لفظ، آداب وغیرہ اختیار کرے۔

ششم:

(حکم سلام) فقہاء فرماتے ہیں کہ ابتداءً سلام کرنا سنت مؤکدہ ہے اور جواب دینا واجب، حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں گئے تھے تو پہلا حکم افشاء سلام کا دیا، مگر یہ وجوب وسنیت کفایہ ہے، یعنی ایک نے بھی سلام کر لیا یا جواب دے لیا سب بریٔ الذمہ ہوئے ورنہ ذمہ دار ہیں۔

مسئلہ:

جو لفظ سلام کرنے والا کہے وہی جواب میں کہنا جائز ہے جیسا کہ فرمایا (او ردوھا) اور اس پر زیادتی کرنا افضل ہے جیسا کہ فرمایا باحسن منھا.

مسئلہ:

سلام کرنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور جواب دینے والا وبرکاتہٗ زیادہ کرے، اور اس کے سوا دوسرے لفظ احادیث سے ثابت نہیں ہوئے مگر ابوداؤد میں ومغفرتہ کا لفظ آیا ہے۔

لطیفہ:

رحمۃ اللہ وبرکاتہ کا لفظ قریب قریب اسی مقام کے قرآن مجید میں بھی مذکور ہے، سورۂ ہود، رکوع۔

لطیفہ:

اشارہ آیت سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ہم کو دعا دے تو ہم بھی اسے وہی دعا دیں یا اس سے اچھی اور اگر ہمارے حق میں کوئی کلمۃ الخیر کہے تو ہم بھی اس کا معاوضہ دیں۔

ہفتم:

(فضائل سلام) مسلم۔ لاتدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتی تحابوا الا ادلکم علیٰ شئی اذا فعلتموہ، تحاببتم افشوا السلام بینکم، جنت میں نہ جاسکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور مؤمن نہ ہوگے جب تک باہم محبت نہ کرو، کیا تم کو ایسی شئ بتادوں کہ جب اسے کرو آپس میں محبت ہو جائے، آپس میں سلام کا طریقہ شائع کرو اور آنحضرت ﷺ کا دوام اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔

مسئلہ:

سلام میں تمسخر کرنا یا لفظ کو دل لگی یا دشمنی سے بدلنا بہت بڑا گناہ ہے اور طریقہ کفار ویہود۔ (خلاصۃ التفاسیر ص ۴۲۳، ص ۴۲۴، ص ۴۲۵ ج ۱، پارہ نمبر ۵، سورۂ نساء) فقط واللہ اعلم بالصواب.

باب الختان وقلم الاظفار وغیرہ

کامل سپاری نہ کھلے تو ایسی ختنہ جائز ہے:

(سوال ۱۶۶) میں نے اپنے لڑکے کی ختنہ کرائی اچھا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ سپاری کا نصف حصہ ہی کھلا ہوا ہے پورا نہیں تو ایسی ختنہ سے سنت ادا ہو جائے گی یا پوری کرانا ہوگی۔؟

(الجواب) ختنہ میں جتنی چمڑی کٹنا چاہئے اس کے نصف حصہ سے زائد کٹ گئی ہے تو ختنہ ہوگئی اور اگر نصف حصہ یا اس سے بھی کم کھال کٹی ہو تو ختنہ دوبارہ کرائی جائے۔ غلام ختن فلم تقطع الجلدة كلها فان قطع اكثر من النصف يكون ختانا اودونه فلا (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۳۵۷ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ)

نومسلم کی ختنہ کے متعلق:

(سوال ۱۶۷) بڑی عمر کے نومسلم کی ختنہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ کسی کے ستر پر عمداً نظر کرنا حرام ہے، اور ختنہ کرتے وقت ختنہ کرنے والے کی نظر خود شرمگاہ پر پڑتی ہے اور چھونا بھی پڑے گا تو اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ختنہ سنت ہے اور سنت کی ادائیگی میں ارتکاب حرام لازم آتا ہے تو اس کے متعلق برائے کرم بذریعہ کتب فقہ رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔؟

(الجواب) جو ابتداء ہی سے مسلمان ہے اس کے لئے ختنہ کی اتنی اہمیت نہیں جتنی نومسلم کے لئے ہوتی ہے، نومسلم کے ستر عورت کے مقابلہ میں اس کی ختنہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ختنہ شعائر اسلام اور اس کے خصائص میں سے ہے اور خاص اسلامی علامت ہے، جس کا نومسلم میں ہونا ضروری ہے اس میں اس کی صداقت اور استقامت کی دلیل بھی ہے اور ختنہ دین اسلام پر ثابت قدم رہنے میں معین ہے اس لئے نومسلم کی ختنہ کرانی ضروری ہے، ختنہ کا مخصوص مقام جس کا کھولنا ضروری ہے، اس کے علاوہ دوسری جگہ چھپائے رکھے اور ختنہ کرنے والا جہاں تک ممکن ہو نظر اور ہاتھ بچا کر کام لے۔ "مجموعہ فتاویٰ" میں ہے "و کافریکہ مسلمان شدہ ختنہ اش باید کرد در خزانۃ الروایات می آرد فی الذخیرۃ ان المسلم يختن مالم يبلغ فاذا بلغ لم يختن لان ستر عورة البالغ فرض والختان سنة فلا يترك الفرض للسنة والكافر اذا اسلم يختن بالاتفاق لمخالفته دين الاسلام وهو بالغ ج۳ ص ۹۶ (یعنی) اور مسلمان بچہ ہو تو اس کی ختنہ کی جائے جب بالغ ہو جائے تو ختنہ نہ کی جائے اس لئے کہ بالغ کا ستر عورت فرض ہے اور ختنہ سنت ہے، سنت کے لئے فرض ترک نہیں کیا جا سکتا اور کافر مسلمان ہو جائے تو بالاتفاق اس کی ختنہ کا حکم ہے اس لئے کہ وہ بالغ ہونے کے باوجود دین اسلام کی مخالفت کر رہا تھا۔" (اور جب مخالفت ترک کرنا چاہتا ہے تو پوری طرح چھوڑنا اسی وقت کہلائے گا جب کہ خلاف اسلام کوئی ظاہری علامت بھی اس میں باقی نہ رہے) جیسے بعض یہودی اسلام لائے تو شریعت اسلامی کے ساتھ ساتھ شریعت موسوی کا دامن بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مثلاً ہفتہ کی تعظیم کرنا اور اونٹ کا گوشت (حلال اعتقاد کرتے ہوئے) نہ کھانا، یہ خیالات اسلام کو پسند نہ آئے اور آیت

نازل ہوئی یا یها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة (یعنی) اے ایمان والو! اسلام میں کامل طریقہ سے (ظاہر و باطن دونوں طریقوں سے) داخل ہو جاؤ (یعنی خلاف اسلام کوئی بات تم میں موجود نہ ہونی چاہئے) (قرآن حکیم سورۃ بقرۃ)۔

ہاں اگر نومسلم بے حد ضعیف اور کمزور ہو کہ ختنہ کی تاب نہ لا سکے تو پھر ختنہ لازم نہیں ہے وكذلك المجوسی اذا اسلم وهو شيخ ضعيف اخبرا هل البصر انه لايطيق الختان يترك (فتاویٰ قاضی خان ج۴ ص ۷۸۴ کتاب الحضر والاباحة فصل فی الختان وكذلك شيخ من المجوس او الهند لو اسلم وقال اهل البصر انه لا يطيق الختان يترك (فتاویٰ سراجیہ ص ۷۵ کشیخ اسلم وقال اهل النظر لايطيق الختان (درمختار مع شامی ج۵ ص ۶۵۲ مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض) فقط والله اعلم.

عورتوں کی ختنہ کرنا کیسا ہے:

(سوال ۱۶۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ لڑکیوں کی ختنہ کرانا اسلام میں ہے یا نہیں؟ بحوالہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) قوی یہ ہے کہ عورتوں کی ختنہ سنت نہیں ہے، جائز ہے اس میں مردوں کا مفاد ہے کہ الذ ہے جماع میں وختان المرأة ليس بسنة بل مكرمة للرجال وقيل سنة (درمختار) (قوله بل مكرمة للرجل) لانه الذفى الجماع زيلعى (قوله وقيل سنة) جزم به البزازى معللاً انه نص على ان الخنثى تختن (الى قوله) ولا يفيد ذلك سنية للمرأة تامل الخ (شامی ج۵ ص ۶۵۷ مسائل شتی قبیل کتاب الفرائض) فقط والله اعلم بالصواب۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ۔

نازک بچہ کو ختنہ کے وقت بھنگ کھلانا:

(سوال ۱۶۹) میرا فرزند عتیق الرحمن سلمہ نہایت نازک اور غضبناک بچہ ہے عمر تین چار سال کے درمیان ہے، کبھی معمولی سزا دینے بلکہ غصہ کرنے پر ایسا روتا ہے کہ دیر تک آواز نہیں نکلتی، سارا گھر بے چین ہو جاتا ہے، منہ پر پانی چھڑکا جاتا ہے تب جا کر کہیں آواز نکلتی ہے، ایسی حالت میں ختنہ کرانے میں ڈر لگتا ہے، ایسے بچوں کو ختنہ کرنے والا شیرینی کے ساتھ کچھ بھنگ کھلا کر غنودگی کی سی حالت ہونے پر ختنہ کرتا ہے تاکہ تکلیف کا احساس نہ ہو یا کم ہو شرعاً اس کی اجازت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ عذر شرعی ہے، اس میں بقدر ضرورت تھوڑی سی بھنگ جس میں شراب وغیرہ نجس چیز کی آمیزش نہ ہو پلا دینے کی گنجائش ہے، شامی میں ہے (فرع) قدمنا فی الحظر والاباحة عن التتارخانية انه لا بأس بشرب ما يذهب بالعقل لقطع نحوا كلة اقول ينبغي تقييده بغير الخمر وظاهره انه لا يتقيد بنحو بنج من غير المائع وقيده به الشافعية والله تعالىٰ اعلم (شامی ج۵ ص ۴۵۷ آخر کتاب الاشربة) فقط والله اعلم بالصواب۔

اتوار اور منگل کے دن غسل کرنا اور ناخن تراشنا کیسا ہے :

(سوال ۱۷۰) دلائل الخیرات کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

(۱) منگل کے دن جو ناخن ترشواتا ہے صحت اس سے نکل بھاگتی ہے اور بیماری اس میں داخل ہوجاتی ہے، اور جو کوئی منگل کے دن غسل کرتا ہے عمر اس کی کم ہوجاتی ہے (عقول عشرہ)

(۲) اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ روز یکشنبہ کو جو کوئی ناخن تراشے اس سے غناء نکل جاتی ہے اور فقیری داخل ہوجاتی ہے اور جو کوئی یکشنبہ کو غسل کرے کوئی بیماری اس کو لاحق ہو (عقول عشرہ)

برائے مہربانی ان دونوں عبارتوں کے متعلق وضاحت فرمائیں، اور منگل و اتوار کے دن ناخن تراشنا اور غسل کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱۔۲) جنہوں نے یہ لکھا ہے ان کے تجربہ کی بنا پر لکھا ہوگا اس کا اعتقاد رکھنا اور شرعی حکم سمجھنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ امداد الفتاویٰ میں اسی طرح کا ایک سوال و جواب ہے وہ ملاحظہ ہو۔

(سوال) پندنامہ میں جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مصرعہ تحریر فرمایا ہے۔

شب درآئینہ نظر کردن خطا است

یہ ممانعت شرعی ہے یا کسی مصلحت سے، اور اگر مصلحت ہے تو کیا مصلحت ہے اسی طرح رات کو جھاڑو دینا خواری کا باعث ہے، اور دیواروں کو کپڑے سے صاف کرنا خواری لاتا ہے، یہ کس طرح سے ہے اور کس وجہ سے ہے۔

(الجواب) ان امور کی شرع میں کچھ اصل نہیں، جو محض عوام میں مشہور ہیں ان کی اصل ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں، البتہ جو بزرگوں کے کلام میں پایا جاتا ہے تو از قبیل حکمت و طب ہے ورنہ یہ کہا جاوے گا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن غالب تھا اس لئے بعض روایات کو سن کر تنقید راوی نہ کی اس کو صحیح سمجھ کر لکھ دیا۔ پس وہ معذور ہیں اور قابل عمل نہیں۔ تتمہ اولیٰ ص: ۳۰۵ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۴ مسائل شتی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب مایجوز اکله ومالایجوز

گرم کھانا پینا:

(سوال ۱۷۱) گرم کھانا پینا مکروہ ہے؟

(الجواب) کچھ گرم ہو تو مکروہ نہیں، ہاں زیادہ گرم ہو تو مکروہ ہے، مگر جو چیز ایسی ہو کہ سرد ہوجانے سے اس کا فائدہ یا ذائقہ ختم ہوجائے تو مکروہ نہیں ہے۔ جیسے چائے، کافی وغیرہ [۱] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بائیں ہاتھ سے چائے پینا کیسا ہے :

(سوال ۱۷۲) اکثر لوگ چائے نوشی کے وقت دائیں ہاتھ میں پیالہ اور بائیں ہاتھ میں پلیٹ (رکابی) پکڑتے ہیں اور چائے بائیں ہاتھ سے پیتے ہیں۔ کیا یہ مکروہ نہیں؟

(الجواب) جی ہاں مکروہ ہے۔ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔ داہنے ہاتھ سے کھانا پینا مسنون ہے۔ [۲] بعض وجوب کے قائل ہیں۔ بائیں ہاتھ سے ایک کھانے پینے والے شخص پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی تھی جس سے اس کا ہاتھ بیکار ہوگیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت کو آنحضرت ﷺ نے بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھ کر بددعا فرمائی تو وہ طاعون (پلیگ) میں مرگئی۔ فقط واللہ اعلم۔

بیائی بھینس کے دودھ کا استعمال کیسا ہے :

(سوال ۱۷۳) یہاں لوگوں میں مشہور ہے کہ بھینس دس ماہ قبل بیائی ہو۔ (بچہ جنی ہو) تو اس کا دودھ نہیں پیتے، پھینک دیتے ہیں۔ تو کیا دس ماہ پہلے بیائی ہوئی بھینس کے دودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دس ماہ کے بعد بیائی بھینس کا دودھ بھی استعمال میں نہیں لاتے بوجہ ثقل کے، ایسے ہی دس ماہ پہلے کا دودھ بھی جب قابل ہضم ہوجائے تو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی وجہ معلوم نہیں۔ ہاں! اگر اس کو دودھ ہی نہ کہا جائے بلکہ خون وغیرہ کوئی دوسری چیز ہو۔ تو حکم واضح ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے پینے میں احتیاط کرنا خلاف توکل ہے :

(سوال ۱۷۴) کھانے پینے میں احتیاط کرنا کہ کسی چیز کو کھائے کسی چیز کو نہ کھائے کسی کو نفع بخش اور کسی کو ضرر رساں سمجھے آیا یہ خلاف توکل ہے؟

(الجواب) نفع و نقصان من جانب اللہ ہے۔ چیزوں میں نفع و نقصان، مرض و شفاء کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کوئی چیز نہ کھائے اور پرہیز برتے تو یہ خلاف توکل نہیں۔

---

(۱) ولا یا کل طعام حار ولا یشم الخ فتاوی عالمگیری کتاب الکراهیة الباب الحادی عشر الخ

(۲) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یاکل احدکم بشمله ولا یشرب بها فان الشیطان یا کل بشماله ویشرب بها مشکوة کتاب الاطعمة ص ۳۶۳

ام منذر صحابیہ کا بیان ہے۔ دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ علی ولنا دوال معلقۃ قالت مجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کل ومعہ علی یا کل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی مہ مہ یا علی فانک ناقہ قال فجلس علی والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کل قالت فجعلت لھم سلقاً وشعیراً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا علی من ھذا فاصب فانہ او فق لک (ترمذی شریف ابواب الطب ج ۲ ص ۲۴)

ام منذر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہمارے یہاں آقائے دوجہان رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے آپ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے (گچھے) لٹکے ہوئے تھے۔ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ان میں سے تناول فرمانے لگے ساتھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی چھوڑ دو (مت کھاؤ) تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو، کمزور ہو تو تمہاری طبیعت برداشت نہیں کرے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رک گئے۔ پھر میں نے چقندر اور جو کے آٹے کی کانجی کر کے دی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا میاں علی، یہ کھاؤ، یہ تمہاری طبیعت کے موافق ہے۔

پس توکل کا مدار اس پر نہیں ہے کہ چیزوں میں تاثیر نہ مانے، توکل یہ ہے کہ نظر تاثیر پر نہ رکھے نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے کہ نفع ونقصان خدا کے قدرت اور اس کے حکم سے ہے اگر اس کا حکم نہ ہو تو ہر چیز بیکار ہے۔

غیر مذبوحہ جانور کا گوشت خرید کر بلی کو کھلانا:

(سوال ۱۷۵) ہمارے یہاں ڈبے میں بیل کا گوشت ملتا ہے جو کہ حرام ہے یعنی غیر مذبوح ہوتا ہے مسلمان اس گوشت کو خرید کر بلی کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ (ریونین)

(الجواب) مردار اور حرام جانور کا گوشت ناپاک اور حرام ہے نہ تو کھانا درست اور نہ کسی طرح اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس کی خرید وفروخت بھی درست نہیں لہذا اس کو خرید کر بلی کو کھلانا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ۔

مکھی کے کسی جز سے شربت لوسرخ بنایا گیا تو اس کا استعمال کیسا ہے:

(سوال ۱۷۶) یہاں دکانوں میں لال شربت ملتا ہے اس کی اندر جو سرخی اور لالی ہوتی ہے وہ ایک قسم کی مکھی سے کشید کی جاتی ہے، اس مکھی کو پیس کر یا کسی اور طریقہ سے سرخی کشید کرتے ہیں اور اس کو شربت میں ملاتے ہیں تو اس شربت کا پینا کیسا ہے؟ (از ریونین)

(الجواب) مکھی اور چیونٹی میں دم سائل نہیں ہے اس لئے پاک ہے مگر کھانا حلال نہیں، خارجی استعمال درست ہے، داخلی استعمال درست نہیں لہذا اس کا کوئی جز شربت میں پڑتا ہو تو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا، درمختار میں ہے۔ (ولا یحل ذوناب یصید بنا بہ او مخلب سبع ولا الحشرات) ھی صغار دواب الارض واحدھا حشرۃ (قولہ واحدھا حشرۃ) بالتحریک فیھا کالفارۃ والوزغۃ سام ابرص والقنفذ والحیۃ والضفدع والزنبور والبرغوث والقمل والذباب والبعوض والقراد الخ (درمختار والشامی ج۵ ص ۲۶۵ کتاب

الذبائح) فقط واللہ اعلم بالصواب. ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ۔

کھانے سے قبل ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا:

(سوال ۱۷۷) کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر رومال سے یا کسی کپڑے سے پونچھے بغیر کھانا سنت ہے یا یہ کہ ہاتھ پونچھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھانے سے قبل ہاتھ دھوئے لیکن رومال یا تولیہ سے نہ پونچھے رومال سے پونچھے بغیر کھانا مستحب ہے۔ کھانے سے فارغ ہوکر جب ہاتھ دھوئے اس وقت پونچھ لے شامی میں ہے (قولہ وغسل الیدین قبلہ) لنفی الفقر ولا یمسح یدہ بالمندیل لیبقی اثر الغسل (شامی ج۵ ص ۲۹۷ کتاب الحظر والاباحۃ) (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۳۳) جدید ترتیب کے مطابق صفحہ [illegible] پر سوال [illegible] (واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھ دھوئے یا ایک ہاتھ:

(سوال ۱۷۸) کھانے کے بعد یا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونا چاہئے یا ایک ہاتھ دھونا کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ دھوئے، ایک ہاتھ دھونے سے کامل سنت ادا نہ ہوگی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال نجم الائمۃ البخاری وغیرہ غسل الید الواحدۃ او اصابع الیدین لا یخفی لسنۃ غسل الیدین قبل الطعام لان المذکور غسل الیدین قبل الطعام الی الرسغ، کذافی القنیۃ (عالمگیری ج۵ ص ۲۳۷ کتاب الکراھیۃ باب نمبر ۱۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہاتھ پہنچوں تک دھونا چاہئے:

(سوال ۱۷۹) ہاتھ کہاں تک دھونا چاہئے صرف انگلیاں دھونے سے سنت ادا ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونے چاہئیں، صرف انگلیاں دھونا کافی نہیں ہے (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۳۳۷)(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈالڈا گھی میں نجس شئی ملائے جانے کا شبہ ہو تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۸۰) آج کل عوام میں یہ چرچا ہو رہا ہے کہ ڈالڈا گھی میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے تو اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

حضرت مفتی صاحب مدظلہم! بعد سلام مسنون، بحمد اللہ تعالیٰ یہاں خیریت سے ہے خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو، بناسپتی گھی کے متعلق بہت سے سوالات آرہے ہیں، اب تک تو یہی لکھا ہے کہ بلا دلیل شرعی حرمت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، جوابِ عالی ہو تحریر فرمائیں۔ (ایک مفتی صاحب مدظلہم)

(الجواب) مکرمی ومحترمی زید مجدکم السامی۔ بعد سلام مسنون، عافیت طرفین مطلوب ہے، جب کہ دنیا بھر میں اس کا

---

(۱) قال نجم الائمۃ البخاری وغیرہ غسل الید الواحدۃ او اصابع الیدین لا یکفی لسنۃ غسل الیدین قبل الطعام لان المذکور غسل الیدین وذلک الی الرسغ کذا فی القنیۃ الباب الحادی عشر

استعمال بلا تامل ہو رہا ہے تو جب تک نجس شئی ملائے جانے کا شرعی ثبوت نہ ہو حرام قرار دینا صحیح نہیں، جناب والا کی رائے بالکل صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے درمیان انگلیاں چاٹنا:

(سوال ۱۸۱) کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انگلیاں چاٹنا مستحب ہے، ایک شخص کھانے کے درمیان بھی انگلیاں چاٹتا رہتا ہے، کیا یہ بھی مستحب ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھانے سے فراغت پا کر انگلیاں چاٹنا مستحب ہے اثناء طعام میں مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، مدارج النبوۃ میں ہے ولعق اصابع دراثنائے اکل مکروہ است (ج ا ص ۴۶۶ باب یازدہم در عبادات طعام وشراب وغیرہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا ثبوت حدیث سے ہے:

(سوال ۱۸۲) کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا حدیث شریف سے ثابت ہے؟ یا فقہی روایت ہی ہے؟

(الجواب) کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا حدیث سے ثابت ہے۔ فقہی روایت حدیث کے مطابق ہے۔ ترمذی شریف میں ہے۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ ۔ترجمہ۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کر لینا ہے ۔(ص ۷ ج ۲ ابواب الاطعمۃ باب الوضوء قبل الطعام وبعدہ) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مسنون ہے:

(سوال ۱۸۳) بعد خوردن واول خوردن ہر دو دست باید شست یا یک۔

(الجواب) سنت آنست کہ ہر دو دست بشوید، بہ شستن یک دست سنت کاملہ ادا نمی شود۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۵ ص ۳۳۷ الباب الحادی عشر فی الکراھۃ فی الاکل الخ) فقط واللہ اعلم ۔

ہاتھ پہنچوں تک دھونا چاہئے:

(سوال ۱۸۴) دست تا کجا باید شست؟ بہ شستن انگشتان فقط وسنت ادا شود یا نہ؟

(الجواب) ہر دو دست تا برغ باید شست فقط وانگشتان شستن کافی نیست۔

ہاتھ دھو کر رومال سے پوچھنا:

(سوال ۱۸۵) ھل یمسح یدہ قبل الطعام بالمندیل اذا غسلھا قبل الطعام ؟

(الجواب) ولا یمسح یدہ قبل الطعام بالمندیل لیکون اثر الغسل باقیا وقت الاکل ویمسحھا بعد لیزول اثر الطعام بالکلیۃ کذا فی خزانۃ المفتین (الفتاویٰ العالمگیریہ ج۵ ص ۳۳۷ ایضاً)

کھانے پینے میں عیب لگانا کیسا ہے :

(سوال ۱۸۶) کھانے پینے کی چیز پسند نہ آئے اس لئے اس کو برا کہے تو کچھ حرج ہے؟ باورچی کو تنبیہ کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھانا خدا کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں عیب نہ نکالے۔ پسند ہو تو کھائے ورنہ چھوڑ دے۔ حدیث شریف میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال ماعاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاما قط ان اشتھاہ اکلہ وان کرہ ترکہ (مشکوۃ کتاب الاطعمۃ)

یعنی حضور ﷺ کھانے میں کبھی عیب نہ نکالتے تھے۔ جس کی خواہش ہوتی کھا لیتے اور جو کھانا مرغوب نہ ہوتا چھوڑ دیتے تھے۔ البتہ کھانا پکانے میں کوئی کوتاہی یا کسی چیز کی کمی ہو تو اس کو درست کرنے یا آئندہ خیال رکھنے کے لئے باورچی وغیرہ کو تنبیہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طور پر کہے کہ کھانے کی تحقیر وتنقیص لازم نہ آتی ہو۔ فقط

خواہ مخواہ شبہ کرنا:

(سوال ۱۸۷) امام وموذن کا کھانا محلّہ میں سے متعدد جگہوں سے آتا ہے اور جہاں سے کھانا آتا ہے ان کے متعلق معلوم نہیں کہ یہ سود، رشوت لیتے ہیں یا نہیں؟ تو یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) محلّہ سے جو کھانا آتا ہے وہ حلال ہے شک نہ کیا جائے تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں کا ذریعہ معاش کا غالب حصہ سود یا رشوت کا ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹیبل کرسی پر اور الگ الگ پلیٹوں میں کھانا:

(سوال ۱۸۸) ٹیبل کرسی پر اور الگ الگ پلیٹوں میں کھانے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے اور یوں کہا جاتا ہے کہ الگ الگ پلیٹوں میں کھانے سے کھانا ضائع اور برباد نہیں ہوتا، اور ایک ساتھ بڑے خوانچے میں یا بڑی پلیٹ میں کھانے سے جو کھانا بچتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے، تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) زمین پر دسترخوان بچھا کر بیٹھ کر کھانا سنت ہے، ٹیبل کرسی پر کھانے کا طریقہ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے یہ طریقہ متکبروں اور فیشن پرستوں کا ہے لہذا قابل ترک ہے، مالا بدمنہ میں ہے، مسلم را تشبہ بہ کفار وفساق حرام است۔ مسلمان کو کفار اور فساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے (مالا بدمنہ ص ۱۳۱)

اسی طرح ایک ساتھ مل کر ایک برتن میں کھانا بھی مسنون اور باعث برکت ہے الگ الگ پلیٹوں میں کھانا اسلامی طریقہ نہیں ہے، یہ غیر قوم کا طریقہ ہے کہ وہ دعوتوں اور گھروں میں ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں مگر سب کی پلیٹیں الگ الگ ہوتی ہیں اگر مسلمان بھی یہی طریقہ اختیار کریں تو پھر مسلمانوں اور غیر مسلموں میں امتیاز کی کیا صورت ہوگی؟ نیز یہ توہم پرستوں کا طریقہ ہے جو امراض کے متعدی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، حدیث میں ہے عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب ساتھ مل کر کھاؤ الگ الگ

مت کھاؤ، ساتھ مل کر کھانے میں برکت ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۰ باب الضیافۃ)

دوسری حدیث میں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا "انا نا کل ولا نشبع" "ہم کھاتے ہیں لیکن شکم سیری نہیں ہوتی، حضور ﷺ نے فرمایا " فلعلکم تفترقون" شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو، قالوا نعم صحابہ نے کہا جی ہاں، آپ نے ارشاد فرمایا فاجتمعوا علی طعامکم اذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ، رواہ ابو داؤد سب ایک ساتھ مل کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ تمہارے کھانے میں برکت ہوگی (ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۱۷۲ باب فی الاجتماع علی الطعام) (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۹ باب الضیافۃ) (حصن حصین ص ۱۰۹ منزل نمبر ۳)

نیز حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس میں سب ایک ساتھ مل کر کھاتے تھے، عن عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ قال کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قصعۃ یحملها اربعة رجال یقال لها الغراء فلما اضحوا وسجدوا الضحی اتی بتلک وقد ثرد فیها فالتقوا علیها (ای اجتمعوا حولها) الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۹ باب الضیافۃ) (جمع الفوائد)

نیز حدیث میں ہے، خدا کا پسندیدہ کھانا وہ ہے جس میں بہت سے ہاتھ ہوں (جمع الفوائد جلد اول)

یہ ہے اسلامی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور مبارک طریقہ اس مبارک طریقہ کو چھوڑ کر متکبروں اور غیر قوموں کے طریقہ کو اختیار کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

رہا یہ سوال کہ ساتھ کھانے میں کھانا برباد ہوتا ہے تو یہ درحقیقت ایک شیطانی وسوسہ ہے، اگر کھانے والوں کی تعداد کے مطابق کھانا نکالا جائے اور ضرورت پڑنے پر دوسرا کھانا لیا جائے تو کھانا کسی طرح ضائع نہ ہوگا، اور اگر اس کے باوجود بھی کھانا بچ جائے تو اس میں کسی طرح کی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، مومن کے جھوٹے میں شفا ہے، لہٰذا اس کھانے کو ضائع نہ کیا جائے۔

آیت قرآنی لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعاً او اشتاتاً (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ (پارہ نمبر ۱۸ سورۂ نور) سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ مل کر کھاؤ یا تنہا تنہا کھاؤ دونوں جائز ہیں کسی میں کچھ حرج اور گناہ نہیں تو پھر ساتھ مل کر کھانے پر اتنا اصرار کیوں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ آیت میں نفس جواز کو بیان کیا گیا ہے کہ دونوں طرح کھانا جائز ہے، ساتھ مل کر کھاؤ یہ بھی جائز ہے اور کسی وقت تنہا کھانے کا اتفاق ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے، اس میں گناہ نہیں ہے مگر ان دونوں میں افضل طریقہ یہ ہے کہ سب ساتھ مل کر کھائیں اس میں برکت ہے جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے، اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب تک ان کے ساتھ کوئی مہمان نہ ہوتا تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے یا مہمان کی موجودگی میں مہمان ہی کے ساتھ کھانے کو ضروری سمجھتے تھے تو اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ ساتھ مل کر کھاؤ یا تنہا تنہا سب جائز ہے، اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، فوائد عثمانی میں ہے (تنبیہ) آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا بعض حضرات کو دیکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہ کھاتے تھے، معلوم ہوا یہ غلو ہے، البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں تو موجب برکت ہوتا ہے، کما

ورد فی الحدیث (سورۂ نور پارہ نمبر ۱۸ رکوع نمبر ۱۳)

معارف القرآن ادریسی میں ہے: نیز بعض انصار پر جود و کرم کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ لوگ بے مہمان کے تنہا کھانا گوارہ نہیں کرتے تھے اور اپنی جان پر مشقت گوارہ کرتے تھے اور مہمان کا انتظار کرتے تھے، ان کے بارے میں آئندہ آیت اتری، تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ایک جگہ جمع ہو کر اور مل کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ، اور اکیلے اکیلے کھاؤ، اور دل میں یہ خیال نہ کرو کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ، اکیلے اکیلے کھانا بھی جائز ہے مگر مل کر کھانے میں برکت زیادہ ہے (معارف القرآن ادریسی ج ۸ ص ۲۹۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (تفسیر روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۲۱ مطبوعہ مصطفائیہ دیو بند. اور تفسیر مواہب الرحمن ص ۲۲۶، ج ۱۸ ص ۲۲۷ پارہ نمبر ۱۸ وتفسیر روح البیان ج ۱۸ ص ۱۸۱، ۱۸۲)

تنہا کھانے کا رواج آج کل عام ہوتا جا رہا ہے، غیر اقوام اور فیشن پرستوں نے اسے اپنایا ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے، خصوصاً اہل علم حضرات کو۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

مهما صارت السنة شعار الاهل البدعة قلنا بتركها خوفاً من التشبه بهم. یعنی جب کوئی سنت مبتدعین کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم اس میں ان کے مشابہ بن جانے کے خوف سے اس کو بھی ترک کا فتویٰ دیں گے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۷۰ بحوالہ التشبہ فی الاسلام ج ۱ ص ۱۶۳) اللہ تعالیٰ سنت کی عظمت اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حالت جنابت میں کھانا پینا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۸۹) صحبت کے بعد یا احتلام کے بعد غسل سے پہلے جنبی کے لئے کھانا پینا کیسا ہے؟ حلال ہے یا حرام؟ بعض لوگ بالکل حرام کہتے ہیں، مرد وعورت دونوں کا ایک حکم ہے یا کچھ فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صحبت یا احتلام کے بعد غسل کرنے سے پہلے کھانے پینے کی ضرورت پیش آئے تو وضو کر لینا چاہئے، اگر وضو کا بھی موقع نہ ہو تو کم از کم ہاتھ منہ دھو کر کلی کر کے کھانا پینا چاہئے۔ ہاتھ منہ دھونے سے پہلے جنبی کا کھانا پینا مکروہ ہے، مرد وعورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے، حائضہ اس سے مستثنیٰ ہے اس کے لئے مکروہ نہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے:

ویکره للجنب رجلاً كان او امرأة ان یاکل طعاماً او یشرب قبل غسل الیدین والفم ولا یکره ذلک للحائض والمستحب تطهیر الفم فی جمیع المواضع، کذا فی فتاوی قاضی خان (فتاوی عالمگیری ۵ / ۳۳۷، کتاب الکراهیة، باب نمبر ۱۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حاملہ کا مٹی کھانا:

(سوال ۱۹۰) حاملہ عورت کو مٹی کھانے کی رغبت پیدا ہوتی ہے تو مٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اتنی مقدار کھانے کی اجازت ہے کہ صحت کے لئے مضر نہ ہو، فتاوی عالمگیری میں ہے: اکل الطین مکروه ذکر فی فتاوی ابی اللیث ذکر شمس الائمة الحلوانی فی شرح صومه اذا کان یخاف علی نفسه انه لو اکله اورثه ذلک علة او آفة لا یباح له التناول وکذلک هذا فی کل شیء سوی

الطین ، وان کان یتنا ول منه قلیلا او کان یفعل ذلک احیاناً لا بأ س به کذآ فی المحیط، الطین الذی یحمل من مکة ویسمیٰ طین احمر هل الکراهیة فیه کالکراهة فی اکل الطین علی ما جاء فی الحدیث قال الکراهیة فی الجمیع متحدة کذا فی جواهر الفتاویٰ وسئل عن بعض الفقهاء عن اکل الطین البخاری ونحوه قال لا بأس بذلک مالم یضرو کراهیة اکله لا للحرمة بل لتهیج الداء (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۷ ج ۶، کتاب لکراهیة الباب الحادی عشر فی الکراهیة فی الا کل وما یتصل بها) فقط واللہ اعلم بالصواب.

روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھانا:

(سوال ۱۹۱) روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھانا کیسا ہے؟ چار ٹکڑے کر کے کھانا چاہئے یا پوری ہونے کی حالت میں ؟بینوا توجروا۔

(الجواب) روٹی کے چار ٹکڑے کرنا ضروری نہیں ہے، جیسی سہولت ہو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، چار ٹکڑے کرنے کا دستور ان علاقوں میں ہے جن میں شیعوں کا زور ہے اور اس سے اشارہ خلفاء اربعہ کی طرف ہے کہ ہم چاروں کو مانتے ہیں شیعوں کی طرح دو یا تین کے منکر نہیں ہیں۔ فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۷ ج ۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب التصاویر

مکان میں براق کی تصویر رکھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۹۲) بعض مکانوں میں "براق" کی تصویر ہوتی ہے یہ تبرکاً رکھی جاتی ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) ظاہر بات ہے کہ مذکور تصویر اصلی "براق" کی نہیں منگھڑت اور بناوٹی ہے اس کو اصلی براق کی تصویر سمجھنا غلط ہے۔ بناوٹی چیز کو اصل کا نام دینے سے اس کو اصل کے احکام لاحق نہیں ہوتے۔ اگر کوئی خانہ کعبہ اور روضۂ اطہر نامی بہترین عمارت تعمیر کرلے تو کیا وہ مصنوعی جگہ مقدس اور متبرک بن جائے گی اور وہ اصل چیز کے قائم مقام ہوجائے گی؟ اور مسلمانوں پر اس جگہ کو مکرم و معزز سمجھنا ضروری ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جو کوئی باپ کو دیکھے بغیر اپنے ذہن سے باپ کی تصویر بنا کر لوگوں سے کہے کہ یہ میرا باپ ہے تو لوگ اس کو کیا کہیں گے؟ خلاصہ یہ کہ بناوٹی چیز کو اصل کا نام دینا اور برکت کے لئے مکان میں رکھنا وغیرہ جاہلانہ فعل۔ ہے۔

قدوۃ العارفین حضرت شاہ ابوالحسن نصیر آبادی فرماتے ہیں۔ اور اگر مقصد یہ ہو کہ یہ جگہیں یعنی مبارک مقام کی تصویر سازی ثواب کا کام ہے یا ان بناوٹی تصویروں کے ساتھ اصل کے احکام نافذ کریں تو بے شک بدعت سیئہ ہے، بلکہ بہت سی باتوں میں شاید کفر تک پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ تعزیہ کے ساتھ عوام اور بعض خواص لوگوں کا عمل اور دستور ہے (عجالہ نافعہ ص ۱۴) فقہ کی مشہور کتاب "نصاب الاحتساب" سے ایک فتویٰ یہاں پر نقل کرتا ہوں۔

مسئلہ:۔ بعض السوال یجلسون علی القوارع ویعرضون ثیابا مصورة بصور قبور بعض المتبر کین وبلاد هم ویضربون المزمار . عندذلک ویجتمع علیہ بعض الجهلة والسفهاء فما یصنع بهم کچھ فقیر راستہ پر بیٹھ کر بزرگان دین کی قبروں کی تصویر والے کپڑے لوگوں کے سامنے تبرکاً پیش کرتے ہیں اور باجہ بجاتے ہیں۔ جہلاً وحمقاء وہاں جمع ہوتے ہیں لہٰذا ان سے کیسا برتاؤ کیا جائے؟

(الجواب) ینهون عن ذالک وان رئ المصلحة فی تمزیق ذلک الثوب فمزقه فلا ضمان علیه لانه مجتهد فیه فصار ککسر المعازف.

(الجواب) ایسے کاموں سے ان کو روکنا ضروری ہے اور امام مصلحت جانے ان کپڑوں کے پھاڑنے میں تو پھاڑ ڈالے اس پر ان کی قیمت کا تاوان نہیں ہوگا۔ (نصاب الاحتساب الباب السادس ص ۱۶)

اسی کتاب میں ہے۔ روی فی الا خبار ان قوماً خرجوا علی هیئة الحجاج الیٰ زیارة بیت المقدس فردهم عمر رضی اللہ عنه وضربهم بالدرة وقال لهم تریدون ان تجعلوا بیت المقدس کالمسجد الحرام ۔ ایک قوم حاجیوں کی شکل میں بیت المقدس کی زیارت کے لئے جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو روک دیا اور کوڑے لگائے اور فرمایا کہ کیا تم بیت المقدس کو کعبہ بنانا چاہتے ہو؟ (باب ۲۴ ص ۶۰) نصاب الاحتساب۔

جب بیت المقدس جیسی پاک جگہ کے ساتھ مسجد حرام جیسا برتاؤ جائز نہیں تو مصنوعی تصویر کے ساتھ براق

جیسا برتاؤ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس کو نیست ونابود کرنا ضروری ہے۔

فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے کہ فان کل ما عظم بالباطل مکان او زمان او حجر او شجر او بنیۃ یجب قصد اھانتہ کما تھان الا وثان المعبودۃ (ج ۲ ص ۷۶)

ایسی ہر ایک چیز جس کی باطل طریقہ سے تعظیم کی جاتی ہے۔ وہ جگہ ہو یا وقت یا پتھر یا درخت یا کوئی عمارت تو جس طرح پوجا کی مورتیوں کا توڑ دینا ضروری ہے ان چیزوں کا ختم کرنا بھی ضروری ہے۔ ج ۲ ص ۷۶)

یہ فتاویٰ اور دلائل بے جان کے لئے ہیں۔ اور براق تو جاندار ہے اس کی تصویر کسی حالت میں بھی (مذکور خرابی ہو یا نہ ہو) رکھ نہیں سکتے کہ جاندار کی تصویر شرعاً حرام ہے۔ پھر چاہے وہ براق کی ہو۔ یا کسی پیر پیغمبر کی ہو۔ (معاذ اللہ)

خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں تھیں۔ ان کو آنحضرت ﷺ کے حکم سے ختم کیا گیا۔ رہا تبرک کا تصور تو حرام میں برکت کہاں۔ آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نیز ملائکہ تصویر والے مکانوں سے نفرت فرماتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو میں نے مدعو کیا تو آپ ﷺ تشریف لائے مگر مکان میں تصویر دیکھ کر واپس تشریف لے گئے (کنز العمال ج ۲ ص ۲۱۹)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں تصویر کی وجہ سے دعوت رد فرمائی۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۲۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب .

تصویر بنانی سیکھنا سکھانا کیسا ہے۔:

(سوال ۱۹۳) بطور پیشہ وہنر تصویر سازی سیکھنا اور سکھانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ذی روح اور غیر ذی روح اشیاء میں وہ چیز جس کی پرستش کی جاتی ہو (جیسا کہ صلیب) اس کی تصویر بنانی جائز نہیں۔ حدیث شریف میں فن تصویر اور مصور کی سخت مذمت وارد ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ فعلیک بھذا الشجر و کل شئی لیس فیہ روح (یعنی تمہیں تصویر بنانا ہو تو درخت اور ہر ایسی چیز کی تصویر بنا سکتے ہو جس میں جان نہ ہو! (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۳۸۶ باب التصاویر)

یادگار کے لئے یا وطن بھیجنے کے لئے یا شادی کے لئے فوٹو کھچوانا:

(سوال ۱۹۴) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوٹو کھچوایا اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا بہت گناہ ہے تو اس کو بہت افسوس ہوا اور ندامت ہوئی اب اس گناہ سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کوئی صورت ہے؟ اور یادگار کے لئے یا وطن بھیجنے کے لئے یا شادی کی غرض سے لڑکے اور لڑکی کو بتلانے کے لئے تصویر کھنچوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلا ضرورت اور قانونی شرعی مجبوری کے بغیر تصویر بنانا اور بنوانا جائز نہیں گناہ کا کام ہے۔ بنوالی ہو تو ضائع کر دی جائے اور توبہ استغفار کرے اللہ سے، معافی مانگے، یادگار کے لئے یا وطن بھیجنے کے لئے یا لڑکی لڑکے کو بتانے کے لئے

تصویر بنوانے کی شرعاً اجازت نہیں، جس کو دیکھنے کی ضرورت ہو وہ جا کر دیکھ لے اور اس میں تصویر کشی کے گناہ کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دیوی، دیوتاؤں کی تصویروں کو فریم کرنا کیسا ہے:

(سوال ۱۹۵) زید نقشوں اور تصویروں کو شیشے میں لگانے اور طغریٰ بنانے کا کام کرتا ہے جس میں کفار کی دیوی، دیوتاؤں کی تصویریں بھی آتی ہیں، اب سوال یہ ہے کہ زید ایسی تصویروں کی فریم بنا کر اجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمل اور محنت کی اجرت تو فی نفسہ جائز ہے لیکن یہ عمل اعانت علی المعصیت کی وجہ سے مکروہ اور قابل ترک ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گھر میں ٹیلیویژن او وڈیو رکھنا اور اس کو دیکھنا:

(سوال ۱۹۶) گھر میں ٹیلی ویژن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا شمار لہو ولعب میں ہے یا نہیں؟ یہاں اس کا بہت رواج ہوگیا ہے اور اب اس کے ساتھ وڈیو بھی عام ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی صرف خبریں سنے تو کیا حکم ہے؟ لیکن اکثر خبر نشر کرنے والی عورت ہی ہوتی ہے، مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا (از انگلینڈ وغیرہ)

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، ٹیلی ویژن لہو ولعب اور گانے بجانے کا آلہ ہے اس میں جاندار تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، مردوں کی نظر نامحرم عورتوں کی تصویر پر اور عورتوں کی نظر نامحرم مردوں کی تصویر پر پڑتی ہے بلکہ ارادۃً وشوقاً ورغبۃً دیکھا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے، خبریں سننے کے لئے خبر دینے والے کی تصویر دیکھنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا یہ بالکل غیر ضروری ہے اور بسا اوقات اس پر فلم بھی دکھائی جاتی ہے جس میں فحاشی عریانیت اور شہوت انگیز مناظر کی کثرت ہوتی ہے، گھر میں چھوٹے بڑے، ماں بہنیں، بہو بیٹیاں سب ہی ہوتے ہیں اور سب خوب شوق سے دیکھتے ہیں، یہ بے انتہا بے غیرتی اور بے حیائی ہے، بچوں کے اخلاق پر برا اثر پڑنے اور بچپن ہی سے ان کے اندر غلط عادتیں پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے اس کی پوری ذمہ داری اور پورا وبال والدین اور گھر کے بڑوں پر ہوگا لہٰذا اس کے دیکھنے سے مکمل احتراز کیا جائے، اور وڈیو کیسٹ تو عموماً فلم ہی ہوتی ہے اس کی حرمت تو بالکل ظاہر ہے۔

مزاج شریعت یہ ہے کہ بلا ضرورت نہ مرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں کو، اسی میں ان کے قلوب پاکیزہ اور غلط وشہوانی خیالات سے پاک اور صاف رہ سکتے ہیں، قرآن میں ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون . آپ (ﷺ) مؤمنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے دل کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، بے شک خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے کام سے واقف اور باخبر ہے، اسی طرح عورتوں کے متعلق ارشاد خداوندی۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصار ھن ویحفظن فروجھن آپ مؤمن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں (سورۂ نور پارہ نمبر ۱۸)

حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہے اجنبی عورت کو دیکھنے والے پر۔ اور اس عورت پر جس کو دیکھا جائے (مشکوۃ شریف ص ۲۷۰ باب النظر الی المخطوبۃ) نیز حدیث میں ہے عن جریر بن عبداللہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف نظری حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں فوراً اپنی نگاہ ہٹالوں (مشکوۃ شریف ص۲۶۸ باب النظر الی المخطوبہ

نیز حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر سھم مسموم من سھام ابلیس فمن ترکھا خوفاً من اللہ اعطاء اللہ ایماناً یجد حلاوتہ فی قلبہ ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدنظری ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہرآلود تیر ہے جو اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پائے گا (مشکوۃ شریف ص ۲۶۸ باب النظر الی المخطوبہ)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں اتنے میں ایک صحابی نابینا حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیں پردہ کرنے اور ہٹ جانے کا حکم فرمایا، میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں ہم کو نہیں دیکھ سکتے حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہیں؟ عن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذا قبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبامنہ فقلت یا رسول اللہ ! الیس ھو اعمی لا یبصر نا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرا نہ (مشکوۃ شریف ص ۲۶۹ باب النظر الی المخطوبہ)

مجالس الابرار میں ہے فالمرأۃ کلمات کانت مخفیۃ من الرجال کان دینھا اسلم لماروی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لا بنتہ فاطمۃ ای شئی خیر للمرأۃ قالت ان لا تری رجلاً ولا یراھا رجل واستحسن قولہ وضمھا الیہ وقال ذریۃ بعضھا من بعض وکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسدون الثقب والکوی فی الحیطان لئلا تطلع النساء علی الرجال یعنی۔ عورت جب تک مردوں سے چھپی ہوئی رہتی ہے اس کا دین محفوظ رہتا ہے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ عورت کے لئے سب سے بڑی خوبی کی بات کیا ہے؟ عرض کیا وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھے حضور ﷺ کو یہ جواب بہت ہی پسند آیا اور فرمایا اولاد ایک ایک سے ہے (یعنی باپ کا اثر اولاد میں آتا ہی ہے۔) اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دیواروں کے سوراخ اور جھروکے بند کر دیا کرتے تھے کہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں (مجالس الابرار م۵۸ ص۵۶۳)

ٹی ،وی کے پردہ پر جو تصویریں نظر آتی ہیں ان کو دیکھ کر یقیناً دل میں غلط اور شہوانی خیالات ہوں گے اس لئے ان تصویروں کو دیکھنا جائز نہ ہوگا، اور یہ محتاج بیان نہیں ہے کہ آج کل ٹی ،وی میں خبر نشر کرنے والی اور اسی طرح دوسرے پروگرام پیش کرنے والی عموماً عورتیں ہوتی ہیں اور وہ ایسا پرکشش اور باریک لباس زیب تن کئے ہوئے ہوتی ہیں کہ ان کے بدن کا بڑا حصہ برہنہ ہوتا ہے، اور شرعاً یہاں تک حکم ہے کہ اجنبی عورت نے ایسا باریک لباس پہنا ہو جس

سے اس کا بدن ظاہر ہو رہا ہو یا ایسا تنگ اور چست لباس پہنا ہو جس سے ان کے بدن کی کیفیت اور نشیب وفراز معلوم ہوتا ہو تو اس کا لباس بھی دیکھنا جائز نہیں ہے حدیث میں اس پر بہت سخت وعید آئی ہے کہ جو شخص عورت کے لباس کو دیکھے یہاں تک کہ اس کے بدن کا حجم ظاہر ہونے لگے تو اس کو جنت کی خوشبو حاصل نہ ہو سکے گی شامی میں ہے وفی التبیین قالوا ولاباس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب مالم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حینئذ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من تأمل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی یتبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ ۔ الیٰ قولہ ۔ اقول مفادہ ان رویۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفاً لا تری البشر ۃ منہ (شامی ج۵ ص ۳۲۱ کتاب الحظر والا باحۃ فصل فی النظر واللمس)

اگر یہ کہا جائے کہ ٹی وی کی پردہ پر جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ محض عکس ہیں لیکن اس صورت میں بھی شرعاً اس کی قباحت وممانعت باقی رہے گی اس لئے کہ حکم شریعت یہ ہے کہ جس طرح اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح شیشہ یا پانی میں اس کا عکس پڑ رہا ہو تو وہ عکس دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

شامی میں ہے۔ الثانی لم ار مالو انظر الی الا جنبیۃ من المرأۃ او الماء وقد صرحوا فی حرمۃ المصاھرۃ بانھا لا تثبت برؤیۃ فرج من مرأۃ او ماء لان المرئی مثالہ لا عینہ بخلاف مالو نظر من زجاج او ماء ھی فیہ لان البصر ینفذ الزجاج والماء فیری ما فیہ ومفاد ھذاانہ لا یحرم نظر الاجنبیۃ من المرآۃ اوالماء الا ان یفرق بان حرمۃ المصاھرۃ بالنظرو نحوہ مشدد فی شروطھا لان الاصل فیھا الحل بخلاف النظر لانہ انما منع منہ خشیۃ الفتنۃ والشھوۃ وذلک موجود ھنا ورأیت فی فتاویٰ ابن حجر من الشافعیۃ ذکر فیہ خلافاً بینھم رجح الحرمۃبنحو ما قلناہ واللہ تعالیٰ اعلم .

یعنی:۔ اگر اجنبی عورت کا عکس شیشہ یا پانی پر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس کا حکم صراحۃً کسی جگہ نہیں دیکھا، البتہ فقہاء نے حرمۃ مصاہرت کی بحث میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر عورت کی شرمگاہ کا عکس شیشہ یا پانی پر پڑ رہا ہو اور اسے دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں شیشہ اور پانی میں نظر نافذ ہو جاتی ہے اور جو چیز نظر آتی ہے وہ اصل ہوتی ہے، اس بحث کا مفاد یہ ہے کہ اگر اجنبی عورت کا عکس شیشہ (آئینہ) یا پانی پر پڑ رہا ہو تو اس کا دیکھنا حرام نہیں ہے مگر ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ حرمت مصاہرت دیکھنے یا چھونے وغیرہ سے اس وقت ثابت ہوگی جب اس کی تمام شرطیں پائی جائیں اس لئے کہ اصل عورت میں حل ہے برخلاف نظر کے اس لئے کہ بدنظری کے ممنوع ہونے کی وجہ فتنہ اور شہوت کا خوف ہے اور یہ فتنہ یہاں (عکس دیکھنے میں) موجود ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں نے شوافع کی کتاب فتاویٰ ابن حجر دیکھی اس میں انہوں نے اختلاف ذکر کیا ہے اور حرمت کو راجح کیا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا واللہ تعالیٰ اعلم .(شامی مع در مختار ج۸ ص ۳۲۷ فصل فی النظر واللمس)

اگر یہ کہا جائے کہ گا ہے گا ہے اس پر ایسا پروگرام پیش کیا جاتا ہے جس سے معلومات حاصل ہوتی ہیں تو یہ کہا

جائے گا کہ نفع سے زیادہ نقصان ہے اور اثمھما اکبر من نفعھما کا مصداق ہے۔ محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''اگر کوئی کہے کہ مجھے ناجائز گانا بجانا سننے سے یادالٰہی میں کشش اور رغبت بڑھتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے، اس لئے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گانا بجانے کی نہی کے لئے فرق نہیں کیا ہے، اگر ایسے اعذار اور بہانے قابل قبول ہوتے تو طوائف کا گانا سننا اس کے لئے جائز ہوتا جو دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے وہ خوشی پر برانگیختہ نہیں کرتا اور نشہ آوری چیزوں کا پینا اس کے لئے جائز ہوتا جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس کے پینے سے نشہ میں نہیں آتا اور بہت سے حرام کاموں سے محفوظ رہتا ہوں اگر کوئی کہے کہ جب میں حسین اور خوبصورت لڑکے اور پرائی عورتوں کو دیکھتا ہوں اور ان کے ہمراہ تنہائی میں بیٹھتا ہوں تو خدا کی قدرت کا نظارہ اور خوبصورتی سے عبرت حاصل کرتا ہوں تو اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ اس کا ترک کرنا واجب ہے اور حرام چیزوں کے لئے استعمال سے نصیحت اور موعظت حاصل کرنا حرام کاری سے بدتر ہے اور وہ شخص خدا کی راہ میں بدکاری اور حرام کاری کرنا چاہتا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے ایسے لوگ اپنی خواہش اور ہوی کے مطابق چلتے ہیں، یہ قابل قبول اور قابل توجہ نہیں ہے وان قال قائل اسمعھا علی معان اسلم فیھا عند اللہ تعالیٰ کذبناہ لان الشرع لم یفرق بین ذلک ولو جاز لا حد جاز للانبیاء علیھم السلام ولو کان ذاللاعذار لا جزنا سماع القیان لمن یدعی انہ لا یطربہ وشرب المسکر لمن ادعی انہ لا یسکرہ فلو قال عادتی انی متی شربت الخمر کففت عن الحرام لم یبح لہ ولو قال عادتی اذا شھدت الا مردو الا جنبیات وخلوت بھم اعتبرت فی حسنھم لم یجزلہ ذلک واجیب ان الاعتبار بغیر المحرمات اکثر من ذلک وانما ھذہ طریقۃ من اراد بطریق اللہ عزوجل فیرکب ھواہ فلا نسلم لا صحابھا ولا نلتفت الیھم .(غنیۃ الطالبین ص ۲۵)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ ٹیلی ویژن آلہ لہو ولعب ہے تو ٹیلی ویژن اور ویڈیو کیسٹ گھر میں رکھنا بھی مکروہ اور گناہ کا کام ہے اگرچہ استعمال نہ کیا جائے چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ولو امسک فی بیتہ شیئاً من المعازف والملاھی کرہ ویأثم وان کان لا یستعملھا لا ن امساک ھذہ الا شیاء یکون للھو عادۃً (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۳۸ کتاب الکراھیۃ نوع فی السلام)

وقت خدا کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے، ٹی وی اور ویڈیو دیکھنے سے آخرت کا کون سا فائدہ ہوگا؟ بلکہ خسارہ ہی خسارہ ہے، اللہ کے ذکر سے غافل کرنے والی اور فکر آخرت کو ختم کرنے والی چیز ہے اور جو چیز انسان کو اللہ کے ذکر اور موت کے فکر اور اپنے مقصد حیات سے غافل کردے وہ منحوس اور بیکار ہے حدیث میں ہے من حسن اسلام المراء ترکہ مالا یعنیہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے، اور حدیث میں ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاشر عشرۃ مقام رجل من الا نصار فقال یا نبی اللہ من اکیس الناس واحزم الناس قال اکثرھم ذکر اللموت واکثرھم استعداداً للموت اولئک الا کیاس ذھبوا لشرف الدنیا وکرامۃ الآخرۃ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی جس میں ایک میں بھی تھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک انصاری صحابیؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضور

ﷺ نے ارشاد فرمایا جو لوگ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے اور موت کے لئے سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔ (بحوالہ موت کی یاد از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ ص ۲)

لہذا انسان کو جو وقت ملا ہے اسے موت اور آخرت کی تیاری میں صرف کرنا چاہئے بیکار اور لغو کاموں میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است

یادالٰہی کی علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونا عمر ضائع کرنا ہے عشق الٰہی کے سوا جو کچھ کیا جائے بیکار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو لغو اور بیکار چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور وقت کی قدر نصیب کرے آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ آخر میں ٹی وی کی مضرات پر ایک جرمن ڈاکٹر کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

صدق جدید لکھنو ۲۴ اگست ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں ہے؟ ''جرمن ڈاکٹر نے خبردار کیا ہے کہ اسکول جانے والی عمر کے بچوں کو ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت کسی حال میں نہ دینی چاہئے کیونکہ اس کے دیکھتے رہنے سے ان میں حصول علم کی طلب جاتی رہتی ہے اور وہ اپنی معصومیت بھی کھو بیٹھتے ہیں اور حقائق کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت ان میں رفتہ رفتہ ختم ہوجاتی ہے، بچوں کی ذہن پر ٹیلی ویژن کے جو مضر اثرات پڑتے ہیں ان کی ایک نمایاں مثال دیتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا کہ ایک بچہ سے جو ٹیلی ویژن دیکھتا رہتا ہے جب یہ بتایا گیا کہ اس کے دادا کی موت واقع ہوگئی تو اس نے بے ساختہ سوال کیا کہ دادا جان کو گولی کس نے ماری؟ قتل وجرائم کے مناظر ٹیلی ویژن پر دیکھتے رہنے ہی کا نتیجہ تھا کہ بچہ یہ سوال کر بیٹھا۔ ذہنی ودماغی صلاحیتوں پر اثر ڈالنے کے ساتھ ٹیلی ویژن کا جو اثر بچوں کی عام صحت خصوصاً بصارت پر پڑتا ہے وہ سب پر روشن ہے لیکن افسوس جس خطرہ کو محسوس کر کے مغرب کی ماہرین فن بچوں کے لئے اس کے استعمال کو ممنوع قرار دے رہے ہیں ہمارے ملک میں اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اس سے زیادہ فروغ دینے کی کوشش سرکاری سطح پر کی جارہی ہے اور اس پر فخر کیا جارہا ہے اور شہروں کی طرح دیہاتوں میں بھی حکومت ٹیلی ویژن کا انتظام کرتی جارہتی ہے۔

''نشیمن'' بنگلور ۱۶ ستمبر ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں ہے ''آج کل ٹیلی ویژن پر ملک اور غیر ملکی فلمیں دکھائی جارہی ہیں، جن میں بوس وکنار، چوما چاٹی، لپٹا چھپٹی سب ہوتی ہے، کیا ایسے مناظر کا گھر میں دکھایا جانا اور باپ بیٹی، ماں بیٹے، ساس اور داماد وغیرہ کا ایک ساتھ مل بیٹھ کر دیکھنا اچھی بات ہے؟ کیا تہذیب اور اخلاق ایسے مناظر دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ اب تو وی سی آر (ویڈیو) بھی اس برائی کے طوفان میں اضافہ کررہا ہے۔ (بحوالہ کیلنڈر دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لکڑی کے ذریعہ بنائے جانے والے مناظر میں جاندار کی تصویر کا حکم:

(سوال ۱۹۷) ہمارے یہاں لکڑی کے ایک تختہ پر چھوٹے چھوٹے لکڑیوں کے ٹکڑوں کو جما کر پہاڑ یا سمندر، درخت وغیرہ کے قدرتی مناظر بناتے ہیں، اسی طرح ہاتھی، گھوڑا گائے وغیرہ مختلف جانوروں کی تصویر بناتے ہیں، ایسی چیزوں کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ لوگ ان مناظر یا جانوروں کی تصویر کو اپنے گھروں میں آفسوں وغیرہ میں آویزاں کرتے ہیں، گھر میں یہ مناظر وغیرہ آویزاں کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ذی روح کی تصویر بنانا اور اسے گھر میں یا کسی اور جگہ آویزاں کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، گناہ کبیرہ ہے، البتہ غیر ذی روح جیسے درخت، سمندر، پہاڑ وغیرہ کے مناظر (بشرطیکہ اس میں ذی روح جانور وغیرہ کی تصویر نہ ہو اور اس کی پوجا نہ کی جاتی ہو) بنانا گھر وغیرہ میں رکھنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے، مشکوۃ شریف میں بخاری ومسلم کی روایت نقل فرمائی ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها نفساً فیعذبه فی جهنم قال ابن عباس رضی اللہ عنه فان کنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر وما لا روح فیه متفق علیه (مشکوۃ شریف ص ۳۸۵، ص ۳۸۶، باب التصاویر) یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہے ہر تصویر کے بدلہ جو اس نے (دنیا میں) بنائی، ایک شخص پیدا کیا جائے گا پس وہ شخص جہنم میں اس کو عذاب دے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم کو تصویر بنانا ہی ضروری ہو تو درخت کی اور ایسی چیزوں کی تصویر بناؤ جس میں جان (روح) نہ ہو (مشکوۃ شریف)۔

شامی میں ہے: قال فی البحر وفی الخلاصة وتکره التصاویر علی الثوب صلی فیه اولا انتهی وهذه الکراهية تحريمية وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علی تحريم تصوير الحيوان وقال وسواء صنعه لما يمتهن اولغيره فصنعه حرام بکل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ وسواء کان فی ثوب او بساط او درهم وانا وحائط وغيرها (شامی ص ۶۰۶ ج ۱ مکروهات الصلوة)

عالمگیری میں ہے: اذا کان الرجل يبيع الثياب المصورة او ينسجها لا تقبل شهادته (فتاویٰ عالمگیری)

درمختار میں ہے:۔ اشتری ثوراً او فرساً من خزف لا جل استئناس الصبی لا يصح ولا قيمة له فلا يضمن متلفه (درمختار مع شامی ج ۴ ص ۲۹۷ کتاب البيوع باب المتفرقات)

کبیری میں ہے: ویکره التصاویر علی الثوب صلی فيه اولم يصل (کبیری ص ۳۴۶)

فتاویٰ دارالعلوم قدیم میں ہے:

(الجواب) کسی جاندار کی صورت بنانا خواہ مجسمہ کی صورت میں یا نقش اور رنگ کی صورت میں اور پھر خواہ قلم سے اس کی نقاشی کی جاوے یا پریس وغیرہ میں اس کو چھاپا جائے اور یا فوٹو کے ذریعہ عکس کو قائم کیا جائے یہ سب بلا شبہ تصاویر

وتماثیل ہیں جن کی حرمت پر اس قدر احادیث صحیح وارد ہیں کہ اگر تواتر کا دعویٰ کیا جائے تو غالباً صحیح ہوگا۔ الی قولہ۔ احادیث مذکورہ اور عبارات فقہاء سے یہ بھی ثابت ہے کہ فوٹو اور مطلق تصویر کھینچنا کھنچوانا اور ان کا استعمال کرنا اور ان کا اپنے پاس رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور کرنے والا ان افعال کا فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے جب کہ دوسرا امام صالح مل سکتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔ کما صرح به فی رد المحتار وعامة کتب المذهب، والله سبحانه وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح محمد اعزاز علی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ دارالعلوم قدیم، امداد المفتین ج ۷، ۸، ص ۲۵۶، ۲۵۷)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:۔

(الجواب) جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے خواہ کاغذ پر ہو خواہ کپڑے پر چاہے قلم سے بنائی جائے یا مشین سے یا کسی اور آلہ سے یکدم بنالیا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں ہو یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں، بہر صورت ناجائز اور گناہ ہے اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے روپیہ کی لالچ میں ہو یا ویسے ہی نفس کی خواہش سے ہو کسی طرح اجازت نہیں ہے جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہیں ہوگا، سچے مسلمان کی آزمائش کا یہی موقع ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ نقصان اٹھاتا ہے الخ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۴۶ ج ۵)

ایک دوسری جگہ تحریر فرمایا ہے: بے جان، درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا اتارنا درست ہے: قال العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الکبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد (ای اشد الناس عذاباً عند الله المصورون) وسواء صنعه لما يمتهن ام لغيره فصنعه حرام لکل حال وسواء کان فی ثوب او بساط او درهم او دينار او فلس او اناء او حائط او غيرهما فاما تصوير ما ليس فيه صورة الحيوان فليس بحرام اه (فتح الباری ص ۳۱۵ ج ۱۰) فتاویٰ محمودیہ ص ۹۰، ۹۱ ج ۵۔ فقط والله اعلم بالصواب.

لباس زینت

ریشمی کپڑے اور سونے چاندی کے زیور یا گھڑی:

(سوال ۱۹۸) ریشمی کپڑے پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) مردوں کے لئے نماز وغیرہ میں ریشمی لباس حرام ہے۔ جبہ وغیرہ میں چار انگل جتنا چوڑا ریشم بطور استر استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔[1] فقط واللہ اعلم۔

جانگیہ پہننے کا مسئلہ:

(سوال ۱۹۹) اپنے حنفی مذہب میں مرد کے لئے گھٹنے چھپانا فرض ہے یا نہیں؟ گھٹنہ کھلا رہے ایسا نصف پاجامہ (جانگیہ) پہننے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث سے جواب عنایت فرمائیں۔

(الجواب) مرد کا ستر (جس کا چھپانا ضروری ہے) ناف سے گھٹنے تک ہے، نماز اور خارج نماز ناف سے گھٹنے تک بدن چھپانا ضروری وفرض ہے۔ اس میں سے کوئی بھی حصہ عذر شرعی کے بغیر کھلا رکھنا جائز نہیں ہے، موجب گناہ ہے (البتہ گھٹنے اور شرم گاہ کے کشف کا گناہ برابر نہیں ہے) ستر کے متعلق قرآن شریف میں ہے:۔

یا بنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سو اتکم وریشاً یعنی اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا ہے جو تمہارے ستر کو چھپاتا ہے اور باعث زینت بھی ہے (پ ۸ سورہ اعراف ع ۳)

اس کی تفصیل حدیث شریف اور کتب فقہ میں ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ الرکبۃ من العورۃ ۔ گھٹنا بھی داخل ستر ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۱۹ باب الستر عینی شرح ھدایہ ج ۱ ص ۵۶۴)

ہدایہ میں ہے کہ مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ستر میں داخل ہے (یعنی گھٹنا چھپانا بھی ضروری ہے ۔ (ج ۱ ص ۲ ۷ باب شروط الصلوۃ التی تتقدمھا) ایسا جانگیہ (نصف پاجامہ) پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے جس میں گھٹنے کھلے رہیں!

آپ کی سہولت اور مزید اطمینان کے لئے ہند کے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی مشہور کتاب "تعلیم الاسلام" کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے:۔

(سوال) ستر چھپانے سے کیا مراد ہے؟

(الجواب) مرد کو ناف سے گھٹنے تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے ایسا فرض ہے کہ نماز کے اندر بھی فرض ہے اور نماز کے باہر بھی فرض ہے! (ج ۳ ص ۴۰)

(۱) یجب ان یعلم ان لبس الحریر وھو ما کانت لحمتہ حریرا وسداہ حریر احرام علی الرجال فی جمیع الاحوال وروی بشر عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لا باس بالعلم من الحریر فی الثوب اذا کان اربعۃ اصابع او دونھا ولم الحک فیہ خلافا ۔ فتاوی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب التاسع فی اللبس ج ۵ ص ۳۳۱، ۳۳۲.

کیا سونے کی گلیٹ چڑھی ہوئی گھڑی مرد پہن سکتا ہے:

(سوال ۲۰۰) گھڑی پیتل کی ہے اس پر سونے کی گلیٹ چڑھائی ہے تو مرد اس کو پہنے یا نہیں؟ اس کو پاس رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) سونے چاندی کی گلیٹ چڑھائی ہوئی گھڑی مرد پہن سکتا ہے۔ لیکن نہ پہننا بہتر ہے اور پاس رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

حجاج کرام جو رومال لاتے ہیں وہ عمامہ کے قائم مقام ہے؟:

(سوال ۲۰۱) عمامہ کا طول وعرض کتنے گز ہونا چاہے حاجی لوگ جو رومال لاتے ہیں اس کو عمامہ کے قائم مقام شمار کر سکتے ہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) عمامہ کی طول وعرض کی کوئی حد متعین نہیں۔ عرف میں جس کو عمامہ کہتے ہیں اسی کو مان لیا جائے ۔ لہذا امام جو رومال سر پر باندھتے ہیں اس کو عمامہ کہہ سکتے ہیں۔ فقط

سونے چاندی کا فاؤنٹن:

(سوال ۲۰۲) ایک خالص چاندی کا فاؤنٹن (قلم) مسلمان استعمال کر سکتے ہیں۔ حال ہی میں مشہور عالم "شیفر پن کمپنی" نے خالص چاندی منقش قلم مارکیٹ میں داخل کیا ہے۔ قیمت ۲۵ ڈالر ہے۔ یعنی تقریباً دو سو ۲۰۰ روپے اور اس کا کوئی خاص نام بھی رکھا ہے۔ میں منگوانا چاہتا ہوں۔ اچھی قلموں کا مجھے بہت شوق ہے لیکن سونے چاندی کی چیزیں مسلمان استعمال نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں ہچکچاتا ہوں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) خالص چاندی یا سونے کا بنا ہوا قلم مرد اور عورت دونوں کے لئے جائز نہیں ہے اور جس دھات میں چاندی یا سونے کا حصہ غالب یا مساوی ہو تو اس کا حکم بھی خالص چاندی اور سونے کا ہے۔ اگر نب سونے چاندی کی ہو تو اس کا استعمال بھی درست نہیں ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصوب۔

کھلے سر پھرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۰۳) فیشن ایبل لوگ کھلے سر پھرتے ہیں۔ نماز کے وقت سر پر جس طرح ہو رومال باندھتے ہیں یا محض ٹوپی پہنتے ہیں۔ جو مسجد سے نکلتے ہیں سر سے اتار کر جیب میں رکھ دیتے ہیں یا ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔ شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلا عذر شرعی اور بلا وجہ شرعی کھلے سر پھرنے کی عادت ظاہر ہے کہ ناپسندیدہ ہے خلاف ادب ہے اور فساق کا شعار

(۱) ولا باس بالانتفاع بالاوانی المموھۃ بالذھب والفضۃ بالاجماع کذا فی الاختیار شرح المختار فتاوی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب العاشر ج ۵ ص ۳۳۵.

(۲) یکرہ ان یکتب بالقلم المتخذ من الذھب والفضۃ او من دواۃ کذلک الخ فتاوی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب العاشر

ہے۔شرعاً مکروہ ہے۔اس سے احتراز ضروری ہے۔پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
ویکرہ کشف راسه بین الناس وما لیس بعورۃ مما جرت العادۃ بسترہ! یعنی:۔اپنے سر کو اور بدن کے اس حصہ کو جو ستر میں داخل نہیں ہے۔مگر باشریعت یا تہذیب نیک لوگوں کا طریقہ یا ان کی عادت یہی ہے کہ وہ اس کو چھپائے رکھتے ہیں تو سر کو یا بدن کے ایسے حصہ کو لوگوں کے سامنے کھولنا مکروہ ہے۔(غنیۃ الطالبین ص ۱۳ ج ۱)
علامہ جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ ولا یخفی علی عاقل ان کشف الراس مستقبح وفیه اسقاط مروۃ وترک ادب وانما یقع فی المناسک تعبداً للہ ۔ یعنی! عاقل شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے سر کھلا رکھنا مکروہ ہے۔جس کو بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔شرافت، اور مروت وادب اور شریفانہ تہذیب کے خلاف ہے۔شریعت میں صرف احرام حج میں سر کھلا رکھنے کا حکم ہے جس کا مقصود تعبد ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی نیاز مندی اور اپنی بندگی کا اظہار یہ تعبد کسی اور کے لئے جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ناجائز اور مشتبہ لباس تیار کرنا:

(سوال ۲۰۴) ایک مسلمان درزی دوسرے مسلمان کو یہود و نصاریٰ کا لباس سی کر دیتا ہے تو وہ درزی من تشبه بقوم فهو منهم کی معاونت کرنے والوں میں داخل ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) ایسا لباس جس میں کفار اور فساق سے تشبہ لازم آتا ہو مسلمان کے لئے پہننا مکروہ وممنوع ہے۔مالابدمنہ ہے۔مرد را تشبہ بزناں، وزن را تشبہ بمرداں ۔ومسلم را تشبہ بہ کفار وفساق حرام است۔یعنی مرد کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار اور فساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے(مالابدمنہ ص ۱۳۰)
دیندار مسلمان اور علماء جس لباس کو اختیار کریں اسے اختیار کیا جائے اور جس لباس سے دیندار مسلمان اور علماء احتراز کریں اس سے بچا جائے، اور ایسا لباس جس میں کفار یا فساق سے مشابہت لازم آتی ہو تیار کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے شامی میں ہے۔ امرہ انسان ان یتخذ له خفاً علی زی المجوس او الفسقۃ او خیاطاً امرہ ان یتخذ له ثوباً علی زی الفساق یکرہ له ان یفعل لانه سبب التشبه بالمجوس والفسقۃ ۔ یعنی کسی موچی سے کسی نے یہ فرمائش کی کہ تو مجھ کو ایسا موزہ بنادے جو مجوسیوں یا فاسقوں کے انداز پر ہے، یا درزی سے کہا کہ تو مجھے اہل فسق کا لباس تیار کردے تو ان پیشہ وروں کو ایسی چیز کا بنا کر دینا شرعاً مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں کفار اور فساق سے مشابہت ہوتی ہے۔(شامی ج۵ ص ۳۴۵ کتاب الحضر والاباحۃ فصل فی اللبس) مالاآثام ص ۹۶)فقط واللہ اعلم بالصواب .

سونے کے بٹن استعمال کرنا:

(سوال ۲۰۵) سونے کے بٹن استعمال کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) سونے کی گھنڈی جو کپڑے سے الگ نہیں ہوتی، ملحق ہوتی ہے، جائز ہے۔جو سونے کے بٹن گھنڈی کے مانند نہیں ہیں الگ ہوتے رہتے ہیں اس کا یہ حکم نہیں ہے۔
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں الجواب مدت ہوئی حضرت مولانا قاری

عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ اس ازرار سے مراد کاجتوں کی گھنڈی ہے، بٹن اس میں داخل نہیں، ان کے صاحبزادے قاری عبدالسلام مرحوم سے سن کر صفائی معاملات کے اس مسئلہ میں مجھ کو تردد ہو گیا ہے، اور اس وقت احتیاط کے درجہ میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ (ترجیح خامسہ ص ۱۱۲)(امداد الفتاوی ج۴ ص ۱۲۵، ۱۲۶)فقط واللہ اعلم بالصواب .

مصنوعی دانتوں میں سونے کے دانت بنوانا:

(سوال ۲۰۶) عذر کے وقت سونے کے ایک دو دانت لگوانا جائز ہے لیکن اگر کسی کے سب دانت مصنوعی ہوں اور ان مصنوعی دانتوں میں جسے چوکھٹہ کہتے ہیں سونے کے ایک دو دانت لگوالے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) اس صورت میں کوئی شرعی عذر نہیں پایا جاتا مصنوعی دانتوں (چوکھٹہ) کو نکال کر دھو سکتے ہیں، صاف کر سکتے ہیں اس لئے اس میں بدبو پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے لہذا اس صورت میں سونے کے دانت بنوانے کی اجازت نہیں، پہلی صورت میں عذر شرعی (کہ کسی اور چیز کا دانت بنوانے میں بدبو آتی ہے) پایا جاتا ہے اس لئے وہاں اجازت ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سینٹ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں

(سوال ۲۰۷) سینٹ جس میں الکوہل کی ملاوٹ کبھی ۹۰ فیصد کبھی ۷۰ فیصد کبھی ۶۰ فیصد ہوتی ہے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس کو لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) اسپرٹ کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ یہ تیز شراب کا جوہر ہے اس میں سے بذریعہ علم کیمیا خاص نشی جز علیحدہ کر لیا جاتا ہے اس کا نام الکوہل ہے، اگر انگور یا کھجور یا منقی سے بنی ہو تو بالاتفاق ناپاک اور حرام ہے، ایک قطرہ بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور جو اسپرٹ، بیر، آلو، جو، گیہوں، مہوا، سے بنتی ہے اس میں اختلاف ہے نمازی آدمی کو ایسی اسپرٹ لگانے سے بچنا چاہئے، لیکن اگر کسی نے ایسا سینٹ لگا کر نماز پڑھ لی تو چونکہ اسپرٹ کی مقدار مانع جواز سے کم ہوگی اس لئے نماز ادا ہو جائے گی لیکن کراہت سے خالی نہیں، اور اگر سینٹ کی شیشی سے بدن پر چھڑکا (اسپرے کیا) تو اس کی مقدار زیادہ ہوگی لہذا نماز مشتبہ ہوگی اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گھڑی کی گرفت کے لئے اسٹیل یا لوہے کی چین استعمال کرنا:

(سوال ۲۰۸) آج کل جو گھڑیاں ہاتھ میں باندھتے ہیں اس میں پٹہ یا چین اسٹیل یا لوہے کا ہوتا ہے بعض کا کہنا ہے کہ اس کا استعمال بحالت نماز جائز نہیں ہے لہذا آنجناب نماز وغیر نماز میں اس کے جواز یا عدم جواز کے متعلق تحریر فرمادیں۔
(الجواب) گھڑی کی گرفت کے لئے چمڑا موجود ہے اور دوسری اشیاء کے مقابلہ میں زیادہ موزوں بھی ہے لہذا احتیاط اس میں ہے کہ چمڑے کا پٹہ استعمال کیا جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لوہا پیتل یا تانبے کی انگوٹھی پہننا:

(سوال ۲۰۹) مرد کے لئے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات مثلاً لوہا، تانبا، اسٹیل کی انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں، اور عورتوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) چاندی کے علاوہ کسی اور دھات (مثلاً سونا، لونا، تانبا، پیتل) کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز نہیں ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی مکروہ ہے۔ شامی میں ہے وفی الجوهرة والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء (شامی ج۵ ص ۳۱۵ كتاب الحضر والاباحة فصل فی اللبس) فتاویٰ عالمگیری میں ہے وفی الخجندی التختم بالحديد والصفرو الرصاص مكروه للرجال والنساء جميعاً (فتاویٰ عالمگیری كتاب الكراهية الباب العاشرج٦ ص ۳۳۴ كتاب الكراهية الباب العاشر) مالابدمنہ میں ہے۔ مسئلہ: انگشتری از آہن وسنگ وروئین جائز نیست (مالا بد منه ص ۱۱۰ فصل در لباس) البتہ لوہے کی وہ انگوٹھی جس پر چاندی چڑھا دی گئی ہو تو اس کی پہننے میں حرج نہیں۔ عالمگیری میں ہے ولا باس بان يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة اولبس بفضة حتى لا يرى كذا فی المحيط (ج٦ ص ۳۳۴ ايضاً)(شامی ج۵ ص ۳۱٦) فقط والله اعلم بالصواب.

خلاف شرع لباس سینا اور بچا ہو کپڑا رکھ لینا:

(سوال ۲۱۰) درزی جو شریعت کے خلاف کپڑے سیتے ہیں، یا بچا ہوا کپڑا اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، تو ان کا شریعت کے خلاف کپڑے سینا اور بچا ہوا کپڑا اپنے پاس رکھ لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسا لباس سینا جو شریعت کے خلاف ہو کراہت سے خالی نہیں ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو) کے پیش نظر ایسا لباس نہ سینا چاہئے۔

شامی میں ہے: وان كان اسكافاً امره انسان ان يتخذ له خفاً على زى المجوس او الفسقة او خياطاً امره ان يتخذ له ثوباً على زى الفساق يكره له ان يفعل لانه سبب التشبه بالمجوس والفسقة، یعنی۔ موچی کو کسی نے کہا کہ مجوسیوں یا فساق کے طرز کا جوتا بنادے یا درزی سے کہا کہ فساق کے طرز پر کپڑا سی دے تو اس کے حکم کے مطابق جوتا یا کپڑا سینا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں مجوسیوں یا فساق کے ساتھ مشابہت ہے۔ (شامی ص ۳۴۵ ج۵، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع)

بہشتی زیور میں ہے: مسئلہ نمبر ۱۷: ناجائز لباس کا سی کر دینا بھی جائز نہیں مثلاً شوہر ایسا لباس سلوادے جو اس کو پہننا جائز نہیں تو عذر کردے، اسی طرح درزن سلائی پر ایسا کپڑا نہ سئے۔ (بهشتی زيور ص ۸۰ حصه تیسرا، متفرقات)

درزی کے پاس جو کپڑا بچا ہوا گر وہ ایسی معمولی سی کترن ہو کہ کپڑے کے مالک خود اسے چھوڑ دیتے ہوں اور سے نہ لے جاتے ہوں تو ایسی معمولی کترن درزی استعمال کرلے تو کوئی حرج نہیں گنجائش ہے کہ حکماً اجازت ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے: معمولی کترن جو مالک پارچہ خود بھی چھوڑ دیتے ہیں ان کی لے جانے کا اہتمام نہیں کرے، اگر درزی وہ کترین کسی کپڑے میں لگادے تو اس کو پہننا جائز ہے۔ (فتاوىٰ دار العلوم قديم ص ۲۸۴ ج۷، ۸)(امداد المفتيين)

لیکن اگر بچا ہوا بڑا اور کارآمد ہو اور مالک عموماً ایسے ٹکڑے نہ چھوڑتے ہوں تو اگر مالک کی اجازت سے درزی وہ کپڑا اپنے پاس رکھ لے تب تو وہ استعمال کرسکتا ہے اور اگر مالک کی اجازت نہ ہو یا مالک سے چھپا کر کپڑا بچالے تو یہ کپڑا چوری کا کہلائے گا اور اس کپڑے کا استعمال اس کے لئے جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس بٹن پر سونے کا پانی ہو وہ استعمال کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۱۱) مردوں کے لئے ایسے بٹن کرتے میں پہننا جس پر سونے کا پانی ہو، شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسے بٹن استعمال کرنے میں حرج نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: اما المطلى فلا بأس به بالاجماع بلا فرق بين لجام وركاب وغيرهما لان الطلاء مستهلک فلا عبرة للونه عينى وغيره وفی رد المحتار (قوله والخلاف فی المفضض) اراد به ما فيه قطعة فضة فيشمل المضبب والا ظهر عبارة العينى وغيره وهى وهذا الا ختلاف فيما يخلص واما التموية الذى لا يخلص فلا بأس به بالاجماع لانه مستهلک فلاعبرة ببقائه لونا ا ه (درمختار ورد المحتار ص ۳۰۱ ج۵ كتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے: اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز میں چاندی سونا علیحدہ ہوسکتا ہو اور مطلی یعنی جس پر چاندی سونے کا پانی پھرا ہو سو وہ بالاجماع درست ہے بدون فرق کے لگام اور رکاب وغیرہما کے اس واسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہیں ہوسکتا تو اس کی فقط رنگت کا کچھ اعتبار نہیں، كذا فی العينی وغيره (غاية الا وطار ص ۱۹۸ ج۴)

ہدایہ اخیرین میں ہے: وهذا الا ختلاف فيما يخلص فاما التمويه الذى لا يخلص فلا بأس به بالا جماع (هدايه اخيرين ص ۴۳۷ ج۴ كتاب الكراهية فصل فی اللبس)

عین الہدایہ میں ہے: اور یہ اختلاف مذکور ایسی صورت میں ہے کہ وہ جدا ہوسکے۔ ف۔ یعنی جن اشیاء میں اول سے آخر تک سونے یا چاندی سے مفضض یا مضبب ہونے میں ابوحنیفہ کے ساتھ ابو یوسف کا اختلاف بیان کیا گیا ہے ایسی صورت میں ہے کہ ان چیزوں سے سونا و چاندی جدا ہوسکتا تھا یعنی جڑاؤ باہر ہو کہ اس کو جدا کرنا ممکن ہو اور کھپ نہیں گیا ہو فاما التمويه الذى لا يخلص فلابأس به بالا جماع اور ملمع یعنی سونے چاندی کا پانی پھرا ہوا جو الگ نہیں ہوسکتا ہے تو اس میں بالاجماع مضائقہ نہیں ہے۔ ف یعنی امام ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد سب کے نزدیک ملمع جائز ہے اگرچہ شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں (عين الهدايه ص ۲۱۷، ص ۲۱۸ ج۴) فقط والله اعلم بالصواب

عورتوں کا بیوٹی پارلر میں منہ دھلوانا:

(سوال ۲۱۲) آج کل بیوٹی پارلر میں منہ دھلوانے کی فیشن بہت عام ہو رہی ہے، عورتیں زیب وزینت کے لئے وہاں جاتی ہیں، چہرے پر سیاہ داغ دھبہ ہوں یا رنگ سیاہ ہو تو کریم وغیرہ لگا کر خاص انداز سے منہ دھوتے ہیں جس سے وقتی طور پر رنگ نکھر جاتا ہے اور خوبصورتی معلوم ہونے لگتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ عورت اپنے شوہر کے لئے زیب و زینت کے لئے وہاں جائے تو کیا حکم ہوگا، یہ سب کام عورتیں کرتی ہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) فضول خرچی اور لغو کام ہے بلکہ دھوکا بازی بھی ہے اپنی اصلی رنگ کو چھپانا اور مصنوعی خوبصورتی کی نمائش کرنا ہے اس قسم کے کاموں میں سے بچنا چاہئے۔

عورت اپنے شوہر کی خاطر سادہ اور پرانے طریقہ کے مطابق جو فیشن میں داخل نہ ہو اور فجار وفساق کفار کے ساتھ مشابہت لازم نہ آتی ہو، ایسی زیب وزینت کر سکتی ہے بلکہ مطلوب ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ان شرٹ (پتلون میں قمیص) کرنے کا حکم:

(سوال ۲۱۳) قمیص یا شرٹ کو پتلون کے اندر داخل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! آپ ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔

لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبر وذراعاً بذراع (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۳۴)

ترجمہ: تم ضرور بالضرور پہلی امتوں (یہود اور نصاریٰ) کے بالکل نقش قدم پر چلوگے۔

لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منهم من اتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلک (مشکوة شریف ص ۳۰ باب الا عتصام)

ترجمہ: ضرور میری امت پر ایک زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا تم ان کے نقش قدم پر اس حد تک چلوگے کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی ایسا شخص نکلے گا جو اپنی ماں سے اپنا منہ کالا کر کے رہے گا (مشکوة ص ۳۰، باب الاعتصام)

لباس تو لباس عبادت میں غیر کی مشابہت جائز نہیں رکھی گئی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سمیت فرعون سے نجات حاصل کرنے کے شکریہ میں عاشوراء (دسویں محرم) کا روزہ رکھا، جس کی یادگار کو آخیر تک علمائے یہود نے باقی رکھا آپ ﷺ نے یہ جان کر فرمایا کہ اس یادگار کو باقی رکھنے کے ہم یہود کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم زیادہ قریب ہیں اس لئے آپ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، لیکن نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی تا کہ یہود کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے۔

روزہ افطار کرنے میں غروب کا یقین ہو جانے کے باوجود یہود اور نصاریٰ تاخیر کرتے تھے اور تاخیر کو ثواب سمجھتے تھے، آپ ﷺ نے افطار میں ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے حکم فرمایا کہ میرے نزدیک محبوب ترین خدا کا وہ بندہ ہے جو افطار میں عجلت کرے اور فرمایا کہ جب تک (میری امت) افطار کے لئے تارے نکلنے کا انتظار نہیں کرے گی میرے طریقہ پر قائم رہے گی۔

اور فرمایا یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک افطار میں عجلت کی جائے گی اور فرمایا کہ انسان بھلائی میں رہے گا جب تک افطار میں عجلت کرے گا۔

دیکھو! غیروں کی مشابہت سے بچنے کی کتنی تاکید واہتمام کیا گیا ہے۔ قمیص کو پتلون میں اتارنے کا طریقہ بھی یہود ونصاریٰ کا ہے، جس کو فاسق قسم کے لوگوں نے بغیر سمجھے اور بغیر فائدہ کے اپنا لیا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے خدا پاک بہت ہی ناراض ہے، ان میں سے ایک (مبتغ فی الا سلام سنة الجاهلية) وہ ہے جو مسلمان ہو کر جاہلیت اور غیروں کے طور طریقے اختیار کرے (مشکوة شریف ص ۲۷)

پتلون تنگ اور چست ہوتی ہے اور کرتا یا قمیص نہ ہوگا تو ستر (شرم گاہ) کے آگے پیچھے کا حصہ نمایاں ہوگا اور ستر کا نشیب وفراز ظاہر ہوگا، اور عیب پر لوگوں کی نگاہ پڑے گی ایسے ننگے لباس میں بہنوں کے سامنے آتے ہیں، کتنا زیادہ شرم ناک ہے؟ (شامی ۳۲۱/۵)

نماز میں رکوع سجدے کی حالت میں ستر کا نشیب وفراز (سرین کا حصہ) صاف نظر آتا ہے، پیچھے کے لوگوں کی نظر عیب پر پڑے گی اور نماز مکروہ ہونے کا سبب بنے گی۔

اسی طرح قمیص اور چھوٹا شرٹ بھی شرعی نقطۂ نگاہ سے ناپسندیدہ اور مکروہ ہے بسا اوقات رکوع وسجدے میں پتلون کھینچ جاتی ہے اور ستر (سرین) کے اوپر کا حصہ کھل جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیل بوٹم پتلون پہننا (لڑکے لڑکیوں کے لئے):

(سوال ۲۱۴) بیل بوٹم پتلون پہننے کا کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(الجواب) بیل باٹم پتلون غیروں اور فاسقوں کا لباس شمار کیا جاتا ہے، دینداروں کے لئے برکتی رحمتی لباس چھوڑ کر غیروں اور فاسقوں کی وضع قطع (طرز) اختیار کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔

مالابدمنہ میں ہے: مسلم راتشبہ بہ کفار وفساق حرام است (ترجمہ) مسلمان کے لئے کافروں اور فاسقوں کی مشابہت حرام ہے ص: ۱۳۱۔ کافروں اور فاسقوں کے لباس وغیرہ کے ساتھ جس درجہ کی مشابہت ہوگی اس درجہ ممانعت کا حکم عائد ہوگا، جس لباس میں پوری مشابہت ہوگی وہ ناجائز اور حرام شمار ہوگا اور جس لباس میں تھوڑی مشابہت ہوگی وہ مکروہ شمار ہوگا۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ لڑکوں کی دیکھا دیکھی لڑکیاں بھی بیل بوٹم پتلون پہننے لگی ہیں یہاں تک کہ بھائی بہن ایک دوسرے کی پتلون پہنتے ہیں اور اس کو کمال سمجھتے ہیں، یہ اخلاقی کمزوری اور ذہنیت کے بگاڑ کی علامت ہے۔

عورتوں کو لازم ہے کہ مردوں کے طرز کے لباس سے بچیں، نیز مردوں کو لازم ہے کہ عورتوں کے طرز کا لباس اختیار نہ کریں کہ موجب لعنت ہے۔ حدیث میں ہے۔

لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الرجل یلبس لبسة المراة والمراة تلبس لبسة الرجل

یعنی آپ ﷺ نے لعنت فرمائی اس مرد پر جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مرد جیسا لباس پہنے (مشکوة ص ۳۸۳ باب الترجل)

حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کو خبر دی کہ ایک عورت مردانہ جوتے پہنتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے (مشکوۃ ص ۳۸۳)

اسی طرح مسلمانوں کو لازم ہے کہ غیروں کے لباس اور طور طریقہ سے بچ کر رہیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے من تشبہ بقوم فھو منھم، یعنی جس آدمی نے کسی قوم کی (صورۃً) مشابہت اختیار کی تو وہ (عقیدۃ اور صورۃ) اس قوم کا شکار بن جائے گا۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۵ کتاب اللباس)

اسی لئے جب آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو زعفران سے رنگے ہوئے لال کپڑے پہنتے ہوئے دیکھا تو فرمایا "ان ھذہ من لباس الکفار فلا تلبسھا" یعنی یہ لال کپڑے کافروں کا لباس ہے اس کو مت پہنو۔

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں عربی کمان تھی اور ایک شخص (صحابیؓ) کے ہاتھ میں فارسی کمان تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دے اور عربی کمان اختیار کر (مشکوٰۃ شریف ص ۳۳۸ قبیل باب آداب السفر)

مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس اس سے بہتر نعم البدل موجود ہے تو دوسری قوم کے پاس بھیک کیوں مانگتے ہو؟

بزرگان دین ہدایت فرماتے ہیں کہ

فتشبھوا ان لم یکونوا مثلھم
ان التشبہ بالکرام فلاح

یعنی کریموں اور پاک باز لوگوں کی مشابہت اختیار کرو اگرچہ تم ان جیسے نہ ہو، بیشک کریموں اور پاکبازوں کی مشابہت اختیار کرنے میں دین ودنیا کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے: خیر شبابکم من تشبہ لکھو لکم وشر کھو لکم من تشبہ بشبابکم
یعنی تمہارے جوانوں میں سب سے بہتر جوان وہ ہے جو بزرگوں کی مشابہت اختیار کرے اور تمہارے بوڑھوں میں سب سے بدترین بوڑھا وہ ہے جو جوانوں کی مشابہت اختیار کرے۔ (کنز العمال ج۸ ص ۱۲۹)

علامہ ابن حجر ہیثمیؒ (متوفی ۹۷۳ھ) نے اپنی کتاب "الزواجر عن اقراف الکبائر" میں محدث مالک بن دینار کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے۔

اوحی اللہ الی نبی من الانبیاء ان قل لقومک لا یدخل مداخل اعدائی ولا یلبس لابس اعدائی ولا یرکب مراکب اعدائی ولا یطعم مطاعم اعدائی فیکون اعدائی کما ھم اعدائی.
یعنی: خدا نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اے نبی اپنی قوم سے کہہ دو کہ وہ میرے دشمنوں کے داخل ہونے کی جگہ سے داخل نہ ہوں میرے دشمنوں کے لباس جیسا لباس نہ پہنیں، اور میرے دشمنوں کی سواریوں پر سوار نہ ہوں اور میرے دشمنوں کے کھانے جیسا کھانا نہ کھائیں (یعنی تمہارے اور ان کے درمیان امتیاز ضروری ہے) ورنہ تمہاری قوم بھی اسی طرح میرے دشمنوں کے زمرے میں داخل ہوجائے گی جیسے وہ میرے دشمن

ہیں (کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۱۱ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ریڈیو بنانا، فروخت کرنا اور خریدنا:

(سوال ۲۱۵) زید کے پاس ریڈیو کا کارخانہ ہے جس میں وہ خود بھی ریڈیو بناتا ہے اور پھر دوسری کمپنیوں کو فروخت کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ اور بکر اس نیت سے ریڈیو خریدتا ہے کہ قرأت تقریر اور خبریں سنا کرے گا مگر بکر کے گھر والے اس کا گانے بجانے میں بھی استعمال کرتے ہیں تو بکر کا ریڈیو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ریڈیو خبریں اور تقاریر سننے کے لئے وضع ہوا ہے لیکن اب زیادہ تر گانے بجانے اور لہو ولعب میں استعمال ہونے لگا ہے اور بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو خبریں، تقریریں اور بیانات وغیرہ جائز چیزوں کے سننے میں اس کا استعمال کرتے ہیں لہذا اس کو آلات لہو وطرب میں داخل نہیں کیا جائے گا، ناجائز طریقہ پر استعمال کرنے کا جرم ان پر عائد ہوگا جو اس کا ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں لہذا اس کا بنانا فروخت کرنا جائز طریقہ سے استعمال کی نیت سے خریدنا اور اس کی مرمت کرنا وملازمت کرنا فی نفسہ مباح ہے مگر تقویٰ اور احتیاط بچنے میں ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سرکاری ملازم کو ہدیہ دیا جائے تو قبول کرنا کیسا ہے:

(سوال ۲۱۶) میں سرکاری ملازم ہوں اور آج کل رشوت لینا عام ہو چکا ہے، لیکن الحمدللہ میں کسی کے پاس سے کچھ نہیں لیتا ہوں، اپنی ذمہ داری سمجھ کر جو کام میرے ذمہ ہے وہ کرتا ہوں، اگر کوئی ہدیہ دینے کی بات کرتا ہے تو میں صاف انکار کردیتا ہوں، مگر پھر بھی کام پورا ہوجانے کے بعد وہ شخص زبردستی کچھ ہدیہ دینے کی کوشش کرتا ہے میں اس رقم کو لینے سے بھی انکار کرتا ہوں تو وہ شخص یہ کہہ کر زبردستی جیب میں ڈال دیتا ہے کہ تم نے تو پیسے لینے کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا ہمارا کام ہوگیا اس لئے اس کی خوشی میں ہم پیش کررہے ہیں اور رقم زبردستی دے کر چلا جائے تو ایسی رقم لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ جو کام کرتے ہیں اس کی اجرت (تنخواہ) ادارہ کی طرف سے آپ کو ملتی ہے، آپ نے اسی اجرت پر کام کرنا منظور کیا ہے تو آپ اسی اجرت کے حق دار ہیں، اس کے علاوہ لوگ کام کرانے سے پہلے یا بعد میں ہدیہ کے نام سے پیش کرتے ہیں یہ صرف آپ کے عہدہ کی وجہ سے ہے اگر آپ اس عہدے پر فائز نہ ہوتے تو کیا آپ کو ہدیہ پیش کیا جاتا؟ اس لئے آپ کو ہدیہ کے نام سے جو کچھ پیش کیا جاتا ہے حقیقت میں یہ ہدیہ نہیں ہے رشوت ہے اور رشوت لینا جائز نہیں ہے، ہاں وہ لوگ جو آپ کے قریبی رشتے دار ہیں یا آپ کے دوست ہیں اور آپ کے اس عہدے پر فائز ہونے سے پہلے ہی سے آپس میں ہدیہ لینے اور دینے کی عادت ہو اگر ایسے لوگ حسب عادت ہدیہ پیش کریں تو اس کے قبول کرنے میں حرج نہیں۔ لیکن ایسی صورت میں بھی اگر ان کا آپ کے پاس کوئی کام ہو تو اس وقت ان کا ہدیہ قبول نہ کریں ورنہ آپ پر تہمت لگ سکتی ہے کہ رشوت لے کر کام کیا ہے؟ حدیث میں ہے۔

عن عروۃ قال اخبرنا ابو حمید الساعدی قال استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً من بنی اسد یقال لہ ابن اللتبیۃ علی صدقۃ فلما قدم قال ھذا لکم وھذا اھدی لی فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر قال سفین ایضاً فصعد المنبر فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال ما بال العامل

نبعثه فياتي فيقول هذا لک وهذالي فهلا جلس في بيت ابيه او امه فينظر اهدى له ام لا الخ (بخاری شریف ص ۱۰۶۴ ج ۲، کتاب الاحکام باب هدايا العمال)

یعنی! حضرت ابوحمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسد کے ایک شخص جن کو ابن لتبیہ کہا جاتا تھا صدقہ وصول کرنے کے لئے عامل بنایا، جب وہ واپس آئے تو انہوں نے کہا اتنی مقدار آپ کی ہے اور اتنا حصہ میرا ہے، حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا فرمائی پھر ارشاد فرمایا عاملین کا عجیب حال ہے ہم ان کو بھیجتے ہیں آ کر کہتے ہیں کہ اتنا آپ کا اور اتنا میرا وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھے پھر دیکھے اسے ہدیہ ملتا ہے یا نہیں الخ. (بخاری شریف ص ۱۰۶۴ ج ۲ کتاب الا حکام، باب هدايا العمال)

ہدایہ اخیرین میں ہے:۔ ولا يقبل هدية الا من ذي رحم محرم او ممن جرت عادته قبل القضاء بمهاداته لان الاول صلة الرحم والثاني ليس للقضاء بل جرى على العادة وفيما وراء ذلک يصير اكلاً بقضائه حتى لو كانت للقريب خصومة لا يقبل هديته وكذا اذا زاد المهدى على المعتاد او كانت له خصومة لانه لا جل القضاء فيتحا ماه (هدایه اخیرین ص ۱۱۹ ج ۳ ص ۱۲۰، کتاب ادب القاضی) (در مختار ورد المحتار ص ۴۳۰، ص ۴۳۱ ج ۴، کتاب القضاء مطلب في هدية القاضي).

البتہ کسی موقع پر کوئی شخص کام پورا ہو جانے کے بعد خالص اپنی مرضی اور خوشی سے ہدیہ پیش کر رہا ہو اور اس کو بار بار آپ کے پاس کام کی غرض سے آنا نہیں ہوتا اتفاقاً کسی کام کی وجہ سے آ گیا ہے اور بظاہر آئندہ اس کے دوبارہ آنے کی امید بھی نہیں اور کام کے شروع میں صراحۃً یا اشارۃً لین دین کی بات نہ ہوئی ہو اور نہ آپ کے ادارہ کی طرف سے ہدیہ قبول کرنے پر پابندی ہو اور پوری دیانت داری کے ساتھ آپ کا دل گواہی دے کہ یہ ہدیہ ہے رشوت نہیں ہے اور قبول کرنے میں بدنامی کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں ہدیہ قبول کر لینے کی گنجائش ہے۔

بخاری شریف کے حاشیہ میں ہے: وفيه ان ما اهدى الى العمال خدمة السلطان بسبب السلطنة انه لبيت المال، الآ ان الا مام اذا اباح له قبول الهدية لنفسه فهو يطيب له كما قال صلى الله عليه وسلم لمعاذ رضى الله عنه وقد طيبت لک الهدية فقبلها معاذ واتى بما اهدى اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجده قد توفى فاخبر بذلک الصديق فاجازه (بخاری شریف ص ۱۰۶۴ ج ۲ حاشیه کتاب الا حکام باب هدايا العمال) فقط والله اعلم بالصواب.

ہیرے کے کارخانہ والے کا اصل ہیروں کو کم قیمت ہیروں سے بدل ڈالنا:

(سوال ۲۱۷) عثمان کے پاس ہیرے کا ایک کارخانہ ہے، اس کارخانہ میں ہیرے پر پالش کرنے کا کام ہوتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ عثمان ہیرے کے تاجر کے پاس سے کچھ مال لاتا ہے اور اپنے کارخانہ میں ملازمین سے اس پر پالش کروا کے اسی تاجر کو واپس دیتا ہے، عثمان مزدوری لے کر یہ کام کرتا ہے، عثمان کو فی ہیرہ بیس روپے مزدوری ملتی ہے جب کہ عثمان کو فی ہیرہ اپنے ملازم کو اٹھارہ روپے چکانا پڑتے ہیں اور مزید تین روپے فی ہیرہ بجلی، پاوڈر اور دیگر ضروری

اخراجات کی وجہ سے ہوتے ہیں تو عثمان فی ہیرہ مزدوری وغیرہ کی مد میں اکیس روپے چکاتا ہے جس میں بظاہر عثمان کا نقصان ہوتا ہے عثمان اپنے نقصان کی تلافی کی شکل یہ اختیار کرتا ہے کہ کچھ اصلی ہیرے نکال کر اپنے پاس سے کم قیمت کے کچھ ہیرے مثلاً سو ہیرے پالش کرنے کے لئے تاجر کے پاس سے لے کر آیا اس میں سے ۲۵ ہیرے نکال کر کم قیمت کے ۲۵ ہیرے اپنے پاس سے ملا دیتا ہے اس طرح کرنے ہی سے اس کا کارخانہ چل سکتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟ عثمان پر حج فرض ہوگا یا نہیں، اسی طرح زکوۃ کا کیا حکم ہوگا جلد جواب عنایت فرمائیں؟ ۔فقط۔

(الجواب) یہ طریقہ جھوٹ اور دھوکہ پر مبنی ہے لہذا شرعاً جائز نہیں ہے، جو آمدنی ہوگی وہ بھی جائز نہ ہوگی، عثمان تاجر سے کہے کہ ہم پوری امانت داری کے ساتھ آپ کے اصلی ہیرے واپس کریں گے، لیکن مزدوری زیادہ لیں گے، اتنی مزدوری سے ہمارا کارخانہ چلنا مشکل ہے، اگر عثمان کا اس کے علاوہ اور کوئی حلال آمدنی کا ذریعہ ہو یا حلال مال اس کے پاس موجود ہو اور عثمان اپنی تمام آمدنی ایک ساتھ ملا دیتا ہو تو خلط کی وجہ سے عثمان تمام مال کا مالک شمار ہوگا اور عثمان پر غیر کے مال (جو غلط طریقہ سے اس کے پاس آیا ہے) کا ضمان لازم ہوگا اور حج وغیرہ سب لازم ہوں گے، البتہ حج کے لئے مناسب یہ ہے کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر حج کرے اور اپنے پیسوں سے قرض ادا کر دے (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۶ وص ۲۸۷ ج ۹) (معلم الحجاج ص ۳۳ سفر حج کے مصارف) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شراب خانہ کے واچ مین کی کمائی اور اس کے ساتھ رشتہ داروں کو کیا سلوک اختیار کرنا چاہئے:

(سوال ۲۱۸) بعد آداب کے عرض ہے کہ مسئلہ ذیل کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں مدلل اور واضح جواب سے نواز کر ممنون فرمادیں۔

ایک آدمی شراب خانے کا واچ مین ہے اب سوال یہ ہے کہ اس کی آمدنی حلال ہوگی یا حرام اگر حرام ہو تو ہم اقارب کے لئے اس کے مدعو کرنے پر کیا صورت اختیار کی جائے نیز اس سے تعلقات اور رشتہ داری کس طرح برقرار رکھی جائے؟ واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(الجواب) وباللہ التوفیق۔ جس کے آمدنی خالص حرام کی ہو اور وہ تنخواہ بھی اسی حرام آمدنی سے دیتا ہو تو ایسے شخص کے یہاں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے اور جو تنخواہ ملے وہ بھی حلال نہیں، لہذا جس شخص کا شراب خانہ ہے اگر اس کی آمدنی کا ذریعہ صرف یہی شراب خانہ ہے اور اسی آمدنی سے وہ تنخواہ دیتا ہے تو یہ ملازمت بھی ناجائز ہے اور جو آمدنی ہوگی وہ بھی حلال نہ ہوگی، نیز اس میں تعاون علی المعصیۃ بھی ہے اور قرآن میں ہے ولا تعاونوا على الاثم والعدوان. گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو (قرآن مجید) اس لئے یہ ملازمت قابل ترک ہے۔

امداد الفتاویٰ میں اسی طرح کا ایک سوال وجواب ہے بغور ملاحظہ فرمائیں۔

(سوال ۳۰۹) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے ایک کسبی یا سود خور یا مے فروش کی نوکری کی اور تینوں کی آمدنی محض حرام ہے تو اب اس کو اس مال حرام سے جو تنخواہ ملی حلال ہے یا نہیں؟ یا کسی

شخص نے اپنے گیہوں یا کوئی اور چیز کسی بے فروش کے ہاتھ فروخت کی اور اس نے اس آمدنی ناجائز سے قیمت دی تو اب اس کو وہ حلال ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی تشریح فرمایئے۔

(الجواب) جن کی آمدنی بالکل حرام خالص ہے جیسے کسبی یا بے فروش یا سود خور وغیرہم ان کی نوکری کرنا ناجائز ہے اور جو تنخواہ اس میں سے ملتی ہو وہ حلال نہیں اور اسی طرح اپنی چیز اس کے ہاتھ فروخت کر کے اسی مال حرام میں سے قیمت لینا بھی حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب تو اپنی پاکیزہ مزدوری یا پاکیزہ چیز کو اس ناپاک مال سے بدلنا ناجائز ٹھہرا۔

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل ثمن الکلب ولا حلوان الکاھن ولا مھر البغی (ص ۱۳۶) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ حرام الخمر و ثمنھا (ص ۱۳۷) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالساً عند الرکن قال فرفع بصرہ الی السماء وضحک فقال لعن اللہ الیھود ثلاثا، ان اللہ حرم الشحوم فباعوھا واکلوا اثمانھا ان اللہ اذا حرم علی قوم اکل شئی حرم علیہ ثمنہ (ص ۱۳۷) لعن رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم الربوا وموکلہ (ص ۱۲۷) سنن ابی داؤد جلد ثانی وغیر ذلک من الایات والاحادیث. (کتاب البیوع)

ہاں جن لوگوں کی آمدنی مشتبہ اور مختلط الحلال و الحرام غالب الحلال ہو مثلاً یہی لوگ کسبی وبے فروش وسود خور وغیرہم کوئی دوسرا پیشہ مباح مثل تجارت حلال یا اور کچھ بھی کرتے ہوں اس وقت ان کی نوکری اور اپنی چیز ان کے ہاتھ بشرطیکہ تنخواہ یا قیمت حلال مال میں سے دیں یا غیر مشتبہ غالب الحلال سے دیں۔ نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: عن کسب الامۃ الا ما عملت بیدھا وقال ھکذا نحو الخبز و الغزل والنفش (ابو داؤد جلد ثانی ص ۱۳۰ کتاب البیوع)

وجہ یہ ہے کہ مشتبہ سے تحرز متعذر اور دشوار ہے پس بضرورت جائز ہے۔ لان الضرورات تبیح المحظورات، ولا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا. اگرچہ خلاف تقویٰ ہے کہ دع ما یریبک الی مالا یریبک وھو الموفق ۱۳ محرم ۱۳۰۱ھ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۱ کتاب الاجارہ)

جب یہ ثبوت ہو جائے کہ شراب خانے کے مالک کی آمدنی کا صرف یہی ذریعہ ہے اور اسی حرام آمدنی میں سے وہ تنخواہ دیتا ہے اور شخص مذکور کی آمدنی کا ذریعہ صرف یہی ملازمت ہو اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہ ہو اور نہ اس کے پاس حلال رقم ہو کہ جس سے وہ دعوت کر رہا ہے تو پھر ایسے شخص کی دعوت قبول نہ کی جائے؟ اور اگر حلال آمدنی کا کوئی اور ذریعہ ہو اور وہ آمدنی اس سے زیادہ ہے تو پھر دعوت قبول کرنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ وہ حرام آمدنی میں سے نہیں کھلا رہا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اھدی الیٰ رجل شیئاً او اضافہ ان کان غالب مال من الحلال فلا بأس الا ان یعلم بانہ حرام فان کان الغالب ھو الحرام ینبغی ان لا یقبل الھدیۃ ولا یا کل الطعام الا ان یخبرہ بانہ حلال ورثتہ او استقرضتہ من رجل کذافی الینا بیع (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۴۳، باب نمبر ۱۲ فی الھدایا)

مالا بدمنہ میں ہے:۔ مسئلہ: قبول ضیافت وہدیہ امرائے ظالم وزن رقاصہ ومغنیہ ونائحہ کہ اکثر مال او حرام باشند جائز نیست واگر داند کہ اکثر مال او از حلال است جائز است (مالا بدمنہ ص ۱۰۹ فصل در خوردن)

اگر شخص مذکور سے تعلقات قائم رکھنے میں اس کی اصلاح کی امید ہو تو تعلقات بنیت اصلاح قائم رکھے جائیں البتہ اگر بالکل مایوس ہو جائے تو زجراً و تنبیہاً اس نیت سے کہ دوسروں کو بھی اس سے عبرت ہوگی اس سے تعلقات منقطع کر لیں ان شاء اللہ یہ بھی بغض فی اللہ میں داخل ہو کر باعث اجر ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تداوی ومعالجات

کالرا (ہیضہ) کا انجکشن لینا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۱۹) کالرا (ہیضہ) کی وباء کے زمانہ میں سرکار ہیضہ کے انجکشن دیوے تو لینے میں کوئی شرعاً حرج ہے؟
(الجواب) کوئی حرج نہیں، حفظ ماتقدم کے طور پر علاج کر سکتے ہیں۔ ہوگا تو وہی جو خدا کو منظور ہے!

غیر مسلم سے سحر اور ناپاک عمل کرانا:

(سوال ۲۲۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل صورت حال میں کہ ہمارے علاقہ گجرات میں آج کل سحر کا بہت زور ہے۔ آپس میں ذرا بھی اختلاف یا دشمنی ہوگئی۔ تو فریق مخالف کو پریشان کرنے یا جان لینے کے لئے غیر مسلم مشرک کے پاس سے سحر کروایا جاتا ہے۔ اس کے دفعیہ کے لئے تعویذات، عملیات سب کچھ کیا گیا۔ مگر اس میں خاطر خواہ آرام نہیں ہوا۔ البتہ تخفیف ہو جاتی ہے۔ عاملوں کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ یہ سفلی یا ناپاک علم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا مکمل دفعیہ بھی اسی طرح سفلی اور ناپاک عاملوں ہی سے ہو سکتا ہے۔ چند مشرک عامل بھی تعلق کی وجہ سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر شریعت کا احترام اور گناہ کے ڈر کی وجہ سے آج تک نہ خود کیا اور نہ کسی کو اجازت دی۔ بہت سے لوگ پریشان ہو چکے ہیں۔ اور متعدد اموات بھی واقع ہو چکی ہیں تو کیا ایسی صورت حال میں غیر مسلم مشرکوں سے سحر ٹونکا وغیرہ تمام پلید چیزوں کے رد کے لئے عمل کروانا جائز ہے یا نہیں؟

اس میں ہمیں کچھ کھانا، پینا، پڑھنا، باندھنا نہ ہوتا ہو۔ بلکہ وہ اپنے عمل کے ذریعہ از خود دفع کرتا ہو۔ یا ان میں سے کوئی بات کرنی ہوتی ہو۔ مثلاً عام طور پر ان کا پڑھا ہوا تاگا باندھواتے ہیں۔ تو کیا ان میں کچھ فرق ہوگا؟ یا دونوں صورتیں مساوی ہوں گی؟ نیز اجرت یا کوئی دوسری اشیاء خریدنے کے لئے پیسے دینے کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ جان کا خطرہ لاحق ہے۔ اور دوسرا جائز علاج کارگر نہیں ہوتا اور مریض کو کوئی نجس اور حرام چیز کھانی نہیں پڑتی اور نہ شرکیہ اور کفریہ کلمات زبان سے ادا کرنے پڑتے ہیں بلکہ غیر مسلم خود ہی اپنے عمل کے ذریعہ سحر کے مضر اثرات کو دفع کرتا ہے تو بوجہ مجبوری ایسا عمل کرانے اور اجرت دینے کی گنجائش ہے۔

وفی حاشیة الا یضاح لبیری زاده قال الشمنی تعلمه وتعلیمه حرام اقول مقتضی الاطلاق ولو تعلم لدفع الضرر عن المسلمين وفي ذخيرة الناظر تعلمه فرض لرد ساحر أهل الحرب وحرام ليفرق به بين المرأة وزوجها وجائز ليوافق بينهما ا ه (الى قوله) و للسحرة فصول كثيرة في كتبهم فليس كل مايسمى سحرًا كفراً الخ (شامی ص ۴۱، ۴۲ ج ۱ مقدمه شامی مطلب في التنجيم والرمل) فقط والله اعلم بالصواب.

کسی دوسرے شخص کو آنکھ دینے کی وصیت کرنا اور اس کو خون پر قیاس کرنا:

(سوال ۲۲۱) آج کل آنکھوں کی بینک قائم ہے اور لوگ یہ وصیت کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہماری آنکھ اس

بینک کو دے دی جائے، بینک والے وہ آنکھ کسی آنکھ کے مریض یا کسی نابینا کو لگاتے ہیں جس سے بسا اوقات مریض کو فائدہ ہوتا ہے تو انسان کی آنکھ سے اس طرح فائدہ اٹھانا اور انسان کا اپنی آنکھ کی وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ انسانی خون کا استعمال بوقت مجبوری جائز ہے کیا اس پر قیاس کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) موت اور ہلاکت سے بچانے کے لئے انسان کا خون بذریعہ انجکشن لے کر انجکشن کے ذریعہ مریض کے جسم میں داخل کیا جاتا ہے، یہ بوقت اضطرار جائز ہے، آنکھ کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، خون نکالنے میں وہ تکلیف نہیں ہے جو آنکھ نکالنے میں عموماً ہوتی ہے، حضور پاک ﷺ کا فرمان مبارک ہے کسر عظم المیت ککسر عظم الحی ۔ مرے ہوئے انسان کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کے مماثل ہے (ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۱۰۲ کتاب الجنائز) (مؤطا امام مالک ص ۹۰) (شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۹۰) اور میت کے کسی جز سے انتفاع جائز نہیں اس کے احترام کی وجہ سے۔ لا یجوز تداوی بشئی من الآدمی الحی کذلک لا یجوز تداوی بعظم المیت اکراماً له قال علیه السلام کسر عظم المیت ککسر عظم الحی (شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۹۱ باب فی الحفار یجد العظم الخ)

نیز جسم سے خون نکالنا مثلہ نہیں اور نہ اس سے بدن میں کوئی ظاہری عیب پیدا ہوتا ہے (اور یہ تو شرط ہی ہے کہ جس کا خون نکالا جا رہا ہے اس کی ہلاکت کا (اندیشہ نہ ہو) بخلاف آنکھ نکالنے کے، کہ آنکھ نکالنے سے ظاہری عیب بھی پیدا ہوتا ہے اور آنکھ نکالنا مثلہ بھی ہے اور مثلہ حرام ہے، لہذا زندگی میں یا موت کے بعد بطور بیع یا ہبہ کے کسی کو اپنی آنکھ دینا یا وصیت کرنا اور مریض کا اسے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، نفع سے انکار نہیں لیکن (قوله تعالیٰ) واثمهما اکبر من نفعهما کے اصول پر حرام ہی ہوگا کہ نقصان نفع سے زیادہ ہے اور اس طریقہ میں انسانیت کی توہین بھی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرے کی آنکھ لگوانا:

(سوال ۲۲۲) ایک شخص کی دونوں آنکھیں یا کم از کم ایک آنکھ نابود ہونے کے بالکل قریب ہے، ڈاکٹری رپورٹ یہ ہے کہ آنکھ خراب ہوگئی، ہسپتال میں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھ نکال کر محفوظ کر لیتے ہیں اگر کسی مردے کی آنکھ اس شخص کو لگا دی جائے تو اس شخص کی آنکھ کی بینائی اچھی ہو جانے کی امید ہے تو کسی دوسرے کی آنکھ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آنکھ کی بینائی کے لئے کسی دوسرے زندہ یا مردہ انسان کی آنکھ کا استعمال شرعاً درست نہیں کہ اجزاء انسانی کی تکریم وتعظیم کے منافی ہے الا نتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحیح کذا فی جواهر الا خلاطی (فتاویٰ عالمگری ج ۶ ص ۲۳۶ مطبوعه کانپور کتاب الکراهية الباب الثامن عشر فی التداوی) فقط والله اعلم بالصواب

کسی دوسرے شخص کا گردہ استعمال کرنا:

(سوال ۲۲۳) احقر کا لڑکا گردوں کا مریض ہے اس کے دونوں گردے خراب ہوگئے ہیں بہت پریشان ہے۔

ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص کا ایک گردہ اسے لگا دیا جائے تو امید ہے کہ افاقہ ہوگا اور اس کی طبیعت اچھی ہو جائے گی، لڑکے کی والدہ اپنا ایک گردہ دینے کے لئے تیار ہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ جلد مفصل مدلل جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں ہے کہ اس میں آزادانہ تصرف کر سکے اسی بنا پر اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دیدے، اور اس کی بہت سی نظائر کتب فقہ میں ہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مضطر لم یجد میتة وخاف الهلاک فقال له رجل اقطع یدی وکلها اوقال اقطع منی قطعة فکلها لا یسعه ان یفعل ذلک ولا یصح امره به کما لا یسع للمضطر ان یقطع قطعة من لحم نفسه فیا کل یعنی کوئی شخص حالت اضطرار میں ہے اور بھوک کی وجہ سے اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اور مردار جانور تک نہیں ہے کہ اس کا گوشت کھا کر اپنی جان بچائے اس حالت میں کسی شخص نے پیش کش کی کہ تم میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو یا یوں کہا کہ کسی جگہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر کھالو تو اس مضطر کے لئے اس شخص کا ہاتھ یا گوشت کاٹ کر کھانا جائز نہیں ہے اور کسی شخص کو اس طرح کی پیش کش کرنا بھی صحیح نہیں ہے (اس لئے کہ خود وہ اپنے ہاتھ یا اپنے بدن کے گوشت پوست کا مالک نہیں ہے) جس طرح خود مضطر کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بدن میں سے گوشت کاٹ کر کھالے (فتاویٰ قاضی خان ص ۳۶۵ کتاب الحظر والاباحة)

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص اپنی روح کا مالک نہیں ہے کہ اسے ضائع کردے، لہذا کسی زندہ یا مردہ انسان کا گردہ آپریشن کر کے نکال کر دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے

الاشباہ والنظائر میں ہے الضرر لا یزال بالضرر۔ ضرر کو ضرر سے دفع نہ کیا جائے (الاشباہ ص ۱۰۹) فتاویٰ عالمگیری میں ہے الا نتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحیح کذافی جواهر الاخلاطی. کتاب الکراهية الباب الثامن عشر. یعنی انسان کے کسی جز سے انتفاع جائز نہیں ہے، انتفاع کے عدم جواز کی علت یا تو نجاست ہے یا کرامت واحترام صحیح، کرامت واحترام کو علت قرار دینا ہے (ارشاد خداوندی ہے ولقد کرمنا بنی آدم تحقیق کہ عزت دی ہم نے اولاد آدم کو پارہ نمبر ۱۵ رکوع نمبر ۶) (فتاویٰ عالمگیری ج ٦ ص ۲۳٦ مطبوعه کانپور)

حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اللہ کی لعنت ہے واصلہ اور مستوصلہ پر (واصلہ وہ عورت ہے جو دوسرے کے بال عورتوں کے بالوں میں لگاتی ہے تا کہ سر کے بال زیادہ اور لمبے معلوم ہوں۔ مستوصلہ: وہ عورت جو اپنے بالوں میں دوسرے کے بال لگوائے) مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ بخاری ومسلم حدیث ہے عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لعن الله الواصلة والمستوصلة . الخ (مشکوة شریف ص ۳۸۱ باب الترجل) شامی میں ہے وفی الاختیار و وصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها لقوله صلی الله علیه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة الخ یعنی کسی دوسری عورت کی بال اپنے بالوں میں جوڑنا حرام ہے چاہے خود اس کے بال ہوں یا کسی دوسری عورت کے بال ہوں حضور ﷺ کے اس فرمان لعن الله الواصلة والمستوصلة کی بنا پر (شامی ج ۵ ص ۳۲۸ کتاب الحظر والاباحة

فصل فی النظر واللمس)
لہذا صورت مسئولہ میں والدہ کے لئے شرعاً جائز نہیں ہے کہ اپنا گردہ بیٹے کے جسم میں لگانے کے لئے دے۔

آج کل کی تحقیق کے اعتبار سے نفع ہوتا ہو تو اس سے انکار نہیں مگر اثمهما اکبر من نفعهما کے اصول پر ناجائز ہی ہوگا، نیز اس طرح انسانیت کی توہین بھی ہے کہ اگر یہ طریقہ چل پڑا تو انسانی اعضاء "بکری کا مال" بن جائیں گے، اور یہ بات بھی ملحوظ ذہنی چاہئے کہ جس کا گردہ لیا جائے گا اس کی صحت اور زندگی خطرہ میں پڑے گی اور جس کو گردہ دیا جائے گا اس کی صحت بھی یقینی نہیں ہے۔

اللہ ہی سے شفاء کی امید رکھیں دوا اور علاج کے ساتھ دعاؤں کا بھی خصوصی اہتمام رکھیں صدقہ وخیرات بھی حسب حیثیت کریں کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے اللہ کو منظور ہوگا تو انشاء اللہ ضرور شفاء عطا فرمائے گا، قضائے الٰہی پر راضی رہیں اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتے رہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایلوپے (ڈاکٹری) طریقہ سے علاج کرانا کیسا ہے :

(سوال ۲۲۴) آج کل سب ایلوپی (ڈاکٹری) سے علاج کرتے ہیں اور ان دوائیوں میں "الکحل" تھوڑا بہت ہوتا ہے۔ فی زمانناہذا، بعض کے علاوہ کوئی قابل اعتماد حکیم نہیں ہے۔ بنابریں مجبوراً ایلوپے سے علاج کرانا پڑتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس طرح کا علاج معالجہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اسپرٹ شراب کا جوہر ہے اور اسپرٹ سے علم کیمیا کے ذریعہ خاص نشی جز علیحدہ نکال لیا جاتا ہے وہ الکحل ہے گویا الکحل اسپرٹ کی روح ہے۔ اسپرٹ ہر چیپ دار چیز سے بنتی ہے۔ جیسے بیر، آلو، گڑ، مہوا، جو، گیہوں وغیرہ نباتات سے بنتی ہو اور دواؤں میں ڈالی جاتی ہو اس کو ایک روایت کی رو سے بطور دوا ضرورۃً استعمال کر سکتے ہیں گنجائش ہے۔ مگر بچنا بہر حال اولیٰ اور بہتر ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کے خلیفہ معتمد طبیب حاذق حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوری میرٹھی اپنی کتاب "طبی جوہر" میں لکھتے ہیں کہ یہاں ہم صرف اس شراب کا حکم لکھتے ہیں جس سے آج کل بچنا مشکل ہو گیا ہے وہ شراب اسپرٹ ہے انگریزی قریب قریب تمام ادویات میں شامل ہے (الی قولہ) اس کا حکم یہ ہے کہ ایک روایت کی رو سے یہ بھی حرام اور نجس ہے۔ اور ایک کی رو سے پاک ہے اور دوائے بقدر غیر نشی داخلاً بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔ گو سلیم الطبع مسلمان کی طبیعت ایسی چیز کو جس کی پاکی اور حلت میں اختلاف ہو قبول نہیں کر سکتی۔ (الی قولہ) لیکن عموم بلویٰ (عام لوگوں کا مبتلا ہونا) ایسی چیز ہے جس سے فتوی میں ایسے موقع پر ضرور وسعت ہو جاتی ہے لہذا اس میں زیادہ تشدد نہ چاہئے اور جس سے ہو سکے احتیاط کرے تو بڑی خوبی کی بات ہے۔ یہاں سے حکم انگریزی ادویات کا خصوصاً ٹنکچروں کا نکل آیا (الی قولہ) حضرت والا (حکیم الامت تھانوی) فرماتے ہیں کہ اسپرٹ شراب اربعہ میں سے نہیں ہے۔ پس ایسی اسپرٹ کا شیخین کے نزدیک استعمال جائز ہے۔ لیکن فتویٰ امام محمد صاحب کے قول پر ہے تا کہ عوام الناس کی جرأت نہ بڑھ جائے تو چونکہ یہ فتویٰ سد باب فتنہ کے لئے ہے اس لئے مبتلا کو گنجائش استعمال کی ہے۔ مگر اہل تقویٰ کو ٹنکچر کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے اور جو عوام مبتلا ہوں ان پر سختی نہ کریں۔

تیز امداد الفتاویٰ میں ایک سوال اور جواب یہ ہے۔

(سوال) انگریزی دوا جو پینے کی ہوتی ہے اس میں عموماً اسپرٹ ملائی جاتی ہے۔ یہ قسم ہے اعلیٰ درجہ کی شراب کی۔ یعنی شراب کا ست ہے تو جب اس امر کا یقین ہو چکا اور مسلم ہے تو انگریزی ہسپتال کی دوا پینا جائز ہے یا ناجائز۔

(الجواب) اسپرٹ اگر عنب (انگور) وزبیب (منقی) ورطب (تر کھجور) وتمر (خشک کھجور) سے حاصل نہ کی گئی ہو تو اس میں گنجائش ہے للاختلاف ورنہ گنجائش نہیں للاتفاق۔ ۲۱ محرم ۱۳۳۲ھ ڈاکٹری کی کتاب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اسپرٹ تیز قسم کی شراب ہے جو شراب کو مقطر کرنے سے تیار ہوتی ہے اور لکھا ہے کہ ہندوستان میں گھٹیا شرابیں بنتی ہیں مثلاً آلو۔ بیر۔ جو۔ گیہوں وغیرہ کی اور یورپ میں بڑھیا شرابیں بنتی ہیں۔ مثلاً انگور۔ سیب انار۔ منقی وغیرہ کی۔ اور اسپرٹ کی تین قسمیں ہیں۔ میتھولئڈ اسپرٹ اور پروف اسپرٹ اور ریکٹی فائیڈ اسپرٹ جو دواؤں کے کام میں آتی ہے وہ بڑھیاں قسم ہے جس کا نام ریکٹی فائیڈ اسپرٹ ہے۔ یہ قیمت میں بھی دوسری قسموں سے بہت زیادہ ہے۔ تو اگر یہ ولایت سے آتی ہوں تو چونکہ ولایت میں اکثر شرابیں بڑھیا بنتی ہیں اس واسطے یہ احتمال کسی قدر قوت کے درجہ میں ہوسکتا ہے کہ یہ اسپرٹ بھی انگور یا منقی یا چھوارے سے بنی ہوئی شراب کا مقطر ہوا گر ایسا ہے تو وہ حرام اور نجس ہے اور جس دوا میں وہ ملائی جائے گی وہ بھی نجس اور حرام ہے گو اس احتمال پر ہر دوا میں فتویٰ عدم جواز کا نہیں، دیا جاسکتا۔ لیکن یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اولیٰ یہی ہے کہ بلاضرورت ایسی دواؤں کو استعمال نہ کیا جائے۔ یہاں سے حکم ہومیو پیتھک ادویات کا بھی نکل آیا کہ اولیٰ یہی ہے کہ ان کو بلاضرورت استعمال نہ کیا جائے کیونکہ ان کا اصل جزو اسپرٹ ہی ہوتا ہے اور دوسری دوا کا جزو برائے نام ہوتا ہے۔ انتہیٰ قول الحکیم صاحب کا۔

مگر اسپرٹ اور الکحل ہونے کے شبہ پر ہر ایک ڈاکٹری دواء کے متعلق ناپاک اور ناجائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ شک کا شرع میں اعتبار نہیں ہے البتہ بچنا بہتر ہے۔ بلاضرورت استعمال نہ کرے۔

ابوالحسنات حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔

استفتاء:۔ اکثر ادویہ انگریزی از قبیل عرق جو ولایت سے تیار ہو کر آیا کرتے ہیں الخ۔

ہوالصواب:۔ جب یقین یا ظن اختلاط شراب وغیرہ کا ہووے اس وقت استعمال ان چیزوں کا ممنوع ہوگا ورنہ نفس جواز بطور فتوے کے اور اجتناب بطور تقوے کے ہوگا۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ۲ صل ۲۲۹ طبع قدیم) واللہ اعلم

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔

''ڈاکٹری علاج میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی دوا کے متعلق بالیقین یا بغلبہ ظن یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ناپاک اور ناجائز ہے تو اس دوا کو استعمال نہ فرمائیے۔ مطلق ڈاکٹری علاج میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۳۹۷ مکتوب نمبر ۱۴۳)

جن ادویہ کے متعلق حرام اور ناپاک ہونے کا یقین ہے ان کو استعمال نہیں کرسکتے، وہ حرام ہیں۔ لیکن اگر ان کے سوا کوئی علاج ہی نہ ہو تو حکیم حاذق کے کہنے سے بقدر ضرورت استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ (قوله اختلف فی التداوی بالمحرم ، ففی النهاية عن الذخيرة يجوز ان علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر. یعنی حرام دوا کے متعلق بہت سے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس سے شفا ہونے کی امید اور یقین ہو اور دوسرا کوئی جائز علاج نہ ہو تو

استعمال کرسکتے ہیں۔ مگر بچنا بہتر اور افضل ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۱۹۴ قبیل فصل فی البئر) (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۵ کتاب الكراهية الباب الثامن عشر فی التداوی) فقط واللہ اعلم بالصواب.

کیمپ لگوا کر نوجوانوں کا اپنا خون جمع کرنا کیسا ہے :

(سوال ۲۲۵) اسلام میں خون لینا دینا مباح ہے کہ نہیں؟ اکثر ہمیں یہ مسئلہ پیش آتا ہے کہ جب بھی کسی مسلمان بھائی کو بیماری کی حالت میں خون کی ضرورت پیش آتی ہے تو ہمیں ''بلڈ ڈونیٹ بینک'' (خون کا بینک) میں خون لینے جانا پڑتا ہے، اس وقت ہمارے سامنے عموماً یہ بات کہی جاتی ہے کہ مسلمان بلڈ بینک میں خون تو دیتے نہیں مگر خون لینے چلے آتے ہیں، بلڈ بینک کے عہدے دار غیر مسلم ہوتے ہیں تو ہمیں پرائیوٹ بلڈ بینک سے خون لینا پڑتا ہے مگر ڈاکٹر پرائیوٹ بلڈ بینک کا خون دینے سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ خون بیمار اور نشہ والوں کا ہوتا ہے اس لئے ہم نوجوان مل کر ایک کیمپ کا پروگرام بنانا چاہتے ہیں، نوجوان اپنا اپنا خون دیں گے تو ہم اس طرح کیمپ لگا کر اپنے مسلمان بھائیوں کا خون جمع کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) انسان کا خون جب بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ انسان کا جزو بھی ہے اس لئے واجب التکریم بھی ہے، لہٰذا اس کا استعمال عام حالات میں جائز نہیں ہے، البتہ جب کسی مریض کے ہلاکت کا اندیشہ ہو اور اس کی جان خطرہ میں ہو اور خون دینے سے جان بچ جانے کی توقع ہو یا تجربہ کار ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہو تو ان حالات میں خون دینا جائز ہے (جواہر الفقہ ص ۳۸ ج ۲)

اپنا خون کسی کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں حکم یہ ہے کہ خون انسان کا جزو ہے اور انسان اپنے بدن یا کسی جزو کا مالک نہیں ہے کہ اس میں آزادنہ تصرف کرسکے اسی بناء پر اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دے دے اور اس کی بہت سی نظائر کتب فقہ میں ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۶ ج ۶ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، کسی دوسرے شخص کے گردہ استعمال کرنا ص۱۶۹ کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب)

اس لئے شرعی اصول کے اعتبار سے اصل حکم تو یہی ہے کہ اپنا خون کسی کو دینا جائز نہیں ہے، البتہ اوپر جن شرائط کے ساتھ مریض کو خون دینا جائز بتایا گیا ہے اس صورت میں اپنے اعزاء یا احباب جن سے خاص تعلق اور ہمدردی ہو اور اس کی صحت کی خواہش رکھتا ہو ان میں سے کسی کو اپنا خون بلا قیمت دینا چاہے تو اگرچہ خون انسان کا ایک جزو ہے مگر چونکہ اس کا نکالنا مثلہ نہیں ہے اور نہ خون نکالنے سے بدن میں کوئی ظاہری عیب پیدا ہوتا ہے اس لئے بقدر ضرورت اس شرط کے ساتھ خون دینا جائز ہے کہ اپنی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶۲ ج ۶ (جدید ترتیب کے مطابق باب الوصیت میں کسی دوسرے شخص کو آنکھ دینے کی وصیت کرنا اور اس کو خون پر قیاس کرنا، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ص۔ مرتب)

لہٰذا بوقت ضرورت ہی اپنے اعزاء واحباب میں سے کسی کو اپنا خون دینا شرعاً جائز ہوسکتا ہے اور جب ضرورت نہ ہو تو چونکہ انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں ہے تو اس کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ اپنا خون نکلوا کر

بلڈ بینک میں جمع کرادے، لہذا سوال میں جو تحریر کیا گیا ہے کہ کیمپ لگوا کر نوجوان اپنا خون جمع کروائیں شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

البتہ سوال میں جو پریشانی لکھی گئی ہے اس کا ایک حل یہ ہو سکتا ہے کہ جو نوجوان اپنا خون دینا چاہتے ہیں ان کا نام اور کس گروپ کا خون ہے وہ لکھ لیا جائے اور آئندہ جب کسی مریض کو خون کی ضرورت ہو اس وقت ان نوجوانوں میں سے جس کا مریض سے رشتے داری یا خصوصی تعلق ہو مندرجہ بالا شرائط کو پیش نظر رکھتے ہوئے بقدر ضرورت اپنا خون دے دے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مریض کو کن حالات میں خون دیا جاسکتا ہے؟ تبرعاً خون نہ ملے تو خریدنا کیسا ہے عورت کو مرد کا خون دیا گیا تو بعد میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں :

(سوال ۲۲۶) (۱) مریض کو کسی انسان کا خون دینا کیسا ہے؟ کن حالات میں خون دینا جائز ہوگا؟ مریض کا کوئی عزیز یا دوست اپنا خون دینا چاہے تو دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر مریض کو کوئی شخص خون دینے والا نہ ہو تو مریض کے لئے قیمت دے کر خون خریدنا جائز ہوگا؟

(۳) کسی عورت کو کسی مرد نے خون دیا تو اس مرد کا نکاح اس عورت سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا (یعنی استعمال کرنا) دو وجہ سے حرام ہے۔ (۱) خون انسان کا ایک جزء ہے اس لئے واجب التکریم ہے (۲) انسان کا خون بدن سے نکال لیا جاوے تو وہ نجس ہے لہذا عام حالات میں جب کہ کوئی اضطراری صورت نہ ہو آیت قرآنی حرمت علیکم المیتۃ والدم کے پیش نظر اس کا استعمال حرام ہوگا البتہ جب کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور خون دینے سے اس کی جان بچنے کا ظن غالب ہو تو ایسی اضطراری حالت میں بقدر ضرورت مریض کو خون دینا جائز ہے، اور ایسی اضطراری صورت میں کوئی مسلمان دوسرے کو (یعنی مریض کو) اپنا خون مفت دے تو اس کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ خود کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو۔ محض منفعت یا زینت یا قوت وطاقت بڑھانا مقصود ہو تو ایسی صورت میں خون استعمال کرنا اور خون دینا ہرگز جائز نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

مریض کو دوسرے کا خون دینے کا مسئلہ۔ تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ انسانی خون، انسان کا جزء ہے اور جب بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس بھی ہے اس کا اصل تقاضا تو یہی ہے کہ ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا دو وجہ سے حرام ہو، اول اس لئے کہ اعضاء انسانی کا احترام واجب ہے اور یہ اس احترام کے منافی ہے، دوسرے اس لئے کہ خون نجاست غلیظہ ہے اور نجس چیزوں کا استعمال ناجائز ہے۔

لیکن اضطراری حالات اور عام معالجات میں شریعت اسلام کی دی ہوئی سہولتوں میں غور کرنے سے امور ذیل ثابت ہوئے، اول یہ کہ خون اگرچہ جزء انسانی ہے مگر اس کو کسی دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کے لئے اعضاء انسانی میں کاٹ چھانٹ اور آپریشن کی ضرورت پیش نہیں آتی، انجکشن کے ذریعہ خون نکالا اور دوسرے کے بدن میں داخل کیا جاتا ہے، اس لئے اس کی مثال دودھ کی سی ہوگئی جو بدن انسانی سے بغیر کسی کاٹ چھانٹ کے نکلتا اور

دوسرے انسان کا جزء بنتا ہے اور شریعت اسلام نے بچہ کی ضرورت کے پیش نظر انسانی دودھ ہی کو اس کی غذا قرار دیا ہے ۔الیٰ قولہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ دودھ جزء انسانی ہونے کے باوجود بوجہ ضرورت کے لئے بھی، جیسا کہ عالمگیری میں ہے ولا بأس بان یسعط الرجل بلبن المرأۃ ویشربہ للدواء، اس میں مضائقہ نہیں کہ دوا کے لئے کسی شخص کی ناک میں عورت کا دودھ ڈالا جائے یا پینے میں استعمال کیا جائے (عالمگیری)

اور مغنی ابن قدامہ میں اس مسئلہ کی مزید تفصیل مذکور ہے (مغنی کتاب الصید ص ۶۰۲ ج ۸)

اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں، کیونکہ دودھ بھی خون کی بدلی ہوئی صورت ہے، اور جزء انسانی ہونے میں مشترک ہے فرق صرف یہ ہے کہ دودھ پاک ہے اور خون ناپاک تو حرمت کی پہلی وجہ یعنی جزء انسانی ہونا تو یہاں وجہ ممانعت نہ رہا صرف نجاست کا معاملہ رہ گیا، علاج دوا کے معاملہ میں بعض فقہاء نے خون کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے۔

اس لئے انسان کا خون دوسرے کے بدن میں منتقل کرنے کا شرعی حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں تو جائز نہیں مگر علاج و دوا کے طور پر اس کا استعمال اضطراری حالت میں بلاشبہ جائز ہے، اضطراری حالت سے مراد یہ ہے کہ مریض کی جان کا خطرہ ہو، اور کوئی دوسری دوا اس کی جان بچانے کے لئے مؤثر یا موجود نہ ہو، اور خون دینے سے اس کی جان بچنے کا ظن غالب ہو، ان شرطوں کے ساتھ خون دینا تو اس نص قرآنی کی رو سے جائز ہے جس میں مضطر کے لئے مردار جانور کھا کر جان بچانے کی اجازت صراحۃً مذکور ہے، اور اگر اضطراری حالت نہ ہو یا دوسری دوائیں بھی کام کر سکتی ہوں تو ایسی حالت میں مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ جس کی تفصیل کتب فقہ بحث تداوی بالمحرم میں مذکور ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔(معارف القرآن ص ۴۱۹، ص ۴۲۰، ص ۴۲۱ جلد اول سورہ بقرہ پ ۲)۔

(۲) مریض کو اگر مفت خون نہ مل سکے تو اس کے لئے مجبوراً خون خریدنا جائز ہے مگر خون دینے والے کے لئے قیمت لینا درست نہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''خون کی بیع تو جائز، لیکن جن حالات میں جن شرائط کے ساتھ نمبر اول میں مریض کو خون دینا جائز قرار دیا ہے، ان حالات میں اگر کسی کو خون بلا قیمت نہ ملے تو اس کے لئے قیمت دے کر خون حاصل کرنا بھی جائز ہے، مگر خون دینے والے کے لئے اس کی قیمت لینا درست نہیں، حضرات فقہاء کی تصریحات اس مسئلہ میں حسب ذیل ہیں (ایک جزئیہ نقل کیا جاتا ہے) ولا یجوز بیع شعر الخنزیر لانہ نجس العین فلا یجوز بیعہ اھانۃ لہ ویجوز الانتفاع بہ للخرز للضرورۃ (الی قولہ) یوجد مباح الاصل فلا ضرورۃ الی البیع (ھدایہ ص ۵۵ ج ۲) قولہ فلا ضرورۃ قال الفقیہ ابو اللیث ان کانت الاساکفۃ لا یجدون شعر الخنزیر الا بالشراء ینبغی ان یجوز لھم الشراء للضرورۃ (نھایہ) ان شعر الخنزیر یوجد مباح الاصل فلا ضرورۃ الیٰ بیعہ وعلیٰ ھذا قیل اذا کان لا یوجد الا بالبیع جاز بیعہ لکن الثمن لا یطیب للبائع (عینی ...... الی قولہ ...... ونجس العین لا یجوز بیعہ اھانۃ ویجوز الانتفاع بہ للخرز للضرورۃ لان غیرہ لا یعمل عملہ فان قیل اذا کان کذلک وجب ان یجوز بیعہ اجاب بانہ یوجد مباح الاصل فلا ضرورۃ الی بیعہ ۔ وعلی ھذا قیل اذا کان لا یوجد الا بالبیع جاز بیعہ لکن الثمن لا یطیب للبائع وقال ابو اللیث ان کانت

الاساكفة لايجدون شعر الخنزير الا بالشراء ينبغي ان يجوز لهم (عناية على هامش الفتح ص ۲۰۲ ج۵) جواهر الفقه ص ۳۸، ص ۳۹، ص ۴۰ ج ۲)

(۳) کسی مرد نے اپنا خون کسی عورت کو دیا ہو بعد میں اگر وہ دونوں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں، خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: شوہر کا خون بیوی کے بدن میں یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا نکاح بدستور قائم رہتا ہے کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، ان سے تجاوز کرنا درست نہیں اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے، مدت رضاعت یعنی اڑھائی سال عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، كما هو مصرح ومفصل في عامة كتب الفقه والله سبحانه وتعالیٰ اعلم. بنده محمد شفيع عفا الله عنه دار العلوم كراچی نمبر ۱۴

تصدیقات شرکاء مجلس

رشید احمد عفی عنہ، مفتی اشرف المدارس کراچی۔ محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدرس دار العلوم کراچی ولی حسن ٹونکی غفرلہ مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی، محمد رفیع عفا اللہ عنہ مدرس و ناظم مدرسہ ابتدائیہ دار العلوم کراچی محمد یوسف عفا اللہ عنہ بنوری بانی مدرسہ عربیہ (بحوالہ جواہر الفقہ ص ۴۰ جلد نمبر ۲، رسالہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈاکٹر کی غفلت پر ملنے والا تاوان وصول کرنا:

(سوال ۲۲۷) عرصہ تین سال سے زید یہاں ایک ہسپتال کے ڈاکٹر سے اپنے پیٹ کی ایک بیماری کے لئے زیر علاج ہے، بقول ڈاکٹر یہ مرض لاعلاج ہونے کی وجہ سے دوا سے صرف تھوڑا بہت کنٹرول ہو سکتا ہے۔ مکمل شفاء کی امید کم ہے، اثنائے علاج شدت تکلیف پر زید کو ایک دوا دی گئی جس سے اس کو بطور ضمنی اثر (SIDE EFFECT) ذیابیطس کا مرض لاحق ہو گیا ڈاکٹر کے علم میں جب یہ بات لائی گئی، تو اس نے بغیر کسی اظہار تعجب کے کہا یہ دوا کا ضمنی اثر ہے، اس کے بعد اس نے وہ دوا بتدریج کم کر کے بند کر دی اور دوسری دوا تجویز کی جو سابق دوا کے مقابلہ میں زود اثر اور بے ضرر یا کم ضرر تھی، کیا ڈاکٹر کو دیگر متبادل اور بے ضرر دوا کے ہوتے ہوئے اول وہلہ میں سخت دوا کے استعمال پر، نیز مریض کی صحت سے غفلت برتنے پر اور اس کو ذیابیطس جیسی خطرناک دائمی مرض میں مبتلا کرنے پر ضامن و قصوروار قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

ڈاکٹروں کی رائے میں مرض ذیابیطس ام الامراض ہے، بقول ان کے اس بیماری سے جوڑوں کا درد، بینائی کی کمزوری، زخموں کا بدیر مندمل ہونا، گردش خون میں رکاوٹ، جگر و گردوں کا متاثر ہونا یہاں تک کہ عارضۂ قلب بھی اس کا مرہون منت ہے اور مریض دائمی طور پر اس کا شکار ہو کر پوری زندگی سلب آزادی خورد و نوش سے مکمل پرہیز اور پابندی سے دوا یا انجکشن لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

(۲) ڈاکٹر کی غفلت و بے پرواہی ثابت ہونے پر مریض کی عمر، مرض کی کیفیت اور باقی زندگی میں اس کی جزوی یا کلی معذوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے عدالت بطور تاوان یا جرمانہ کے کچھ رقم مریض کو ڈاکٹر سے دلواتی ہے، کیا زید

کے لئے اس رقم کو لے کر اپنے تصرف میں لانا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟ عام طور پر یہ تاوان ڈاکٹر کی انشورنس کمپنی ادا کرتی ہے (از انگلینڈ)

(الجواب) جب کہ ڈاکٹر نے قصداً یہ حرکت نہیں کی ہے اور غفلت نہیں برتی ہے تو وہ مجرم نہیں ہے، اس سے تاوان کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں، دوا سے نقصان پہنچنا یہ قدرتی چیز ہے، چنانچہ مثنوی میں ہے

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود۔

اگر ڈاکٹر کا جرم ثابت ہو جائے اور اس کے جرم کی وجہ سے تاوان اور جرمانہ مل رہا ہے وہ آپ لے سکتے ہیں، اگر آپ کو شبہ ہو تو غرباء و مساکین پر تقسیم کر دیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ۔

پلاسٹک سرجری کا حکم نومولود بچہ کی جھلی سے آگ والے کا علاج کرنا:

(سوال ۲۲۸) مدت سے ڈاکٹروں کے یہاں آگ کی جلن کے لئے معالجہ یہ طریقہ رہا ہے کہ جلے ہوئے حصہ پر دوا لگانے کے بعد دوسرے موضع (مثلاً سرین) سے بذریعہ آپریشن کچھ کھال نکال کر اس جلے ہوئے حصہ پر لگا لیتے ہیں، چونکہ جلنے سے کبھی بہت گہرا زخم ہو جاتا ہے اور اس موضع کی کھال بالکل اکھڑ جاتی ہے تو زخم کے بھر جانے کے واسطے اس شخص کے بدن کے کسی حصہ سے (اکثر و بیشتر سرین سے کہ وہ ہمیشہ نظروں سے غائب ہے) بقدر ضرورت کھال نکال لیتے ہیں اور اسی کھال کو جلے ہوئے موضع پر لگا دیتے ہیں ایسا کرنے سے وہ حصہ جلدی درست ہو جاتا ہے اور سوزش کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے، ابھی حال ہی میں ڈاکٹر حضرات کے یہاں جلن کے لئے ایک جدید علاج زیر تحقیق ہے (ابھی تک اس نئے علاج کا عام رواج نہیں ہوا، بطور آمائش چند لوگوں پر استعمال جاری ہے) تفصیل اس کی یہ ہے کہ رحم کے اندر جو جھلی ہے جس میں حمل لپٹا ہوتا ہے، اسی جھلی کو ولادت کے بعد ڈاکٹر نکال لیتا ہے، مختلف ادویہ اور مسالہ جات کے ساتھ اس جھلی کو ملا لیتا ہے یہاں تک کہ ایک لیسدار مادہ تیار ہو جاتا ہے مرہم کی طرح، اب اگر کوئی آگ سے جل گیا تو اس جھلی سے تیار شدہ مرہم کو استعمال کرتے ہیں، جلے ہوئے حصہ پر لگانے سے، بہت جلد زخم بھر جاتا ہے اور کھال پہلی حالت کی طرف لوٹ آتی ہے، اب کھال کے قلم کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں شرعی حکم دریافت طلب ہے کہ آیا علاج بایں دو طریق جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ ان دونوں صورتوں میں جان کے ہلاک ہونے کا تو خوف نہیں ہے البتہ سخت تکلیف سے نجات ہے، مؤدبانہ گذارش ہے کہ جواب حوالہ کتب فقہیہ سے مبرہن و مدلل ہو، اجر كم على الله وهو خير المؤجرين.

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً! صورت مسئولہ میں دونوں قسم کا علاج اضطرار اور ضرورت شدیدہ کی حالت میں درست ہے، رحم کی جھلی جس میں بچہ لپٹا ہوا رہتا ہے اور باہر آتا ہے خارجی استعمال کرنے میں قباحت نہیں، فضول اور ناکارہ شئی ہے اور سوزش دور کرنے میں فوری طور پر اس کا مرہم استعمال کیا جاتا ہے بخلاف بذریعۂ آپریشن کھال نکالنے کے، کہ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ عورت کا دودھ جو انسان کا جز ہے علاجاً استعمال کرنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے: ولا بأس بان يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء (فتاویٰ هنديه ج۶ ص ۳۳۶ كتاب الكراهية الباب الثامن عشر في التداوی) فقط والله اعلم بالصواب.

فعل جائز و ناجائز

مرد کا عورت کی شرم گاہ کو چومنا اور عورت کے منہ میں اپنا عضو مخصوص دینا:

(سوال ۲۲۹) مرد و عورت جب پاک ہوں تو ان کی شرم گاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر بوقت ہم بستری عورت مرد کی شرم گاہ کو منہ میں لیوے یا مرد اس کے منہ میں دے دے، اسی طرح اگر مرد عورت کی شرم گاہ کے ظاہری حصہ کو زبان لگائے، چومے تو ایسی حرکتوں سے قباحت ہے یا نہیں؟ گناہ ہوگا یا نہیں؟ ایسے مسائل کے دریافت کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے مگر ضرورۃً دریافت کیا ہے معاف فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) دین کے مسائل و احکام دریافت کرنے میں شرم و حیا کو آڑ نہیں بنانا چاہئے اگر شرم و حیا کا لحاظ کر کے دینی احکام معلوم نہ کئے جائیں تو شرعی احکام کا علم کیسے ہوگا؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے واللہ لا یستحی من الحق (اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا) لہٰذا مسائل کے دریافت کرنے میں شرم و حیا کو حجاب نہ بنانا چاہئے، بے شک شرم گاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منہ لگایا جائے اور منہ میں لیا جائے اس کو چوما جائے اور چاٹا جائے۔ ناک کی رطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصہ کو زبان لگانا اس کی رطوبت کو منہ میں لینا پسندیدہ چیز (خصلت) ہو سکتی ہے؟ اور اس کی اجازت ہو سکتی ہے؟ مقعد (پاخانہ کا مقام) کا ظاہری حصہ بھی ناپاک نہیں، پاک ہے، تو کیا اس کو چومنے کی اجازت ہوگی؟ نہیں ہرگز نہیں، اسی طرح عورت کی شرم گاہ کو چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں، بکروں وغیرہ حیوانات کی خصلت کے مشابہ ہے اگر شہوت کا غلبہ ہے تو صحبت کر کے ختم کر لے، البتہ عورت فاعل نہیں ہے مفعول ہوتی ہے پس صحبت اس کے اختیار کی بات نہیں ہے اس لئے اگر وہ صحبت کی درخواست کرنے میں شرم محسوس کرے اور شہوت سے مغلوب ہو کر مرد کے عضو مخصوص کو منہ میں لے لے تو معذوری ہے لیکن اس کی عادت کر لینا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے فی النوازل اذا ادخل الرجل ذکرہ فی فم امرأتہ قد قیل یکرہ وقد قیل بخلافہ کذا فی الذخیرۃ (عالمگیری ج ۶ ص ۲۴۶ کتاب الکراھیۃ الباب الثلثون فی المتفرقات)

غور کیجئے! جس منہ سے پاک کلمہ پڑھا جاتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کو ایسے خسیس کام میں استعمال کرنے کو دل کیسے گوارا کر سکتا ہے؟ ایک شاعر کہتا ہے۔

هزار بار بشویم دهن زمشک وگلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ہزار مرتبہ مشک و گلاب سے منہ دھوؤں تب بھی تیرا پاک نام لینا بے ادبی سا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خاندانی عزت کے پیش نظر اسقاط حمل کرانا:

(سوال ۲۳۰) ایک باعزت گھرانے کی بچی نے کسی مسلمان کے ساتھ راہ فرار اختیار کیا، تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ پہلے ہی سے غلط روابط تھے مگر لڑکی کا کہنا ہے کہ ہم نے شادی کر لی ہے اس لئے اس آدمی سے طلاق نامہ لکھوالیا ہے مگر

شبہ یہ ہے کہ کہیں حمل نہ ہوا گر جانچ کرانے کے بعد حمل کی بات پختہ طور پر معلوم ہو جائے تو ایسی صورت میں جب کہ جان نہ پڑی ہو اسقاط کرا سکتے ہیں؟ اور اسقاط کے بعد عدت گذارنی ضروری ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح محقق ہونے کی صورت میں طلاق نامہ جبراً وا کراہاً لکھوایا ہوگا تو طلاق معتبر نہ ہوگی ایسی حالت میں زبانی طلاق کا اعتبار ہوتا ہے، نکاح کے بعد صحبت بھی ہوئی ہو تو طلاق کی عدت لازم ہوگی، بلا صحبت ہی طلاق کی نوبت آ گئی ہو تو عدت لازم نہ ہوگی،[1] عدت لازم ہونے کی صورت میں اگر حمل ابتدائی درجہ میں ہو تو اسقاط کی گنجائش ہے، لیکن عدت پوری نہ ہوگی، البتہ بچہ کے اعضاء بن گئے ہوں تو عدت ختم ہونے کا حکم دیا جائے گا مگر اعضاء بن جانے اور جان پڑ جانے کے بعد اسقاط حرام ہے، نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوگا تو وہ ثابت النسب اور حلالی ہوگا پھر اسقاط کا طریقہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟[2] نیز جب لڑکی کے بھاگ جانے کا لوگوں کو علم ہے تو اسقاط سے عزت کیسے بچ سکتی ہے؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ۔

بذریعہ انجکشن رحم میں مادۂ منویہ پہنچانا:

(سوال ۲۳۱) میں پچھلے ساڑھے تین سال سے شادی شدہ ہوں مگر اولاد سے محروم ہوں دعا کے ساتھ دوا بھی جاری ہے، ہم جس ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں وہ عیسائی ہے اس نے بہت توجہ سے علاج کیا (اور اس سلسلہ میں میری اہلیہ کا آپریشن بھی ہوا) اور اس نے ہمیں جو جو ہدایات کیں اس پر عمل بھی کیا مگر ہم ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم ہیں، اب ڈاکٹر صاحب نے ایک مصنوعی طریقہ بتایا ہے جس کے بارے میں مجھے فتویٰ درکار ہے، آپ رہنمائی فرمائیں۔ وہ طریقہ یہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب میرا مادۂ منویہ جو کہ میں ہاتھ سے نکالوں گا میرے سامنے میری اہلیہ کی بچہ دانی میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کریں گے، اس عمل سے امید واثق ہے کہ اللہ کے حکم سے بچہ ہو جائے گا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ مادۂ منویہ میرا ہی ہوگا اس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہوگی۔ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ (از کینڈا)

(الجواب) مشت زنی کی تو اجازت نہیں بوقت صحبت عزل کا طریقہ اختیار کر کے منی محفوظ کی جا سکتی ہے، جو بچہ شوہر کے نطفہ سے پیدا ہوگا وہ ثابت النسب ہوگا لیکن یہ طریقہ غیر فطری اور مکروہ ہے جبکہ خود شوہر یہ عمل کرے، ڈاکٹر سے ایسا عمل کرانا قطعی حرام ہے، ستر عورت فرض ہے عورت کی شرم گاہ (جائے پیشاب) عورت غلیظہ ہے شرم گاہ کے بالائی حصہ کو بلا وجہ شرعی دوسرے کے لئے دیکھنا جائز نہیں ہے تو اندرونی حصہ کو دیکھنا اور شرم گاہ کو چھونا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ میاں بیوی سخت گنہگار ہوں گے اور شوہر از روئے حدیث دیوث بنے گا اور جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا لہٰذا اس عمل

---

(۱) خلوت (یعنی میاں بیوی میں یکجائی ہونے) سے بھی عدت واجب ہوتی ہے۔ سعید احمد۔

(۲) مذکورہ صورت میں حمل ضائع کرنے کی اجازت نہیں اگرچہ حمل ابتدائی مرحلے میں ہو۔ مذکورہ عذران اعذار میں سے نہیں جس کی وجہ سے حمل کو ضائع کرنا جائز ہو وفی الذخیرۃ لو أرادت القاء الماء بعد وصولہ الی الرحم قالوا ان مضت مدۃ ینفخ فیہ الروح لا یباح وقبلہ اختلف المشائخ فیہ والنفخ مقدر بمائۃ وعشرین یوماً بالحدیث اہ قال فی الخانیۃ ولا اقول بہ لضمان المحرم بیض الصید لأنہ اصل الصید فلا أقل ان یلحقہا اثم وھذا لو بلا عذر شامی کتاب الحظر والاباحۃ ج ۶ ص ۳۷۶ قبیل باب الاستبراء وغیرہ، وجاز بعذر کالمرضعۃ اذا ظہر بہا الحبل وانقطع لبنہا ولیس لأبی الصبی ما یستأجر بہ الظئر ویخاف ھلاک الولد قالوا یباح لہا ان تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغۃ او علقہ الخ شامی آخر کتاب الحظر والاباحۃ ج ۶ ص ۳۶۹

سے قطعاً احتراز کیا جائے اولاد کا شوق ہے تو دوسری شادی کر سکتے ہیں جائز صورت ہوتے ہوئے ناجائز طریقہ چل پڑا تو آپ سخت گنہگار اور مبغوض ہوں گے ومن سن سنة سيئة فله وزرها ووزر من عمل بها الى يوم القيامة مشكوة كتاب العلم ص ۳۳ او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقط والله اعلم بالصواب
۲۰ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

جھنڈے کو سلامی دینا:

(سوال ۲۳۲) ۱۵ اگست کے دن پرچم کشائی کے وقت سلامی دی جاتی ہے تو سلامی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص سرکاری ماسٹر یا گورنمنٹ ملازم ہے تو کیا کرے؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) یہ محض سیاسی چیز ہے اور حکومتوں کا طریقہ ہے، اسلامی حکومتوں میں بھی ہوتا ہے، بچنا اچھا ہے، اگر فتنہ کا ڈر ہو تو بادل ناخواستہ کرنے میں مؤاخذ نہیں ہوگا، انشاء اللہ۔
اس کے متعلق حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ ”جھنڈے کی سلامی مسلم لیگ بھی کرتی ہے اور اسلامی ملکوں میں بھی ہوتی ہے وہ ایک فوجی عمل ہے اس میں اصلاح ہوسکتی ہے مگر مطلقاً اس کو مشرکانہ عمل قرار دینا صحیح نہیں ہے (از نقیب جلد نمبر ۷ پھلواری شریف پٹنہ ۲۶، جمادی الاول ۱۳۵۸ھ - ۹ جولائی ۱۹۳۹ء، یکشنبہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ظالم شوہر طلاق دے دے اس مقصد کے لئے پاک عمل کرنا:

(سوال ۲۳۳) ہندہ نامی لڑکی کا حامد سے تعلق تھا اور وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی تھی مگر اس کے والدین نے اس کا نکاح خالد سے کر دیا، نکاح کے بعد دونوں میں نااتفاقی رہی اور ابھی حال یہ ہے کہ ہندہ دو سال سے اپنے والدین کے گھر ہے خالد نہ اس کو اپنے یہاں بلاتا ہے اور نہ کچھ خرچ دیتا ہے بلکہ اب وہ دوسرا نکاح کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں زندگی بھر ہندہ کو تڑپاؤں گا نہ طلاق دوں گا نہ اپنے پاس بلاؤں گا، ہندہ طلاق لے کر حامد سے نکاح کرنا چاہتی ہے، ان حالات میں اگر کوئی عامل ایسا عمل کرے کہ خالد ہندہ کو طلاق دے دے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) ہندہ کا بھی قصور ہے کہ کسی اور سے ناجائز تعلق قائم رکھا تھا اور اب شوہر کی بھی تعدی اور ظلم و زیادتی ہے کہ نہ رکھنا چاہتا ہے نہ طلاق دیتا ہے عمر بھر سڑانا چاہتا ہے، ایسے حالات میں ہندہ گناہ کی مرتکب ہوگی لہذا کوئی ایسا پاک عمل کرنا کہ جس کی وجہ سے شوہر مجبور ہو کر طلاق دے دے تو اس کی شرعاً اجازت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ۔

سود کی رقم سے ٹیکس ادا کرنا:

(سوال ۲۳۴) علمائے دین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ اسلام میں ڈھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہے، اس کے علاوہ سرکاری ٹیکس جو بہت زیادہ ہوتا ہے وہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے، کیا اس صورت میں بینک کے سود ٹیکس ادا کرنے کی شریعت کی طرف سے گنجائش ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) زکوٰۃ ادا کرنا عبادت ہے اور بہت سی مصیبتوں اور بلاؤں سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، غریب رشتہ دار وغیرہ کی امداد کر کے دعائیں لینا ہے اس میں رنجیدہ خاطر اور دل برداشتہ نہ ہونا چاہئے، بینک کی زائد رقم کے غربا حقدار ہیں سرکاری ٹیکس ناقابل برداشت ہے اور بینک بھی سرکاری ہے اس لئے بینک کے سود سے سرکاری ناقابل برداشت ٹیکس ادا کرنے کی گنجائش ہے مگر جہاں تک ہو سکے بچنے کی کوشش کی جائے کہ اس میں سود اپنے استعمال میں لانے کے مرادف ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کسی تدبیر سے یا رشوت دے کر میونسپلٹی کو ٹیکس کم دینا:

(سوال ۲۳۵) ہماری کپڑے کی دوکان ہے اور ہم باہر سے مال منگواتے ہیں، میونسپلٹی کے قانون کے اعتبار سے سو روپے کے مال پر ڈیڑھ سو روپیہ بطور ٹیکس حکومت کو دینا ضروری ہوتا ہے، بہت سے لوگ کسی تدبیر سے یا افسروں کو رشوت دے کر کم ٹیکس دیتے ہیں، تو یہ حرکت جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) میونسپلٹی کا ٹیکس بچا کر پولسوں اور افسروں کو رشوت دینا اور ان کو اس کا عادی بنانا کوئی اچھا کام نہیں ہے، اس سے بہتر تو یہی ہے کہ ٹیکس پورا دے دیا جائے نہ دینے میں کبھی ذلیل اور بے عزتی ہونے کا موقعہ آجاتا ہے اور خود کو ذلیل کرنا شرعاً جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اسقاط حمل جائز ہے یا نہیں:

(سوال ۲۳۶) ایک کنوری لڑکی اپنی غلط کاری کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہے اور اب اس کے حمل کو چار مہینے ہو چکے ہیں ادھر والدین کی عزت کا سوال ہے ایسی صورت میں حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) بچے کے بال انگلیاں پیر وغیرہ اعضا، بن چکے ہوں اور بچہ میں جان پڑ گئی ہو جس کی مدت ۱۲۰ دن ہے (یعنی چار مہینے) ایسی حالت میں کسی کے نزدیک بھی حمل گرانا جائز نہیں حرام اور گناہ ہے، بچہ ضائع ہوگا اور اس کی ماں کی جان کو بھی خطرہ میں ڈالنا ہے اس لئے اس کی اجازت نہ ہوگی وفي الذخيرة لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الى الرحم قالوا ان مضت مدة ينفخ فيه الروح لا يباح لها وقبله اختلف المشائخ فيه والنفخ مقدر بمائة وعشرين يوماً بالحديث اه (شامي ج۵ ص ۳۲۹ كتاب الحضر والا باحة، آخر فصل فى النظر والمس) فقط والله اعلم بالصواب. ۲۵ ربيع الاول ۱۴۰۰ھ

سخت بیماری کی وجہ سے ضبط تولید کرائے یا نہیں:

(سوال ۲۳۸) میری بیوی عرصہ دراز سے بیماری میں مبتلا ہے۔ جس بنا پر کمزور اور کم طاقت ہے۔ کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ چھ ۶ سات ۷ برس سے یہ حالت ہے۔ علاج و معالجہ کے باوجود کوئی فرق نہیں اس حالت میں ایام حمل میں طبیعت خراب رہتی ہے۔ کمزوری میں اور اضافہ ہوجاتا ہے تو ایسی حالت میں آپریشن کرانا جائز ہے یا نہیں؟ ڈاکٹر و حکیم کہتے ہیں کہ تم آپریشن نہ کراؤ گے تو طبیعت ایسی ہی رہے گی۔ بینوا توجروا۔
(الجواب) جب کمزوری اور طبیعت کی خرابی کی وجہ سے حمل کی قرار دشوار ہے۔ حمل برداشت نہیں ہوسکتا۔ تو اولاً ایسا

علاج کیا جاوے کہ کچھ عرصہ تک استقرار حمل نہ ہو۔یعنی حمل نہ ٹھہرے۔ پھر اگر یہ وقتی تدبیر مفید ثابت نہ ہوتو بالآخر مسلمان دیندار حاذق حکیم یا مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق آپریشن کرانا جائز ہے۔اس بارے میں غیر مسلم ڈاکٹر یا حکیم کی صلاح غیر معتبر ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ضبط تولید کا شرعی حکم کیا ہے :

(سوال ۲۳۹) آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی نکالنا کیسا ہے مرض وصحت میں کیا حکم ہے؟ بعض لوگ مفلسی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔کیا یہ جائز ہے؟

(الجواب) اگر ضرورت محسوس ہوتو بحالت عذر جب تک عذر باقی ہے چند دن کے لئے ضبط حمل کی تدبیر و معالجہ کر سکتے ہیں۔لیکن بدون شرعی عذر کے بچہ دانی نکال کر دائماً اولاد سے محروم ہونے کی کوشش کفران نعمت ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن معقل بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم .رواہ ابو داؤد (مشکوۃ شریف کتاب النکاح ص ۲۶۷)

یعنی ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی ہوں کہ قیامت کے روز تمہاری کثرت تعداد کی بناپر میں دوسری امتوں پر فخر کرسکوں (مشکوۃ)

رزق دینے والا خدا ہے وہ اولاد کو بھی دے گا اور تم کو بھی۔اولاد کے رازق ماں باپ نہیں بلکہ خدا ہے، جس نے ماں کے شکم میں رزق دیا وہ پیدا ہونے کے بعد بھی دے گا۔اولاد ماں کے پیٹ سے رزق نامہ ساتھ لے کر آتی ہے اسی کے مطابق رسد پائے گی پھر ایسے تصورات کیوں کئے جائیں؟ فرمان خداوندی ہے۔

ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم (سورۃ الانعام)

یعنی۔''اپنی اولاد کو بخوف افلاس قتل نہ کرو۔ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کو'' دوسری جگہ ہے:۔

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم (سورۃ بنی اسرائیل)

یعنی۔اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم ان کو اور تم کو بھی رزق دیتے ہیں لہذا معمولی عذر میں اس کی اجازت نہیں۔ہاں اگر عورت کی صحت خراب ہونے کی وجہ سے اس میں ضبط حمل کی قوت نہ رہی ہو اور جان کا خطرہ ہو، اور آپریشن کے بغیر چارہ کار نہ ہو اور اس کی اجازت مسلمان دیندار حکیم حاذق یا مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر دیتا ہو تو آپریشن کر سکتے ہیں۔

برتھ کنٹرول (ضبط تولید) کے لئے مجبور کیا جائے تو کیا علاج :

(سوال ۲۴۰) آج کل ہم ریلوے کے ملازموں (ریلوے میں نوکری کرنے والوں) کو برتھ کنٹرول کے لئے بہت ہی مجبور کیا جاتا ہے۔ہمیں کہا جاتا ہے کہ بچے پیدا نہ ہوں۔اس لئے مرد یا عورت میں سے کوئی ایک آپریشن کرالیں بالخصوص مردوں کے آپریشن پر زیادہ زور دیا جاتا ہے! اگر ہم برتھ کنٹرول کا انکار کرتے ہیں تو ہماری ایذارسانی کے لئے ہر حربہ کام میں لایا جاتا ہے اور ہمیں جو سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔مثلاً پیشگی امداد، اور بحالت بیماری ادویہ اور علاج

معالجہ کے لئے ریلوے ڈاکٹر وغیرہ سے محروم کردیا جاتا ہے۔اور ایسے بہت سے طریقوں سے ہمیں پریشان کیا جاتا ہے جس سے تنگ آکر کچھ تو آپریشن کرا ہی ڈالتے ہیں اور انکار کی صورت میں نوکری عذاب بن جاتی ہے اور مذکورہ سہولتیں نہ ملنے پر ہماری مشکلات میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اور علمائے دین کے خیالات اس سلسلہ میں کیا ہیں۔

مذکورہ حالت کو ہم مجبوری کے تحت لاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسے مجبوری شمار کر کے آپریشن کرالیا جائے۔تو جائز ہوگا یا نہیں؟

جب ان سے یوں کہا جاتا ہے کہ برتھ کنٹرول ہمارے مذہب کے خلاف ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہاں بیچ میں دھرم ورم مت لاؤ! اب ہم کیا کریں۔؟ آپ بالتفصیل سمجھائیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک! اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:۔تزوجوا الودود الودود فانی مکاثر بکم الامم. یعنی ایسی عورتوں کے ساتھ نکاح کرو جو بہت ہی محبت کرنے والی اور بہت ہی بچے جننے والی ہوں۔کیونکہ میں تمہاری اکثریت اور زیادتی کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔(مشکوۃ کتاب النکاح ص ۲۶۷)

ملازمت قائم رکھنے یا ملازمت کی سہولتیں اور آسائشیں حاصل کرنے کے لئے خود کا یا اپنی عورت کا آپریشن کرا کر ہمیشہ کے لئے اولاد سے محروم ہوجانا اور خصی ہوجانا کفران نعمت ہے اور شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔حدیث میں وارد ہے کہ صحابہ کرامؓ نے گناہوں سے بچنے اور دنیاداری سے بے فکر ہو کر خدا کی عبادت میں مصروف رہنے کے ارادہ سے خصی ہونے کی خواہش ظاہر کی تو آپ (ﷺ) نے اجازت نہیں دی اور قرآن پاک کی۔آیت تلاوت فرمائی:۔

یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدینO

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان پاکیزہ لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو۔اور حدود سے آگے مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔) بخاری شریف ج ۲ ص ۷۵۹ باب ما یکرہ من التبتل والخصآء.

اس سے معلوم ہوا کہ خصی یعنی قطع نسل کا عمل نص قرآنی سے بھی حرام ہے۔اور حدود اللہ سے تجاوز میں داخل ہے۔لہذا عمل قطع نسل بالاتفاق حرام ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۲۰ ص ۷۲) اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اما خصاء الادمی حرام . انسان کا خصی ہوجانا حرام ہے (درمختار مع الشامی ج۵ ص ۳۴۲ کتاب الحضر والاباحت فصل فی البیع)

حدیث میں ہے۔لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق. یعنی خالق کی نافرمانی کرکے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

اس لئے ''دھرم ورم بیچ میں مت لاؤ'' کی جواب میں سب کو متفق ہوکر اور ایک زبان ہوکر کھلے الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہئے کہ پہلے دھرم (مذہب) پھر ملازمت! رزق کا دینے والا تو خدا تعالیٰ ہے۔قرآن میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها۔ یعنی روئے زمین پر کوئی بھی ایسا ذی روح نہیں ہے جس کی رزق کی ذمہ داری خدائے تعالیٰ نے نہ لی ہو۔ (سورۂ ہود)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وکاین من دآبة لا تحمل رزقها اللہ یرزقها وایاکم۔ یعنی کتنے جاندار ایسے ہیں جو (آئندہ کل کے لئے) اپنی روزی محفوظ (بچاکر) نہیں رکھتے۔ خدا ہی انہیں رزق پہنچاتا ہے اور تمہیں بھی وہی رزق دیتا ہے۔ (قرآن حکیم سورۂ عنکبوت)

ایک اور جگہ ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل له مخرجاً ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتو کل علی اللہ فهو حسبه۔ یعنی جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مشکلات سے) نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے، جس کے متعلق اس کو وہم وگمان تک نہیں ہوتا اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا اس کے لئے خداوند تعالیٰ (مشکلات دور کرنے کے لئے) کافی ہے (قرآن حکیم۔ سورۂ طلاق)

اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاهم یعنی۔ اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو ہم تمہیں روزی دیتے ہیں اور ان کو بھی (قرآن حکیم۔ سورۂ انعام)

اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم خشية املاق نحن نرزقهم وایاکم یعنی اولاد کو ناداری کے خوف سے مت قتل کرو ہم انہیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی (قرآن حکیم سورہ بنی اسرائیل)

حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بے شک اگر جو آپ لوگ خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے جیسا کہ اس کا حق ہے تو وہ تمہیں ایسے طریقے پر روزی پہنچائیں گے جیسا کہ پرندوں کو روزی پہنچاتے ہیں کہ وہ علی الصبح بھوکے پیٹ جاتے ہیں اور سرشام شکم سیر ہو کر واپس ہوتے ہیں ۔ (مشکوٰۃ باب التوکل والصبر ص ۴۵۲)

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں:۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

یعنی اے خدا! آپ جب کہ ایسے کریم ہیں کہ یہود ونصاریٰ، آتش پرستوں اور بت پرستوں وغیرہ کو اپنے خزانہ غیب سے روزی پہنچاتے ہیں۔ دشمنوں پر جب ایسی نظر رحم وکرم ہے تو اپنے دوستوں (جو اللہ کے عبادت گذار ہیں) کو کس لئے محروم رکھیں گے؟

منقول ہے کہ کوے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے تب اس کے بدن کے بال وپر سفید ہوتے ہیں۔ نر اور مادہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا بچہ نہیں ہے۔ اگر ہمارا ہوتا تو ہم جیسا ہی سیاہ ہوتا اس لئے وہ اسے کھلاتے نہیں۔ لیکن جب اس کے بال وپر کالے ہونے لگتے ہیں تو اسے اپنا بچہ سمجھتے ہیں اور کھلاتے پلاتے ہیں۔ بال وپر جب تک کہ سفیدی سے سیاہی مائل ہوتے ہیں اس اثناء میں خداوند تعالیٰ اسے اس طریقہ سے روزی پہنچاتے ہیں کہ بچہ جب اپنی چونچ (منہ)

کھولتا اور بند کرتا ہے تب حشرات الارض اور جراثیم ہوا کے ذریعہ اس کے منہ میں پہنچ کر اس کی خوراک بنتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ کوے کے بچے کو روزی پہنچاتے ہیں تو کیا وہ ذات اپنے وفاشعار بندوں کو روزی نہیں پہنچائے گی؟ کیا وہ تمہیں بھوکوں ماریں گے؟؟ نہیں ہرگز نہیں!! بقول شاعر

غم روزی مخور برہم مزن اوراق دفتر را
کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را

فکر معاش میں حیران وپریشان ہونے کی ضرورت نہیں، خدا تو ایسی عالی شان والے ہیں کہ نومولود (بچہ) کے دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے خداوند قدوس پستان مادر میں دودھ مہیا کر دیتے ہیں اور اس طرح محیر العقول خوراک کا انتظام ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ضبط ولادت کے متعلق کیا حکم ہے:

(سوال ۲۴۱) آپریشن کر کے ضبط ولادت کی گنجائش ہے یا نہیں؟

(الجواب) وقتی طور پر (ایک خاص مدت تک جب تک ضرورت ہو) حمل روکنے کی ضرورۃً اجازت ہے۔ مگر ہمیشہ کے لئے ضبط ولادت کسی شدید اور انتہائی مجبوری ہی میں جائز ہو سکتی ہے۔ معمولی مجبوری میں اجازت نہیں ہے۔ آج کل عیش پرستوں نے اس کو فیشن بنالیا ہے اس کی اجازت نہیں ہے۔

عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو نکالے یا نہیں:

(سوال ۲۴۲) اگر حاملہ عورت کے شکم میں بچہ مر جائے تو عورت کو بچانے کے لئے بچہ کو کاٹ کر کے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) بچہ کی موت کا پورا یقین ہو اور عورت کے انتقال کا خوف ہو تو عورت کی جان بچانے کی خاطر بچہ کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے۔ بچہ زندہ ہو تو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۸۴۰ باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت)

بچہ کا تولد نہ ہوتا ہو تو اس کو کاٹ کر نکالنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۳) عورت حاملہ ہے۔ بچہ تولد نہیں ہوتا ڈاکٹرنی کہتی ہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالے تو عورت کی جان بچ سکتی ہے تو ایسی حالت میں بچہ کو کاٹے یا نہیں۔

(الجواب) بچہ زندہ ہو تو کاٹنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ بچہ کٹنے پر ماں کی زندگی کی گارنٹی کون دے سکتا ہے۔ لہذا آپریشن کر کے دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کی جائے۔ زندگی خدا کے قبضہ میں ہے۔ "درمختار" میں ہے (حامل ماتت وولدها حی) یضطرب (شق بطنها) من الایسر (ویخرج ولدها) ولو بالعکس وخیف علی الام قطع اخرج لو میتا والا لا کما فی کراهية الاختیار (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۸۴۰ باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت).

یعنی! حاملہ عورت مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں زندہ ہے تو ایسی حالت میں عورت کے پیٹ کو بائیں جانب سے چیر کر بچہ کو نکالا جائے اور بچہ مرگیا اور ماں زندہ ہے اور مردہ بچہ کے پیٹ میں ہونے سے ماں کی زندگی خطرہ میں ہے تو بچہ کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے اور بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نکالنا جائز نہیں کہ ماں کی موت یقینی نہیں احتمالی ہے لہذا شک کی بناء پر بچہ کی جان لینے کی اجازت نہیں، ای ولو کان حیا لا یجوز تقطیعه لأن موت الام به موهوم فلا یجوز قتل ادمی حی لأمر موهوم، شامی ج ۱ ص ۸۴۰ باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت)

(۱) مکڑی مارنا اور اس کے جالے صاف کرنا (۲) چھپکلی مارنا:

(سوال ۲۴۴) کہتے ہیں کہ مکڑی کو نہیں مارنا چاہئے، کیونکہ اس نے غار ثور پر جالا تن کر حضور ﷺ کی حفاظت کی تھی، گاہے گاہے گھر میں ان کی وجہ سے بہت جالے ہو جاتے ہیں جسے نحوست کہتے ہیں، تو شرعاً ان کے مارنے کی اجازت ہے؟ اسی طرح چھپکلی کے مارنے کے متعلق کچھ ممانعت ہے؟ بینوا توجروا۔ (از حیدر آباد)

(الجواب) مکڑی کی مختلف قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو زمین میں گھر بناتی ہے وہ موذی ہے، اس کو مارنے کی اجازت ہے، روح المعانی میں ہے النوع الآخر الذی یحفر بیته فی الارض ویخرج فی اللیل کسائر الهوام وهی علی ما ذکره غیر واحد من ذوات السموم فیسن قتلها (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۶۱ سورۃ عنکبوت) اور جو گھروں میں جالا تنتی ہے وہ موذی جانور نہیں ہے، بلاضرورت اسے تکلیف پہنچانے اور مارنے سے خصوصاً جب کہ مذکورہ واقعہ مشہور ہے۔ احتراز کرنا چاہئے۔ روح المعانی میں ہے وقیل لا یسن قتلها فقد اخرج الخطیب عن علی کرم الله وجهه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوهن ذکر هذا الخبر جلال الدین السیوطی فی الدر المنثور، والله اعلم بصحته وکونه مما یصلح للاحتجاج به (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۶۱ سورۃ عنکبوت)

یعنی: مکڑی کو مارنا نہ چاہئے، خطیب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو مکڑیوں نے جمع ہو کر فوراً جالا بن دیا اس لئے تم ان کو قتل مت کرو۔

گھر میں اگر مکڑی کے جالے ہوگئے ہوں تو صاف کر سکتے ہیں وذکر انه یحسن ازالة بیتها من البیوت، لما اسند الثعلبی وابن عطیة وغیرهما عن علی کرم الله وجهه انه قال طهروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه فی البیت یورث الفقر وهذا ان صح عن الامام کرم الله وجهه فذاک والا فحسن الازالة لما فیها من النظافة ولا شک بندبها. یعنی ثعلبی اور ابن عطیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے، مکڑی کے جالوں سے اپنے گھروں کو صاف رکھا کرو کیونکہ اس کے چھوڑ دینے سے فقر پیدا ہوتا ہے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس اثر کا ثبوت ہو تو یہی دلیل ہے، ورنہ جالے صاف کرنا مستحب ہی ہے اس لئے کہ اس میں نظافت ہے (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۶۱)

چھپکلی موذی جانور ہے وہ کھانے پینے کی چیزوں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال دیتی ہے تو اس میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کی کھانے سے طبیعت پر بہت برا اثر پڑتا ہے، ہمارے علم میں ایسے واقعات ہیں کہ ایسا

کھانا کھانے کی وجہ سے پورے گھر والوں کو ایک دم ہسپتال جانا پڑا۔ اور حدیث میں وزغ کو مارنے کا حکم ہے (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۳۵ باب فی قتل الوزغ) (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۷۹ باب فی قتل الوزغ) وزغ وزغۃ کی جمع ہے اور وزغ کا مصداق جس طرح گرگٹ ہے اسی طرح چھپکلی بھی ہے، مصباح اللغات اور المنجد اردو میں تو وزغۃ کا ترجمہ چھپکلی کیا گیا ہے، چنانچہ مصباح اللغات میں ہے۔

الوزغۃ چھپکلی وزغ وزاغ واوزاغ ووزغان (مصباح اللغات) المنجد مترجم اردو میں ہے۔

الوزغۃ: چھپکلی ج وزغ ووزاغ واوزاغ ووزغان (المنجد) فقط واللہ اعلم۔

دینی خدمت میں رکاوٹ پیدا نہ ہو اس نیت سے سلسلۂ اولاد کو چند سالوں کے لئے موقوف کرنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۵) دور حاضر میں دینی علم سیکھنے اور سکھانے کی ضرورت کو ارباب حل وعقد شدت سے محسوس کر رہے ہیں، مجھے بھی یہی احساس شدت سے لاحق ہے، اللہ تعالیٰ نے جو علم دین عطا فرمایا ہے اللہ کے فضل سے تدریسی خدمت میں مشغول ہوں اور یکسوئی کے ساتھ مشغول رہنا چاہتی ہوں مگر اولاد کی پرورش اور نگرانی مانع ہے، اس وقت دو بچے ہیں، آئندہ بچوں کی وجہ سے مزید رکاوٹ پیدا نہ ہو تو کیا سلسلۂ اولاد کو چند سالوں کے لئے موقوف کرنا جائز ہوگا؟ اس بندش اولاد کا مسئلہ صرف چند سال کے لئے ہے کہ تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ چھوٹے دو بچوں کی صحیح پرورش بھی ہو سکے، امید ہے کہ اس مسئلہ کا تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں گے، فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح کا مقصد توالد وتناسل ہے اور کثرت اولاد حضور اکرم ﷺ کے لئے فخر کا سبب بھی ہے، جس عورت کو اولاد زیادہ ہو ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب ہے، حدیث میں ہے: عن معقل بن یسار رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم، رواه ابوداؤد والنسائی یعنی حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۷ کتاب النکاح)

نیز حدیث میں ہے:۔ عبدالرزاق ...... عن سعید بن ابی حلال ...... ان النبی صلی الله علیه وسلم قال تناکحوا تکثروا فانی اباهی بکم الامم یوم القیامة ...... الخ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کرو نسل بڑھاؤ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۷۳ باب وجوب النکاح وفضلها) (جامع الصغیر حرف التاء للعلامة السیوطی ص ۱۱۱)

نیز حدیث میں ہے:۔ عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی وتزوجوا (وفی نسخة، فتزوجوا) فانی مکاثر بکم الامم ...... الخ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کرنا میری سنت ہے جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میری جماعت سے نہیں، پس نکاح کرو میں تمہارے

ذریعہ دیگرامتوں پر فخر کروں گا (ابن ماجہ شریف ص ۱۳۴ باب ماجاء فی فضل النکاح)

ایام حمل کی تکلیف، ولادت کی تکلیف، بعدہ رضاعت کی مشقت، اور بچہ کی تربیت وغیرہ کے سلسلہ میں جو بھی تکلیف برداشت کی جائے گی یہ سب عبادت اور موجب اجروثواب ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں وقتی طور پر بندش اولاد کے لئے جو بات پیش کی گئی ہے اسے شرعی عذر قرار نہیں دیا جاسکتا، دینی خدمت میں مشغول ہونا بھی دین ہے اور موجب اجروثواب ہے، اولاد کی پرورش وغیرہ بھی دین اور موجب اجروثواب ہے، اولاد میں کوئی ایسا بھی ہوسکتا ہے جو اپنے زمانہ کا عالم ربانی، ولی کامل ہو اور وہ اپنے والدین، خاندان بلکہ پوری بستی اور عامۃ الناس کی ہدایت ونجات کا ذریعہ بن جائے اس لئے اولاد کے سلسلہ میں دل تنگ نہ کرنا چاہئے اور جو کچھ تکلیف اور پریشانی پیش آئے اسے بخوشی برداشت کرنا چاہئے۔

اور ساتھ ساتھ ہمارا تو ایمان ہی یہ ہے کہ اولاد ہونا، نہ ہونا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے اللہ کو اگر منظور ہے تو عدم استقرار حمل کی ہر قسم کی تدبیر اختیار کرتے ہوئے بھی اولاد ہوسکتی ہے اور اسے کوئی نہیں روک سکے گا، اور اگر اللہ کو منظور نہیں ہے تو استقرار حمل کے لئے ہر نوع کی کوشش کرتے ہوئے نہ استقرار حمل ہوتا ہے نہ اولاد ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: للہ ملک السموات والارض یخلق مایشاء یھب لمن یشآء اناثا ویھب لمن یشآء الذکور. اویزوجھم ذکرانا واناثاً ویجعل من یشآ ء عقیماً انہ علیم قدیر.

ترجمہ: اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمان وزمین کی، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ یا ان کو جمع کردیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے، بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ پارہ نمبر ۲۵، رکوع نمبر ۵، سورۂ شوریٰ)

حدیث میں ہے۔ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال ما من کل لماء یکون الولدواذا اراد اللہ خلق شئی لم یمنعہ رواہ مسلم. حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ سے عزل کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ایسا نہیں ہے کہ ہر قطرۂ منی سے بچہ پیدا ہو، اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا فرمانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے کوئی روک نہیں سکتا، رواہ مسلم (مشکوۃ شریف ص ۲۷۵، ص ۲۷۶ باب المباشرۃ)

لہٰذا اس معاملہ کو مشیت الٰہی پر چھوڑ دیا جائے، ہم تو بندۂ محض ہیں اللہ جس حال پر رکھے اس پر راضی رہنا ہمارے ایمان اور عبدیت کا مقتضیٰ ہے، خدمت دین کا جذبہ اور نیت ہے، انشاء اللہ نیت کے مطابق اجروثواب ملے گا، اگر بظاہر اس میں کوئی مانع پیش آجائے تو اسے بھی منجانب اللہ ہی سمجھا جائے، اگر اللہ چاہیں تو بیماری یا اور کوئی مانع بھی تو پیش آسکتا ہے، اس وقت کیا جائے گا؟ فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ۔

شدید تکلیف کی وجہ سے آپریشن کرکے بچہ دانی نکلوانا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۶) میری اہلیہ کو جب سے حمل ٹھیرتا ہے اس وقت سے ولادت تک تکلیف رہتی ہے چکر آتے ہیں، کہیں

جانا ہو تو راستے میں وقفہ وقفہ سے آرام کرتے ہوئے جانا پڑتا ہے، اور میری اہلیہ ایک پاؤں سے معذور ہے اور بچہ اسی طرف رہتا ہے جس کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور جب بچہ کی ولادت ہوتی ہے تو وہ الٹا ہوتا ہے، ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ اس کے بعد جو حمل رہے گا تو عورت کی جان خطرہ میں ہے تو ایسی حالت میں آپریشن کرکے بچہ دانی نکلوانی کی اجازت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نکاح کا مقصد توالد وتناسل ہے اور کثرت اولاد حضور اکرم ﷺ کے لئے فخر کا سبب بھی ہے، جس عورت کو اولاد زیادہ ہو ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن معقل بن یسار قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود فانی مکاثربکم الامم. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی ہو کہ (قیامت کے دن) تمہاری کثرت تعداد کی بناء پر دوسری امتوں پر فخر کرسکوں (مشکوۃ شریف ص ۲۶۷ کتاب النکاح)

نیز حدیث میں ہے: عن الرزاق عن معمر عن عبدالملک بن عمیر و عاصم ابن بھدلۃ ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابنۃ عم لی ذات میسم ومال وھی عاقر. افاتزوجھا؟ فنہاہ عنھا مرتین اوثلاثاً ثم قال لا مراۃ سوداء ولود احب الی منھا، اما علمت انی مکاثر بکم الامم...... الخ یعنی ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے چچا کی ایک لڑکی ہے، جو حسین وجمیل اور صاحب مال ہے، لیکن وہ بانجھ ہے کیا میں اس سے نکاح کروں؟ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ اس سے منع فرمایا، اور پھر ارشاد فرمایا: بچے جننے والی سیاہ فام عورت مجھے اس خوبصورت مالدار بانجھ عورت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری کثرت تعداد سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا (مصنف عبدالرزاق ص ۱۶۰، ص ۱۶۱ ج ۶، باب نکاح الابکار والمراۃ العقیم)

شامی میں ہے:۔ فی الحدیث سوداء ولود خیر من حسناء عقیم حدیث میں ہے بچے جننے کے قابل سیاہ فام عورت، خوبصورت بانجھ عورت سے بہتر ہے (شامی ص ۳۶۰ ج ۲، کتاب النکاح)

نیز حدیث میں ہے: عبدالرزاق...... عن سعید بن ابی ھلال...... ان النبی صلی اللہ وسلم قال تناکحوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ...... الخ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کرو نسل بڑھاؤ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا (مصنف عبدالرزاق ص ۱۷۳ ج ۶ باب وجوب النکاح وفضلھا) (جامع الصغیر للعلامۃ السیوطی ص ۱۱۱، حرف التاء)

نیز حدیث میں ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی وتزوجوا (وفی نسخۃ فتزوجوا) فانی مکاثربکم الامم...... الخ.

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "نکاح کرنا میری سنت ہے، جو شخص میری سنت پر عمل نہ کرے وہ میری جماعت سے نہیں، پس نکاح کرو میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کروں گا (ابن ماجہ شریف ص ۱۳۴، باب ماجاء فی فضل النکاح)

ایام حمل کی مشقت، ولادت کی تکلیف، بعدہٗ رضاعت اور بچہ کی تربیت وغیرہ وغیرہ کے سلسلہ میں جو بھی تکلیف اور پریشانی برداشت کی جائے گی، یہ سب انشاء اللہ موجب اجر وثواب ہے، اور حمل وولادت یہ مرحلہ ہی تکلیف کا ہے اور عموماً سب ہی کو یہ تکلیف ہوتی ہے، قرآن سے ثابت ہے حملته امه' کرهاً و وضعته کرهاً ترجمہ:۔ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا، اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا (قرآن مجید پارہ نمبر ۲۶ رکوع نمبر ۲ سورۂ احقاف)

حضور اقدس ﷺ کے مذکورہ فرامین اور ارشادات اور آپ کی پسند فرمودہ چیز کے پیش نظر مسئلہ بڑا نازک بن جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں غیر مسلم ڈاکٹر کی رائے قابل عمل نہیں ہوسکتی، علاج اور تدبیر سے کچھ مدت کے لئے حمل روکا جاسکتا ہے مگر بچہ دانی نکلوا کر ہمیشہ کے لئے خدا کی نعمت سے محروم ہونے کی کوشش کفران نعمت ہے اس کے لئے مسلمان دیندار حکیم حاذق یا مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر کا فیصلہ قابل قبول ہوسکتا ہے، اہلیہ کو سورت میں حضرت مولانا حکیم سعد رشید اجمیری صاحب مدظلہٗ کو دکھایا جاوے اور ان سے علاج کرایا جائے، علاج کے بعد اگر حکیم صاحب آپریشن کرنے اور بچہ دانی نکلوانے کا فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ قابل عمل ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سنی عالم شیعوں کا نکاح پڑھائے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۴۷) شیعوں کا نکاح سنی عالم پڑھائے تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شیعوں کا نکاح ان کے ہی لوگوں کے حوالہ کر دیا جائے، ان میں سے بعض کے عقائد حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی علیہ الرحمہ کی تصنیف ''ایرانی انقلاب'' اور ماہنامہ الفرقان کا خصوصی نمبر بنام ''خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' حصہ اول اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۷ء شمارہ ۱۰۔۱۱۔ ج ۱۲۔ جلد ۵۲ حصہ دوم مئی تا جولائی ۱۹۸۸ء شمارہ ۵، ۷، نیز فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۴۔۱۳۵ ج ۳: (جدید ترتیب کے مطابق کتاب النکاح میں شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ۱۲ مرتب) تقیہ ان کا شعار ہے، اس وجہ سے ان کے صحیح عقائد کا پتہ چلانا بھی مشکل ہے، لہٰذا بچنا ہی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈھائی ماہ کا حمل ساقط کرانا:

(سوال ۲۴۸) میں شادی شدہ ہوں اور میرے تین بیٹے ہیں، آخری بیٹے کی عمر ۸ ماہ ہے، میری اہلیہ کی طبیعت ہر وقت خراب رہتی ہے، ڈاکٹروں کو دکھایا تو وہ کہتے ہیں کہ اہلیہ کو حمل رہ گیا ہے اور تقریباً دوڈھائی ماہ کے درمیان کا ہے اور رحم پر ورم ہے جس وجہ سے بچہ کی رحم میں جس طرح پرورش ہونی چاہئے وہ نہ ہوسکے گی اس لئے بچہ کی ماں کے لئے خطرہ ہے، اہلیہ کمزور بھی ہے، وہ حمل ساقط کرانے کے لئے کہہ رہے ہیں اور آپریشن کر کے بچہ دانی نکلوانے کا مشورہ دے رہے ہیں، آپ شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟ جزاکم اللہ، بینوا توجروا۔

(الجواب) بچہ کے بال انگلیاں پیر وغیرہ اعضاء بن گئے ہوں اور بچہ میں جان پڑ گئی ہو جس کی مدت ۱۲۰ دن ہے (یعنی چار مہینے) (ایسی حالت میں کسی کے نزدیک بھی حمل گرانا جائز نہیں ہے حرام اور گناہ ہے، اور اس سے قبل اگر شرعی عذر کی وجہ سے اسقاط حمل کرایا جائے مثلاً شیر خوار بچہ ہو اور استقرار حمل کی وجہ سے عورت کا دودھ خشک ہو گیا (اور بچہ کا باپ اس

کے دودھ کا انتظام نہ کر سکتا ہو) اور اس وجہ سے بچہ کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا ہو تو حمل ساقط کرا دینے کی گنجائش ہے، ورنہ گناہ ہے، شامی میں ہے۔ وفی الذخیرة لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الی الرحم قالوا ان مضت مدة ینفخ فیه الروح لا یباح لها وقبله اختلف المشائخ فیه والنفخ مقدر بمائة وعشرین یوماً بالحدیث اه قال فی الخانیة ولا اقول به لضمان المحرم بیض الصید لانه اصل الصید فلا اقل من ان یلحقها اثم وهذا لو بلا عذراه (شامی ص ۳۲۹ ج ۵، قبیل باب الاستبراء) (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۵۵، ص ۲۵۶ ج ۶ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں اسقاط حمل جائز ہے یا نہیں، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ص ۱۹۱ مرتب) نیز درمختار میں ہے ویکره ان تسعی لا سقاط حملها وجاز لعذر حیث لا یتصور. شامی میں ہے (قوله ویکره الخ) ای مطلقا قبل التصور و بعد علیٰ ما اختاره فی الخانیة کما قدمناه قبیل الاستبراء وقال الا انها لا تاثم اثم القتل (قوله وجاز لعذر) کالمرضعة اذا ظهر به الحبل وانقطع لبنها ولیس لاب الصبی ما یستأجر به الظئر و ف هلاک الولد قالوا یباح لها ان تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغة او علقة ولم یخلق له عضو وقدر وا تلک المدة بمائة وعشرین یوماً وجاز لانه لیس بآدمی وفیه صیانة الادمی خانیة (درمختار و شامی ج ۵ ص ۳۷۹ قبیل کتاب احیاء الموات)

صورت مسئولہ میں حمل دوڈھائی ماہ کے درمیان کا ہے، اہلیہ کا کسی مسلمان دیندار تجربہ کار حکیم سے علاج کرائیں اگر ان کی رائے یہ ہو کہ عورت کی حالت بہت نازک ہے علاج سے اصلاح کی اور اچھا ہونے کی امید نہیں ہے اور آئندہ خطرہ ہے تو ایسی صورت میں حمل ساقط کرایا جاسکتا ہے اس بارے میں غیر مسلم ڈاکٹر کی رائے قابل عمل نہیں، آپریشن کر کے بچہ دانی (رحم) نکلوا کر ہمیشہ کے لئے خود کو اولاد کی نعمت سے محروم کر لینے کی کوشش کفران نعمت ہے، اور شریعت کے اعتبار سے یہ بات نکاح کے مقصد اور منشأ کے خلاف ہے، کسی مسلمان دیندار تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر کا مشورہ ہو تو کچھ مدت کے لئے حمل کو رکوایا جاسکتا ہے مگر آپریشن کر کے ہمیشہ کے لئے صلاحیت تولید کو ختم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ مسلمان دیندار تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر علاج کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ اب آپریشن کے سوا کوئی صورت نہیں ہے، عورت کی جان کو سخت خطرہ ہے تو ایسی مجبوری اور اضطرار کی صورت میں اس کی گنجائش ہوسکتی ہے اس صورت میں بھی غیر مسلم ڈاکٹر کی رائے قابل عمل نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پختہ لائسنس بنوانے کے لئے سرکاری آفیسر کو رشوت دینا:

(سوال ۲۴۹) زید نے ایک مشین غیر مسلم سے خریدی، خرید کے وقت اس کا کچا لائسنس تھا، پختہ لائسنس بنانے کے لئے کاغذات اور آفس میں بھیجے مگر رشوت نہ دینے کی وجہ سے اس کا عارضی لائسنس بھی سرکاری آفیسر نے ختم کر دیا، اب اگر مشین کو جاری کرنا یا بیچنا ہو تو رشوت دے کر پکا لائسنس بن سکتا ہے، پکا لائسنس بنائے بغیر اگر زید وہ مشین بیچے گا تو زید کا کم از کم ایک لاکھ روپیہ کا نقصان ہوگا جب کہ زید پریشان ہے، کافی مقروض ہے اس کے آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہیں ہے، ان حالات میں رشوت دے کر پکا لائسنس بنا کر اگر مشین جاری کر دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کوئی غیر مسلم رقم خرچ کر کے پکا لائسنس بنا کر خود اس مشین کو اچھی قیمت میں خریدے، دونوں

صورتوں کا جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں دونوں صورتوں میں سے، جس صورت میں زیادہ نقصان اٹھانا اور بے عزت ہونا نہ پڑے وہ صورت اختیار کرسکتا ہے فقہی قاعدہ ہے من ابتلی ببلیتین فلیختر اھو نھما ، فقط واللہ اعلم بالصواب .

عورت کا کمپنی میں ملازمت کرنا:

(سوال ۲۵۰) ایک شخص ایک کمپنی میں ملازمت کرتے تھے ان کا انتقال ہوگیا، ان کی بیوہ اور چار بچیاں ہیں ان کے گذر بسر کے لئے پریشانی کا سامنا ہے کمپنی والے مرحوم کی بیوہ کو اپنے یہاں ملازمت دینے کے لئے تیار ہیں، کمپنی کی بس میں آمد و رفت ہوگی، کیا مذکورہ صورت میں عورت کے لئے ملازمت قبول کرنے کی اجازت ہوسکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت کمپنی میں ملازمت کرے گی تو کئی ممنوعات کا ارتکاب ہوگا، بے پردگی ہوگی، نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط اور بعض موقعوں پر خلوت اور تنہائی کا موقعہ بھی آسکتا ہے، ان کے ساتھ بے تکلفانہ بات چیت اور نامحرم مردوں کے ساتھ آمد و رفت ہوگی وغیرہ وغیرہ اس لئے شرعاً ایسی ملازمت کی اجازت نہیں ہوسکتی، مزید تفصیل اور دلائل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۰ جلد سوم (جدید ترتیب کے مطابق متفرقات بیوع میں عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت کرنا الخ کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے۔ مرتب)

عورت پریشان حال ہو تو گذر بسر کے لئے اور کوئی جائز تدبیر اختیار کی جائے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ مناسب جگہ نکاح ثانی کرلے، جب تک یہ صورت نہ ہو یا کسی وجہ سے عورت نکاح ثانی کے لئے آمادہ نہ ہو تو گھر میں چھوٹے بچے بچیوں کو پڑھانا شروع کردے یا کوئی گھریلو ہنر اختیار کرے اور اس سے اخراجات کا انتظام کرے، اگر ایسی کوئی صورت نہ ہوسکے اور عورت بچیوں کے پاس مال نہ ہو فاقہ کی نوبت آتی ہو تو عورت اور بچیوں کے اعزاء و اقرباء پر ان کے نان نفقہ کا انتظام کرنا لازم ہوگا، اگر وہ انتظام نہ کریں تو اہل محلہ و جماعت مسلمین پر یہ فریضہ عائد ہوگا۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ اردو ص ۲۱۷، ص ۲۱۸ ج ۵ (جدید ترتیب کے مطابق کتاب النفقات میں مطلقہ عورت کے لئے تادم حیات یا تا نکاح ثانی شوہر پر نفقہ لازم کرنا کیسا ہے؟ کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پانچ مہینہ کے حمل کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے اسقاط کی ہے تو کیا اسقاط درست ہے؟:

(سوال ۲۵۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہے جس کے حمل کا پانچواں مہینہ چل رہا ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ ڈاکٹروں نے کئی مرتبہ بچے کا اسکان (خصوصی مشین سے بچہ کو دیکھنا) کیا اور بتلایا کہ بچہ کی حالت اچھی نہیں ہے، اس کی ماں کی جان بھی خطرہ میں ہوسکتی ہے کیونکہ بچہ کے اندر کئی قسم کے نقصانات ہیں (۱) دل بائیں جانب کے بجائے دائیں جانب ہے (۲) دل میں بجائے چار منافذ کے ایک منفذ ہے (۳) بچہ کے دل میں خون کا اختلاط ہو رہا ہے، آکسیجن و بغیر آکسیجن والے خون کی وجہ سے بچہ اگر عند الولادت زندہ بھی رہا تو نیلا رنگ ہوگا، نیز پیدا ہوتے ہی اس کا آپریشن کرنا ہوگا اور اس کے بعد بچہ کی حیات بھی موہومہ ہے اور ولادت کے وقت تکلیف بھی

بہت ہوگی، ان کی ماں پر ان باتوں کا بڑا اثر ہے، ان حالات کی وجہ سے کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ اسقاط کیا جائے، ایک طبیب عالم اور ایک حکیم حاذق نے بھی یہی رائے دی ہے ایسی صورت حال میں اسقاط کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حمل کا پانچواں مہینہ ہے بچے کے اعضاء مکمل بن چکے ہوں گے اور روح پڑ چکی ہوگی، ایسی حالت میں اسقاط حمل کی اجازت نہیں، ڈاکٹر جو بات کہہ رہے ہیں اس کا سو فیصد صحیح ہونا ضروری نہیں ہے، حال ہی میں ایک جنین کے متعلق ڈاکٹری رپورٹ یہ تھی کہ بچہ کا صرف ایک پیر ہے دوسرا پیر نہیں ہے، ماشاء اللہ وہ بچہ صحیح سالم پیدا ہوا دونوں پیر صحیح سلامت ہیں، لہٰذا اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے، دعا کا سلسلہ جاری رکھیں، بوقت ولادت بچہ کی والدہ کو موطا امام مالک کھول کر بتایا جائے، انشاء اللہ ولادت آسان ہوگی، نیز ولادت کی سہولت کے جو مجرب اور صحیح عمل ہیں انہیں بھی اختیار کیا جائے۔

شامی میں ہے: وفی الذخیرۃ لو ارادت القاء الماء بعد وصوله الی الرحم قالوا ان مضت مدة ينفخ فيه الروح لايباح لها وقبله اختلف المشائخ فيه والنفخ مقدر بمائة وعشرين يوماً بالحديث اه قال فى الخانية ولا اقول به لضمان المحرم بيض الصيد لانه اصل الصيد فلا اقل من ان يلحقها اثم وهذا لو بلا عذر اه (شامی ۳۲۹/۵ قبیل باب الا ستبراء)

نیز درمختار میں ہے۔ ويكره ان تسعى لا سقاط حملها وجاز لعذر حيث لا يتصور . شامی میں ہے (قوله ويكره الخ) اى مطلقاً قبل التصور و بعده على ما اختاره فى الخانية كما قبيل الا ستبراء وقال الا انها لا تأثم اثم القتل (قوله وجاز لعذر) كالمرضعة اذا ظهربه الحبل وانقطع لبنها وليس لا ب الصبى مايستأ جربه الظئر ويخاف هلاک الولد قالوا يباح لها ان تعالج فى استنزال الدم ما دام الحمل مضغة او علقة ولم يخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة وعشرين يوماً وجاز لا نه ليس بادمى وفيه صيانة الآ دمى خانية (قوله حيث لا يتصور) فيه لقوله وجاز لعذر والتصور كما فى القنية ان يظهر له شعر او اصبع او رجل او نحو ذلک (درمختار و شامی ص ۳۷۹ ج۵، قبیل کتاب احیاء الموات)

غایۃ الاوطار میں ہے:۔ ويكره ان تسعىٰ لا سقاط حملها وجاز بعذر حيث لا يتصور ، اور عورت کا دوا پینا اپنی حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے، اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جب کہ حمل کی صورت نہ بن گئی ہو) حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو، عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اس کے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور ہلاکت طفل کا خوف ہے تو اس صورت میں حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک حمل ٹھہرا ہوا اعضاء نہ بن گئے ہوں۔ (غاية الا وطار ۲۴۹/۴، باب الا ستبراء)(فقط والله تعالىٰ اعلم بالصواب .

حمل کی تکلیف کے پیش نظر اسقاط کی تدبیر کرنا:

(سوال ۲۵۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ میری اہلیہ کو تین ماہ کا حمل ہے اس کو ہر

مرتبہ حمل سے بہت تکلیف ہوتی ہے، ڈاکٹرنی کا مشورہ یہ ہے کہ حمل گرادیا جائے اور آپریشن کرالیا جائے ڈاکٹرنی کا مشورہ قابل عمل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(جواب) سورت میں مولانا حکیم سعد رشید اجمیری صاحب دامت برکاتہم حاذق اور عالم باعمل ہیں ان کو (یا کسی اور حکیم حاذق دیندار کو) دکھلایا جائے اور ان کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے، محض ڈاکٹرنی کے کہنے سے حمل گرانا نہیں چاہئے حمل میں تکلیف تو ہوگی مگر اس کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے، قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

ووصينا الانسان بوالديه احسانا. حملته امه كرهاً وو ضعته كرها وحمله وفصاله ثلثون شهراً (قرآن مجید، سورہ احقاف پارہ نمبر ۲۶ آیت نمبر ۱۵)

ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے (اور بالخصوص ماں کے ساتھ اور زیادہ کیونکہ) اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور (پھر) بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا، اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا اکثر تیس مہینہ (میں پورا ہوتا) ہے۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے:۔ حملته امه كرها ووضعته كرهاً. تکلیف کے ساتھ اس کی ماں اس کا حمل رکھتی ہے اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنتی ہے۔ف۔ یعنی فرزند کے حمل میں اس کی ماں کو متلی شروع ہوتی ہے جس سے دوبار بارتے کرتی ہے اور غذا ہضم نہ ہونے سے بیمار کی طرح زرد پڑ جاتی ہے اور جب پیٹ میں بچہ بڑا ہوتا ہے تو تعب ومشقت کے ساتھ اس کے بوجھ کو کرب کے ساتھ اٹھائے رہتی ہے غرض کہ جب تک پیٹ میں رہتا ہے تب تک اس کو بچہ کی وجہ سے ہر طرح کی تکلیف وبے چینی لاحق رہتی ہے پھر جب اس کو جنتی ہے تو اس حالت میں بھی جننا ایسی درد وتکلیف کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کی جان پر نوبت آجاتی ہے اور باوجود ان سب باتوں کے وہ کمال محبت سے سب صدمہ اپنی جان پر لیتی ہے اور یہ نہیں چاہتی کہ بچہ کی جان کو کچھ تکلیف پہنچے پھر پیدا ہونے کے بعد بھی سینہ سے لگائے ہوئے اس کو اپنے بدن کا خون پلاتی ہے اور اپنے خون کو نہیں بلکہ اسی کا منہ تاکا کرتی ہے اگر کسی وقت اس کا چہرہ ملول دیکھا تو بے انتہا محبت سے کھلا جاتی ہے اور نہیں چاہتی کہ یہ ملول ہو بلکہ اس کی بلا وبیماری اپنی جان پر اوڑھ لینا چاہتی ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۲۱ جلد نمبر ۲۶)

مذکورہ آیت اور تفسیر سے ثابت ہوا کہ استقرار حمل سے لے کر وضع حمل تک عورت کو تکلیف ہوتی ہے، تکلیف کے بغیر یہ مراحل طے نہیں ہوتے مگر اس تکلیف پر عورت کو بہت اجر وثواب ملتا ہے، محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ نے اپنی مشہور کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ایک روایت بیان فرمائی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وما من امرأة حملت من زوجها حين تحمل الا كان لها من الا جر مثل القائم ليلة والصائم نهاراً والغازى فى سبيل الله تعالىٰ وما من امرأة يأتيها طلق الا كان لها بكل طلقة عتق نسمة وبكل رضعة عتق رقبة فاذا فطمت ولدها نا دها منا د من السماء ايتها المرأة قد كفيت العمل فيما مضى واستأنفى العمل فيما بقى..... (غنية الطالبين ص ۹۳ فصل فى اداب النكاح)

ترجمہ: اور جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اسے اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا رات کو عبادت کرنے والے دن کو روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ملتا ہے، جب اسے دردزہ لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے بدلہ میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر مرتبہ پستان چوسنے کے بدلے میں عورت کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور جب بچہ شیر خوارگی کے ایام پورے کر لیتا ہے تو آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے۔ اے عورت تو نے سابقہ زمانے کا عمل پورا کر لیا اب جو زمانہ باقی ہے اس میں اپنا عمل شروع کر (غنیۃ الطالبین)

بچہ کی ولادت کے وقت یا مدت نفاس میں خدانخواستہ اگر عورت کا انتقال ہوجائے تو اسے شہادت کا ثواب ملتا ہے) اور وہ شہیدہ کہلائے گی، شامی میں ہے (قوله والنفساء) ظاهره سواء ماتت وقت الوضع اوبعده قبل انقضاء مدة النفاس (قوله قد عدهم السيوطى الخ) اى فى التثبيت نحو الثلاثين فقال. الى قوله. او بالجمع بالضم بمعنى المجموع كالذخر بمعنى المذخور. والمعنى انها ماتت من شيئ مجموع فيها غير منفصل عنها من حمل او بكارة وقد تفتح الجيم ايضاً على قلة قال صلى الله عليه وسلم ايما امرأة ماتت بجمع فهى شهيدة الخ (شامى ج ا ص ۸۵۳ باب الشهيد)

غایۃ الاوطار میں ہے: اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس میں (وہ شہیدہ ہے) (غاية الاوطار ص ۴۲۷ ج ۱) فقط والله اعلم بالصواب.

یتیم خانہ کی رقم ڈرامہ میں استعمال کرنا:

(سوال ۲۵۳) یتیم خانہ کی رقومات ڈرامہ وغیرہ میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یتیم خانہ کی رقومات ڈرامہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں حرام ہے۔ ان الذين يا كلون اموال اليتمى ظلماً انما يا كلون فى بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً یعنی جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ لوگ بلاشبہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور عنقریب وہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلیاً ومسلماً: ہمارے ایک قدیم دوست مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری رحمہ اللہ تھے، مرحوم جید عالم اور تجربہ کار مفتی تھے، رنگون میں برسوں افتاء کی خدمت انجام دی، ان کے ایک پوتے جن کا نام بھی اپنے جد امجد کے نام پر "مولوی مرغوب احمد" ہے اس وقت ڈیوز برطانیہ میں مقیم ہیں، ماشاء اللہ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے دادا جانؒ کے فتویٰ کی ترتیب میں مشغول ہیں، صاف ستھرا علمی ذوق رکھتے ہیں، فتاویٰ رحیمیہ کے بڑے دلدادہ ہیں "فتاویٰ رحیمیہ کے مطالعہ کے دوران جو دلائل عقلیہ ان کی نظر سے گذرے جن کے متعلق ان کا تاثر ان کی زبانی یہ ہے" فتاویٰ رحیمیہ میں سائل کے اس سوال پر کہ "ایسا کیوں" حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے قلم سے جو جواب وجود میں آیا اس نے نہ صرف یہ کہ راقم کو متاثر کیا بلکہ دل میں یہ داعیہ پیدا کردیا کہ ایسے جوابات کو یکجا جمع کردیا جائے یہ چند صفحات اسی داعیہ قلبی کا نتیجہ ہیں جو ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں امید ہے کہ ناظرین ان

صفحات کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے۔"

حسن اتفاق سے دیوبند میں فتاویٰ رحیمیہ جلد نہم کی کتابت جاری ہے اور وہاں سے خط موصول ہوا کہ مزید کچھ شامل کرنا ہو تو جلد بھیج دیا جائے خیال ہوا کہ موصوف کا یہ مضمون فتاویٰ رحیمیہ جلد نہم میں شامل کر دیا جائے موصوف کی حوصلہ افزائی ہوگی اور انشاء اللہ ناظرین بھی مستفید ہوں گے...... اللہ پاک موصوف کی اس علمی کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور علم وعمل میں خوب برکت اور مزید دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے، آمین بحرمۃ النبی الامی ﷺ احقر سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ۔ (نوٹ جدید ترتیب کے مطابق اس مضمون کو جلد دہم میں شامل کیا ہے۔

فتاویٰ رحیمیہ اور دلائل عقلیہ

لونڈی اپنے مالک کے لئے بغیر نکاح کیوں حلال ہے

(۱) کسی صاحب کے اس سوال پر۔

"لونڈی اپنے مالک کے لئے بغیر نکاح کے بھی حلال ہے اگر ہے تو کیوں؟ اور اس میں کیا حکمت ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے تحریر فرمایا۔

اگر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام لونڈیوں کی حلت کے لئے نکاح لازم فرماتے ہیں تو خود لونڈیوں کو بڑی دشواری پیش آتی، قرآن مجید میں ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے لئے سہل اور آسانی کا ارادہ فرماتے ہے اور تمہیں دشواری اور مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتے یرید اللہ بکم الیسر (الآیہ بقرہ) یاد رہے کہ شریعت میں مالک کے لئے لونڈی کی حلت کا حکم کسی خراب منشأ و برے مقصد کے لئے نہیں بلکہ وہ سراسر معاشرتی وتہذیبی مصلحت اور لونڈیوں کی خیر خواہی ہے۔

لونڈی کے لئے نکاح کی حاجت اس لئے نہیں ہے کہ شریعت نے لونڈی کی ملکیت کو جواز وطی کے لئے نکاح کے قائم مقام بنا دیا ہے، جس طرح ایجاب وقبول سے نکاح کا انعقاد اور ملک بضعہ کا حاصل ہو جاتا ہے یعنی حق تمتع (منکوحہ سے وطی کا حق) محض اعتبار شرعی ہے اسی طرح لونڈی کے ملک میں آجانے سے حق تمتع کا حاصل ہو جانا بھی شرعی اعتبار ہے تو اس کے جواز میں شرعاً وعقلاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ اعتبار کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں مثلاً بکریوں وغیرہ حیوانات اور پرندوں کے حلال ہونے کے لئے ذبح کرنا (بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر کاٹنا) شرط اور ضروری ہے، بغیر ذبح کے حلال نہیں ہو سکتے، برخلاف مچھلی کے کہ اس کی حلت کے لئے ذبح شرط نہیں ہے ذبح کے بغیر بھی کھا سکتے ہیں، مچھلی کا قبضہ میں آجانا اور اس کا مالک ہو جانا ہی اس کے ذبح کے قائم مقام ہے، حالانکہ دونوں قسم کے حیوانات جاندار ہیں لیکن ایک کے لئے ذبح شرط ہے، دوسرے کے لئے ذبح شرط نہیں۔(۱) تو آزاد عورت کی حلت کے لئے نکاح شرط ہوا، اور لونڈی کی حلت کے لئے نکاح شرط نہ ہوا اور اس کی ملکیت کو قائم مقام نکاح کے سمجھا جائے تو اس میں کیا خلاف عقل ہے؟

اب یہ بات کہ مملوکہ لونڈی نکاح کے بغیر کیوں حلال ہے؟ یہاں ایجاب وقبول اور نکاح کی قید کیوں نہیں تو

(۱) مچھلی بغیر ذبح کئے کیوں حلال ہے؟ اس عنوان کا ایک فتویٰ حضرت کے فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۳۷ ج ۶ پر ہے اس میں ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ مچھلی میں دم مسفوح نہیں۔ جدید ترتیب کے مطابق ص ۳۲ ج ۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔ مصحح

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی ضرورت ہی نہیں یعنی نکاح میں ایجاب وقبول اس لئے ہوتا ہے کہ ایک خاص طرح کا فائدہ جس کا آپ کو حق نہیں ہے شرعاً آپ کو اس کا حق حاصل ہو جائے، یہاں جب خریداری اور ملکیت کے باعث آپ پوری باندی اور اس کے جملہ حقوق کی مالک ہو گئے تو اس فائدہ کے بھی مالک ہو گئے جو نکاح کے ذریعہ حاصل ہوا کرتا ہے، اب نکاح تحصیل حاصل اور قطعاً فضول ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے " ان تبتغوا باموالکم "یعنی خواتین کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے کلام الٰہی نے یہ شرط قرار دیا ہے کہ کچھ مال پیش کیا جائے جس کو "مہر" کہا جاتا ہے، اب اگر باندی کا نکاح کسی غیر شخص سے کیا جائے تو یہ مال (مہر) باندی کا مالک لے گا، لیکن اگر باندی کا نکاح خود مالک سے ہو تو سوال یہ ہے کہ مال یعنی مہر کون دے گا اور کون لے گا؟ باندی جب تک باندی ہے حق ملکیت سے محروم ہے، وہ کسی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی اس کے پاس جو کچھ ہے وہ مالک کا ہے، اب کیا مالک سے لے کر مالک کو دے دے اور مالک خود ہی مطالبہ کرنے والا بھی ہو اور خود ہی ادا کرنے والا بھی، یہ ایک مذاق ہے شرعی حکم اور قانون نہیں بن سکتا۔

اس میں اور بھی دقتیں ہیں جس بناء پر نکاح کی قید خلاف حکمت تھی، مثلاً یہ کہ جب یہ باندی آزاد کے کفو نہیں تو اس کو شوہر میسر آنا مشکل ہوگا جس کا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ جنسی آوارگی پیدا ہو جس کو کتاب اللہ میں فاحشہ اور فحشا فرمایا گیا ہے، جو عند اللہ غیر محبوب اور بدترین خصلت ہے، پس شریعت نے یہ صورت تجویز فرمائی جو اگر چہ فی الحال نکاح کی صورت نہیں رکھتی مگر نتیجہ کے لحاظ سے نکاح کی شان پیدا کر دیتی ہے کیونکہ باندی سے بچہ پیدا ہو جانے کے بعد مالک کی ملکیت ناقص ہو جاتی ہے یعنی اس کو فروخت کرنا جائز نہیں رہتا وہ اس کے یہاں بچوں کی ماں، گھر کی گرہستن اور اپنے مالک کی بیوی کی طرح رہے گی اور مالک کے انتقال کے بعد آزاد ہو جائے گی وارثوں کو نہیں دی جا سکتی نہ فروخت کی جا سکتی ہے (ص ۵۴، ص ۵۵، ص ۵۶ جلد اول) جدید ترتیب کے مطابق ص ۲۱ ج ۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حالت حیض میں صحبت کے متعلق

(۲) ایک شخص نے یہ سوال کیا۔

ایک حدیث نظر سے گذری جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حائضہ سے صحبت کرے تو نصف دینار خیرات کرے (مشکوٰۃ) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حالت حیض میں صحبت کرنی ہو تو نصف دینار خیرات کر کے کرے، لہٰذا اس کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

جواباً فرمایا:

آپ نے حدیث کا جو مطلب سمجھا کہ حالت حیض میں نصف دینار خیرات کر کے صحبت کر سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے، نصف دینار خیرات کرنا بطور فیس کے نہیں بطور جرمانہ اور سزا کے ہے اور غضب خداوندی سے بچنے کے لئے ہے، کتب فقہ میں ہے کہ کوئی رمضان المبارک میں حالت صوم میں صحبت کرے تو کفارہ لازم ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ روزہ کی حالت میں صحبت کرنی ہو تو کفارہ دے کر کر سکتے ہیں (ص ۴۸ جلد چہارم)

نماز کے بعد جہری دعاء کا حکم

(۳) ایک شخص نے پوچھا۔

فرض باجماعت کے بعد دعا آہستہ مانگے یا زور سے، اگر آہستہ کا حکم ہے تو کس قدر؟ اور اگر زور سے مانگنے کا حکم ہے تو کس قدر؟ دونوں میں کون سا افضل ہے، حدیث میں نماز کے بعد کس قدر دعائیں مانگنا وارد ہے؟ وہ سنے بغیر کسی طرح مروی ہیں، لہٰذا افضل کیا ہے مطلع فرمائیں۔؟

حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے جواب عنایت فرماتے ہوئے فرمایا۔

سری دعاء افضل ہے، نمازیوں کا حرج نہ ہوتا ہو تو کبھی کبھی ذرا آواز سے دعاء کر لے جائز ہے، ہمیشہ جہری دعاء کی عادت بنانا مکروہ ہے، حدیثوں میں جس طرح دعاء کے متعلق روایتیں ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ دعاء پڑھی ایسے ہی یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رکوع میں "سبحان ربی العظیم" اور سجدہ میں "سبحان ربی الاعلی" پڑھا، لیکن جس طرح رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کی روایتوں سے جہر نہیں ثابت ہوتا دعاء کی روایتوں سے بھی جہر نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ (ص ۱۸۳ جلد اول) جدید ترتیب کے مطابق ص ۵۵ ج ۶ پر

جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے میں محلہ کی مسجد کی بے حرمتی ہے

(۴) ایک صاحب کے اس استدلال پر "کہ نماز جمعہ جامع مسجد میں پڑھی جائے تو مسجد محلہ ویران پڑی رہے گی اور مسجد کی بے حرمتی ہوگی" کے جواب میں تحریر فرمایا کہ۔

جس طرح نماز عید کے لئے جامع مسجد بند کر کے عیدگاہ جانے میں جامع مسجد کے احترام میں کچھ خلل نہیں آتا ہے یہی نہیں بلکہ اس سے اسلامی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ (ویسے ہی محلہ کی مسجد بند کرنے میں مسجد کی بے حرمتی نہیں ہے۔ (ص ۲۵۳ ج اول) جدید ترتیب کے مطابق ص ۹ ج ۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ مخاطب عربی نہیں سمجھتے اس لئے خطبہ غیر عربی میں پڑھنا کیسا ہے :

(۵) خطبہ جمعہ و عیدین عربی میں پڑھا جانا چاہئے، اس پر بعض لوگوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ چونکہ عام لوگ عربی سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے خطبہ سمجھ میں نہیں آتا۔ الخ

اس پر رد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اگر خطبہ عربی سمجھ میں نہیں آتا تو نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ بھی کہاں سمجھ میں آتا ہے؟ قرأت بھی ہم کہاں سمجھ سکتے ہیں؟ تو کیا ان تمام کو اردو کا جامہ پہنایا جائے گا؟ اس مرض کا اصلی علاج یہ ہے کہ عربی اتنی سیکھ لی جائے کہ خطبہ وغیرہ کا مطلب سمجھ سکیں، عبادت کی صورت مسخ کرنا یہ اس کا علاج نہیں ہے، (ص ۱۴۳، جلد ششم)

روزہ کی غلطی معاف ہے لیکن نماز اور حج کی غلطی کیوں معاف نہیں

(سوال ۲۵۴) حدیث میں ہے کہ جس نے روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا تو وہ اپنے روزہ کو پورا کر لے کیونکہ

اس کو اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے، بخلاف نماز اور حج کے کہ ان میں بھول نہیں اس کی کیا وجہ؟

(الجواب) اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کے اندر کوئی ایسی ہیئت نہیں ہے جو روزہ کو یاد دلاتی ہو اس لئے روزہ میں معاف سمجھا گیا، بخلاف نماز اور حج کے، کہ نماز میں استقبال قبلہ نماز کو یاد دلانے والی ہیئت ہے اور حج میں احرام یعنی بغیر سلا ہوا کپڑا پہننا وغیرہ ہیئت مذکورہ ہے اس لئے حج اور نماز میں معذور نہیں سمجھا گیا۔ (ص ۲۵۸ جلد ہفتم)

سود کے مسئلہ میں ایک مضمون نگار کا تعاقب

(سوال ۲۵۵) ایک مضمون نگار نے سود کے متعلق بکواس کرتے ہوئے لکھا کہ "ظلم نہ ہوتا ہو تو سود حرام نہیں ہے" مضمون نگار کا دعویٰ یہ ہے کہ سود لینا غریب سے حرام ہے سرمایہ داروں سے سود لینا حرام نہیں، اور قرآنی حکم "وان تصدقوا خیر لکم" سے اپنی سمجھ کے مطابق نئی تفسیر گھڑی مضمون نگار کے نظریہ کا خلاصہ ان کے الفاظ میں یہ ہے۔

"قرآن مجید کی آیات میں سود کا خلاصہ کر کے لینے دینے کو حرام قرار دیا ہے وہ ایسا سود ہے جو زکوٰۃ خیرات وغیرہ کی امداد کے حق دار ہوں، ایسے غریب حاجت مندوں کے پاس سے وصول کر کے اس پر ظلم کیا جائے۔"

اس باطل نظریہ کا جو رد حضرت مفتی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں کیا ہے وہ قابل دید ہے اس تفصیلی جواب کے آخر میں "مقالہ نگار صاحب کی جدت" کے عنوان سے جو عقلی جواب ہے وہ میرے موضوع کا مقصد ہے، ہو ہذا۔

یہاں صدقہ کا لفظ آ گیا ہے تو بقول دیوانہ را ہوئے بس است، مقالہ نگار صاحب نے اسی لفظ کو لے کر یہ اجتہاد کر ڈالا کہ سود لینا مالداروں سے حرام نہیں ہے صرف ان غریبوں سے سود لینا حرام ہے جو خود مستحق صدقہ ہوں۔

مقالہ نگار صاحب نے قرآن شریف کے ایک لفظ کو اختراعی اور مصنوعی معنی پہنا کر ان تمام آیتوں پر خط نسخ کھینچ دیا جو پہلے آ چکی ہیں، اگر مقالہ نگار صاحب کا یہی اجتہاد کار فرما رہا تو ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ مقالہ نگار صاحب نماز بھی غریبوں سے معاف کرا دیں گے کیونکہ قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ الفاظ ہیں "اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ" (نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو) تو مقالہ نگار صاحب غالباً یہی فیصلہ کریں گے نماز اس پر فرض ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اور جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر نماز بھی فرض نہیں، پھر وہ شاید جوئے کو جائز قرار دیں، بلکہ ممکن ہے فرض کہنے لگیں، کیونکہ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دوسرے سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اس پر ضروری ہے کہ وہ صدقہ کرے۔

مقالہ نگار صاحب کو کہہ دینا چاہئے کہ جوا اس کے لئے حرام ہے جو صدقہ کر سکے اور جو غریب صدقہ نہ کر سکے اس کے لئے جوا حرام نہیں، معاذ اللہ اگر اسی کا نام تحقیق ہے تو پھر کسی لغت میں دیکھنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) قرآن پاک کی توہین اور آیات و احادیث سے استہزاء کا مطلب کیا ہوتا ہے (ص ۲۵۲، ص ۲۵۳ جلد نہم)

ایک حدیث سے قربانی کے سنت ہونے کا استدلال صحیح ہے

(سوال ۲۵۶) ایک غیر مقلد کا قول ہے کہ قربانی واجب نہیں محض سنت ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے "جو کوئی ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اس کا ارادہ قربانی کا ہو تو وہ اپنے بال "ناخن تا وقتیکہ قربانی نہ کر لے نہ

کا نے ’’قصد وارادہ‘‘ ہو یہ لفظ بتلاتا ہے کہ قربانی واجب نہیں صرف سنت ہے، کیا یہ دلیل درست ہے۔
(الجواب) قربانی محض سنت نہیں بلکہ واجب ہے، سرورِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے، جو صاحب نصاب مستطیع ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آے (عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا (ابن ماجہ ص ۲۳۲) یعنی جو کشائش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کی پاس نہ پھٹکے (نہ جائے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے۔

باقی یہ کہ حدیث شریف میں لفظ ’’اراد‘‘ آیا ہے تو یہ ایک محاورہ اور عام بول چال ہے یہ وجوب کے خلاف نہیں، حج کے لئے بھی یہ لفظ آیا ہے، حدیث میں ہے ’’من اراد الحج فلیتعجل‘‘ یعنی جو حج کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ جلدی کرے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۲) تو کیا حج بھی سنت ہے؟ فرض نہیں۔ خلاصہ یہ کہ قربانی واجب ہے محض سنت نہیں الخ (ص ۱۰۷ ج سوم) جدید ترتیب کے مطابق ۳۵/۱۰ پر

حفاظ کی عزت افزائی کے لئے پھولوں کا ہار پہنانا

(سوال ۲۵۷) تراویح میں ختم قرآن کی رات حافظ صاحب کی عزت افزائی کے لئے پھولوں کا ہار پہنانا کیسا ہے؟
(الجواب) ختم قرآن کی شب حفاظ کو پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے، یہ رواج برا اور قابل ترک ہے اور اس میں اسراف بھی ہے، اگر حفاظ کی عزت افزائی مقصود ہے تو ان کو عربی رومال یا شال کیوں نہیں پہناتے؟ الخ (ص ۲۵۸ جلد ۶)

غروب سے پہلے چاند نظر آ جائے تو افطار کا حکم

(سوال ۲۵۸) عید کا چاند غروب آفتاب سے پہلے نظر آ جائے تو روزہ افطار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے فتویٰ دیا کہ روزہ افطار نہیں کر سکتے، اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتویٰ یہ تھا۔

’’کسی عورت کو اگر اس دن آخری وقت میں حیض آ جائے تو اس کو افطار کر لینے کا حکم ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے مذکورہ حالت میں بھی ایسا کر سکتے ہیں یعنی روزہ افطار کر لینا چاہئے۔‘‘

کسی صاحب نے ان دونوں فتاویٰ میں تعارض پر صحت کا سوال کیا اس پر جواباً تحریر فرمایا: ’’بحمد اللہ فتاویٰ رحیمیہ کا فتویٰ صحیح ہے، الیٰ قولہ۔ آپ نے جو فتویٰ نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور نہ اس پر عمل جائز ہے، حائضہ پر قیاس کر کے روزہ افطار نہیں کر سکتے۔ حیض آتے ہی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر قضا لازم ہے، بحالت حیض روزہ رکھنا حرام ہے، اگر چاند دیکھ کر روزہ افطار کرنا جائز ہو تو مغرب کی نماز بھی جائز ہونا چاہئے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں (ص ۲۶۵ جلد نمبر ۷)

مطلقہ کے نفقہ کی شرعی حیثیت پر عجیب استدلال

(سوال ۲۵۹) مطلقہ عورت کا نفقہ شوہر پر کب تک لازم ہے، شرعی فیصلہ کو چھوڑ کر قانون حکومت کا سہارا لے کر نکاح ثانی تک نفقہ کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟ اس کا تفصیلی جواب تو فتاویٰ میں مفصل ہے اس میں ایک عجیب استدلال سے اپنے مدعیٰ کا ثبوت قابل دید ہے۔

شرعی اصطلاح میں ’’نفقہ‘‘ سے مراد خوراک، پوشاک اور رہنے کا گھر ہے، شوہر پر عورت کے نفقہ کے وجوب

کا سبب ازدواجی تعلقات کا قیام ہے لہذا نکاح کے بعد شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہو جاتا ہے، اور جب تک یہ ازدواجی تعلق قائم رہے گا شوہر پر اس کا نفقہ لازم رہے گا اور جب یہ تعلق ختم ہو جائے گا تو سبب کے فوت ہونے کی وجہ سے نفقہ کا لزوم بھی نہ رہے گا جس طرح نوکری اور سرکاری ملازمت کے قائم ہونے کی وجہ سے تنخواہ کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے اور ملازم کی بدعہدی و نافرمانی کے سبب ملازمت کا تعلق ختم ہو جانے پر تنخواہ کی ادائیگی موقوف ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ ملازم تاحیات یا دوسری ملازمت ملنے تک تنخواہ کا مستحق نہیں ہوتا، ملازم کیا کرے گا؟ کہاں سے کھائے گا؟ جوئے باز اور چور بن کر معاشرہ کو تباہ و برباد کرے گا ان باتوں کی طرف کسی کا خیال نہیں جاتا تو جس عورت کو اس کی بدزبانی، بدخلقی، بے وفائی اور نشوز (نافرمانی) کی وجہ سے نکاح سے الگ کر دیا گیا ہو یہ خیال کر کے وہ کہاں سے کھائے گی، کہاں جائے گی، بدچلن بن جائے گی، شوہر پر اس کی زندگی تک یا نکاح ثانی کرنے تک اس کا نفقہ لازم کر دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟ (ص ۱۴۳ ج ۸)

قبر پر اذان دینے والوں کے ایک استدلال کا عمدہ رد

(سوال ۲۶۰) قبر پر اذان دینے والوں کے اس استدلال پر کہ ’’اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے، مردہ اس کی شرارت سے محفوظ رہتا ہے‘‘ رد فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

’’اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جہاں شیطان شرارت کرے وہاں اذان دینا چاہئے، حدیث میں ہے ’’ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم‘‘ (متفق علیہ) شیطان انسان کے بدن میں داخل ہو کر خون کی طرح دوڑتا ہے (اور انسان کو گمراہ کرتا ہے) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸ باب فی الوسوسۃ) اہل بدعت بتلائیں کیا اس وقت اذان دینا مسنون ہے؟

اسی طرح حدیث میں ہے کہ میاں بیوی جب صحبت کرتے ہیں تو شیطان شرارت کرتا ہے اور شامل ہونے کی کوشش کرتا ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے امت کو تعلیم دی کہ صحبت سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے ’’بسم اللہ اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا‘‘ اے اللہ ہمیں شیطان سے دور رکھ اور جو اولاد تو عطا کرے) اسے بھی شیطانی اثر سے محفوظ رکھ اور بوقت انزال دل میں یہ دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اللھم لا تجعل للشیطان فیما رزقتنی نصیباً۔ اے اللہ جو کچھ تو ہمیں عطا فرمائے اس میں شیطان کا حصہ نہ رکھ (حصن حصین ص ۱۲۰)

کیا اہل بدعت بوقت مصاحبت اذان دیتے ہیں؟ اگر نہیں دیتے تو کیا وجہ ہے؟ اسی طرح حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں خبث جنات مرد اور عورتیں رہتی ہیں جو انسان کی شرم گاہ سے کھیلتے ہیں اور شرارت کرتے ہیں اسی لئے حضور ﷺ نے امت کو ہدایت فرمائی کہ بیت الخلاء جانے سے پہلے یہ دعاء پڑھیں ’’اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث‘‘

کیا بدعتی بیت الخلاء میں جاتے وقت شیطانی شرارت سے محفوظ رہنے کے لئے اذان دیتے ہیں؟ اگر نہیں دیتے تو کیا وجہ؟؟؟ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ ان مواقع میں اذان دینا ثابت نہیں اس لئے نہیں دیتے اسی طرح قبر پر اذان دینا ثابت نہیں اس لئے قبر پر اذان نہیں دیتے اور نہ اسے مسنون سمجھتے ہیں (ص ۱۴۴ جلد نمبر ۲)

زوجین کی شرم گاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے اس لئے چومنے کی اجازت ہے؟

(سوال ۲۶۱) مرد وعورت کی شرم گاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے، ناپاک؟ اگر بوقت ہم بستری عورت مرد کی شرم گاہ منہ میں لیوے یا مرد عورت کی شرم گاہ کے ظاہری حصہ کو زبان لگائے، چومے تو ایسی حرکتوں میں قباحت ہے یا نہیں؟

(الجواب) بے شک شرم گاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منہ لگایا جاوے اور منہ میں لیا جائے اس کو چوما جائے اور چاٹا جائے، ناک کی رطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصہ کو زبان لگانا اس کی رطوبت کو منہ میں لینا پسندیدہ چیز (خصلت) ہو سکتی ہے؟ اور اس کی اجازت ہو سکتی ہے؟ مقعد (پاخانہ کا مقام) کا ظاہری حصہ بھی ناپاک نہیں پاک ہے تو کیا اس کو چومنے کی اجازت ہوگی؟ نہیں ہرگز نہیں، اسی طرح عورت کی شرم گاہ کو چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں بکروں وغیرہ حیوانات کی خصلت کے مشابہ ہے (ص ۲۷۰ جلد ۶) جدید ترتیب کے مطابق ص۲۸۲ پر ملاحظہ فرمائیں

(نوٹ) یہ پورا سوال وجواب قابل دید ہے، اس سوال کا جو جواب حضرت نے اپنی شان فقاہت سے دیا ہے یہ واقعۃً آپ ہی کا حصہ ہے۔

خصی کلمہ گو ہے پھر اس کی امامت کیوں مکروہ ہے۔

(سوال ۲۶۲) حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اس فتویٰ (خصی اور ہجڑے کو امام بنانا جائز نہیں، نماز مکروہ ہوتی ہے) پر ایک صاحب نے یہ اشکال کیا کہ جو نسبندی کرا رہا ہے وہ کلمہ گو تو ہے اس کا ایمان تو صحیح ہے، پھر اس کے پیچھے نماز کیوں درست نہیں، اس پر تحریر فرمایا کہ۔

"ہر کلمہ گو کی امامت درست ہو یہ ضروری نہیں ہے عورت بھی کلمہ گو ہے لیکن اس کی امامت جائز نہیں ہے نابالغ بھی کلمہ گو ہے مگر اسے امام بنانے کی شرعاً اجازت نہیں، اسی طرح ازراہ رغبت (اپنی مرضی سے) خصی بننے والے کو "امامت" کا اعلیٰ منصب عطا کرنا درست نہیں، خصی ہونا حرام ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد دہم ص ۱۸۳۔ فتاویٰ رحیمیہ جلد نمبر۴ ص ۱۸۹ ۔

طلاق میں مرد کیوں مختار ہے۔

(سوال ۲۶۳) طلاق دینے میں مرد کیوں مختار ہے؟ جب کہ نکاح کے وقت عورت کی مرضی معلوم کی جاتی ہے، تو طلاق کے وقت کیوں معلوم نہیں کی جاتی؟

(الجواب) (اس سوال پر تفصیلی بحث تو فتاویٰ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے مضمون سے متعلق چند سطریں نقل کی جاتی ہیں)

آقا ملازم رکھتا ہے تو معاملہ دونوں کی رضامندی سے طے ہوتا ہے، لیکن جب ملازم آقا کے کام کا نہیں رہتا، دونوں میں ان بن ہو جاتی ہے تو آقا اسے علیحدہ کر دیتا ہے ملازم رضامند ہو یا نہ ہو، اسی طرح جب ملازم کا دل ملازمت سے اچاٹ ہو جاتا ہے تو وہ استعفیٰ دے کر علیحدگی اختیار کر لیتا ہے، یہ دنیوی قاعدہ ہے جسے بخوشی قبول کیا جاتا ہے تو شرعی قانون قبول کرنے میں کیا تأمل ہے؟ (ص ۳۴۹ ج ۶)

حجر اسود کا بوسہ دینے میں اس کی عبادت کا شائبہ

(سوال ۲۶۴) غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان حجر اسود کو بوسہ دے کر اس کی پوجا کرتے ہیں، ان کو کیا جواب دیا جائے۔؟

(الجواب) حجر اسود کو بوسہ محبت کی غرض سے دیا جاتا ہے (الیٰ قولہ) آدمی اپنی اولاد اور بیوی کو بھی بوسہ دیتا ہے تو کیا انہیں معبود سمجھ کر دیتا ہے؟ ہرگز نہیں (ص ۳۲ ج ۸)

مصلیوں تک آواز پہنچانے کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

(سوال ۲۶۵) امام کی تکبیرات انتقال کی آواز بذریعہ مکبرین مصلیوں تک پہنچ جاتی ہے مگر امام کی قراءت کی آواز مصلی حضرات تک نہیں پہنچتی، لہذا نماز عید میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیسا ہے؟

(الجواب) صحت صلوٰۃ کے لئے امام کی قرأت کا سننا ضروری نہیں ہے، ظہر اور عصر میں امام کی قرأت کہاں سنائی دیتی ہے؟ ایسے ہی مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری وچوتھی رکعت میں قرأت نہیں سنائی دیتا اس کے باوجود نماز صحیح ہو جاتی ہے الخ (ص ۱۸۳ جلد ۶)

عورت کا بغیر محرم حج کرنا

(سوال ۲۶۶) چند عورتیں بغیر محرم کے قافلہ کی شکل میں حج میں جا سکتی ہیں؟ اس پر تفصیلی بحث فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

صرف عورتیں ہی عورتیں ہونے کی صورت میں خوف فتنہ بڑھ جائے گا، سڑک پر ایک چھوٹے بچہ کے لئے گاڑی گھوڑے وغیرہ کا جو خطرہ رہتا ہے اس کے ساتھ دو چار بچے اور ہو جانے سے اندیشہ ختم ہوگا یا بڑھے گا؟ فتاویٰ رحیمیہ ص۶۹ ج۸

تقلید کی حیثیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے

(سوال ۲۶۷) دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اسی لئے واجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول وفعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کون سی چیز حلال ہے کون سی چیز حرام ہے، کیا جائز اور کیا ناجائز۔ ان تمام معاملات میں اطاعت تو صرف خدا کی کرنا ہے مگر چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان معاملات کے مبلغ اور پہنچانے والے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور حضور ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے، ارشاد خداوندی ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ لہذا شریعت کے تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو تو یہ یقیناً مذموم ہے، لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ قرآن وسنت کے احکام کی تابعداری اور اطاعت کرے۔

قرآن وحدیث (سنت) میں بعض احکام ایسے ہیں جو آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے صراحتاً ثابت

ہیں جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں ہے اس قسم کے احکام اور مسائل ''منصوصہ'' کہلاتے ہیں لیکن بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی قدر ابہام واجمال ہے اور بعض آیات واحادیث ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رکھتی ہیں بعض محکم ہیں اور بعض متشابہ، کوئی مشترک ہے تو کوئی مؤول اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ بظاہر قرآن کی کسی دوسری آیت یا کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں، اس کی چند مثالیں بیان فرمانے کے بعد تحریر فرمایا ہے۔

ایسے مسائل میں اجتہاد واستنباط سے کام لینا پڑتا ہے ایسے موقع پر عمل کرنے والے کو الجھن ہوتی ہے کہ وہ کس طرح عمل کرے، از خود اجتہاد کر کے فیصلہ کرے یا اسلاف کی فہم وبصیرت اور ان کے علم پر اعتماد کر کے ان کے فیصلہ پر عمل کرے، ایسی الجھن کے موقعہ پر عمدہ بات یہی ہے کہ جس طرح ہم اپنے دنیوی معاملات میں ماہرین فن کے مشوروں پر عمل پیرا ہوتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، کورٹ میں کوئی مقدمہ ہو تو وکیل کرتے ہیں مکان بنانا ہو تو انجینئر کی خدمات حاصل کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور جو وہ کہتے ہیں اس کی سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اس سے حجت بازی نہیں کرتے، اسی طرح دینی معاملات میں ان مقدس ترین حضرات کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول پر عمل کریں اس عمل کرنے کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں، تقلید کی حیثیت صرف یہ ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن وسنت پر ہی عمل کر رہا ہے اور صاحب شریعت ہی کی پیروی کر رہا ہے اور گویا یہ تصور کرتا ہے کہ ''امام'' اس کے اور صاحب شریعت کے درمیان واسطہ ہے مثال کے طور پر جماعت کی نماز میں جب کہ جماعت بڑی ہو امام کی آواز دور کے مقتدیوں کو سنائی نہ دیتی ہو تو اس وقت مکبر مقرر کئے جاتے ہیں وہ مکبر امام کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہہ کر امام کی نقل وحرکت، رکوع و سجدہ کی اطلاع پچھلی صف والوں کو دیتا ہے اور پچھلی صف والے یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم امام ہی کی اقتداء واتباع کر رہے ہیں اور خود مکبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں بلکہ میرا اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے سب اسی کی اقتداء کر رہے ہیں میں تو صرف امام کی نقل وحرکت کی اطلاع دے رہا ہوں، بس بالکل یہی صورت یہاں ہیں کہ مقلد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول ہی کی اطاعت واتباع کر رہا ہوں۔ امام، کو درمیان میں بمنزلہ مکبر تصور کرتا ہے)، اس کو مستقل بالذات مطاع نہیں سمجھتا مستقبل بالذات مطاع تو صاحب شریعت ہی کو خیال کرتا ہے (فتاوی رحیمیہ جلد اول۔ ص ۱۹۶، ص ۱۹۷، ص ۱۹۸)

اس عام فہم مثال سے تقلید کی حیثیت کو واضح فرمایا اور غیر مقلدوں کے خود ساختہ اعتراض واشکال کی بنیاد ڈھا کر رکھ دی اس کے بعد بھی خواہ مخواہ اعتراض کی راہ اختیار کرنا ہٹ دھرمی اور تعنت کے سوا کچھ نہیں، واللہ المستعان علی ما تصفون۔

(سوال ۲۰) ایک دوسرے مقام پر تقلید کی ضرورت پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ٹھنڈے دل سے اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ تقلید ایک امر فطری ہے اور ایک قدرتی ناگزیر ضرورت ہے جو انسان کے ساتھ مثل سائے کی لگی ہوئی ہے، غیر مقلدین بھی اس سے بے نیاز نہیں ہیں، ان کے گھروں میں چھوٹے بچے گھر کے بڑوں کو ہی دیکھ کر نماز پڑھتے ہیں، اور دوسرے اعمال کرتے ہیں اور ان کے گھر کی مستورات محدثہ، عالمہ، فاضلہ نہیں ہوتیں، مردوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتی ہیں، اور خود غیر مقلدین عالم فاضل محدث نہیں ہوتے وہ بھی

اپنے بڑوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے ہیں اور اس پوچھ پوچھ کر عمل کرنے کو مذموم نہیں سمجھا جاتا، اس کو شرک بدعت اور گناہ نہیں کہا جاتا، اور معمولی صنعت وحرفت میں بھی بغیر تقلید کے کام نہیں چلتا، طب کی کتابوں کا مطالعہ کر کے انسان حکیم اور ڈاکٹر نہیں بن جاتا اور ایسا شخص اگر مطب کھول کر بیٹھ جائے تو اسے مجرم کہا جاتا ہے اور جو اس سے علاج کرائے وہ اس سے بڑا نادان سمجھا جاتا ہے، مثل مشہور ہے ''نیم حکیم خطرہ جان ونیم ملا خطرۂ ایمان'' بہرحال دنیا میں ہر کام میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن دین کے معاملہ میں چند حدیث کی کتابوں کا ترجمہ دیکھ کر اپنے آپ کو علوم قرآن وحدیث کا ماہر سمجھنے لگنا، اور ائمہ ہدیٰ واسلاف عظام کے ساتھ بدگمانی کرنا ان کی شان میں بدزبانی اور گستاخی کرنا اور ان کی تقلید کو شرک وبدعت کہنا اور اپنی ناقص فہم وعقل پر اعتماد کرنا اور ہوائے نفسانی کی اتباع کو عین توحید سمجھنا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ بریں عقل ودانش بباید گریست'' اگر ہمارے غیر مقلدین بھائی ہٹ دھرمی کٹ حجتی اور ضد کو چھوڑ کر دیانتداری، سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عدم تقلید کے عقیدے پر جمے رہیں اور اپنی پہلی روش پر ندامت اختیار نہ کریں۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۱۰۲ جلد اول)

ایک مثال سے بدعت کی قباحت کی وضاحت

(سوال ۲۶۸) حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی نے اپنے ایک رسالہ ''اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت'' میں بدعت کی مذمت وقباحت اور بدعت سے سنت پر کیا اثر ہوتا ہے اس کو ایک مثال سے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ بات دل میں اتر جاتی ہے اور اس کے سوا دوسری بات نہیں رہتی کہ یوں کہا جائے کہ بدعت کا ترک ہی لازم اور ضروری ہے تا کہ امت سنت کے انوار سے اپنے اعمال کو منور کرے اور سنت کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملے، آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بدعت سے سنت کو عظیم نقصان پہنچتا ہے بدعت سنت کی جگہ لے لیتی ہے، اور بالآخر سنت نیست ونابود ہو جاتی ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے، گیہوں چاول باجرہ وغیرہ کے کھیت میں گھاس اور بیکار قسم کے پودے اگ آتے ہیں اور وہ جس قدر بڑھتے ہیں اس سے فصل اور کھیتی کو نقصان پہنچتا ہے اس نقصان سے حفاظت کے لئے کسان گھاس اور پودوں کو جڑ سے نکال دیتا ہے تو گیہوں وغیرہ کے پودے پھلتے پھولتے ہیں اور فصل عمدہ ہوتی ہے، اگر وہ گھاس اور پودے اکھاڑے نہ جائیں تو کھیتی اور فصل کو سخت نقصان لاحق ہونے کا اندیشہ رہتا ہے یہی حال بدعت کا ہے، بدعت گھاس اور بیکار قسم کے پودوں کے مانند ہے جو سنت کو پھلنے پھولنے نہیں دیتی اسے دبائے رکھتی ہے اگر ابتداء ہی سے بدعت کی نشاندہی نہ کی جائے اور امت کو اس سے روکا نہ جائے تو بالآخر بدعت غالب آجاتی ہے اور سنت کی جگہ لے کر سنت کو نیست ونابود کر دیتی ہے۔'' (اسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت ص ۶) فقط: مرغوب احمد لاجپوری غفرلہٗ (ڈیوز بری)

برطانیہ کے سفر کے دوران ''رؤیت ہلال کمیٹی جمعیت علماء برطانیہ'' کی دعوت پر احقر کی زیر صدارت اجلاس کی مختصر روداد اور متفقہ فیصلہ کی عکسی نقل:

مخدومنا المکرم حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری صاحب مدظلہم العالی ودامت برکاتہم وفیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی بخیر ہوگا، ہم تمام احباب شب وروز آپ کے لئے دعاء کرتے ہیں۔ بعدہٗ عرض اینکہ آپ ۱۹۷۸ء میں برطانیہ تشریف لائے تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس وقت ''رؤیت ہلال کمیٹی جمعیت علماء برطانیہ'' کے ممبران اور ذمہ دار علماء کا ایک اجلاس آپ کی زیر صدارت ہوا تھا اور برطانیہ میں ثبوت ہلال والے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کیا گیا تھا۔ اور کوئی فیصلہ بھی ہوا تھا۔

خدمت اقدس میں عرض ہے کہ اس اجلاس کی مختصر روداد اور فیصلہ محفوظ ہو تو اس کی نقل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ جزاکم اللہ فقط۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیا و مسلما. اما بعد!

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...... عافیت طرفین مطلوب ہے۔

آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے مجلس کی مختصر روداد اور فیصلہ کی نقل طلب فرمائی ہے جوابا عرض ہے۔

ماہ جولائی ۱۹۷۸ء میں احقر کا حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر۔ اور حضرت مولانا سید ابرار احمد استاذ حدیث فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت کی رفاقت میں برطانیہ کے مخلص دوستوں کی دعوت پر ڈیوزبری کے تبلیغی اجتماع میں شرکت اور تبلیغی ودعوتی پروگراموں کے مقصد سے برطانیہ کا سفر ہوا۔ اس سفر کے دوران برطانیہ جمعیۃ علماء کے ذمہ دار حضرات مفتی عبد الباقی صاحب۔ علامہ خالد محمود وغیرہ نے رؤیت ہلال کے مسئلہ سے متعلق ایک اجلاس (مٹنگ) میں شرکت کی دعوت پیش کی جسے احقر نے اپنے رفقاء کے مشورہ سے اور وہاں کے حالات کے پیش نظر اور اس مقصد سے کہ خدا کرے کوئی اتفاق کی شکل پیدا ہو جائے ان حضرات کی دعوت ہم نے قبول کر لی۔

مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء کو احقر کی زیر صدارت ایک مجلس ہوئی۔ جس میں اس مسئلہ پر غور وفکر کرنے کے بعد ایک فیصلہ پر حاضرین مجلس نے دستخط فرمائے۔

ابتداءً حضرت مولانا مفتی عبد الباقی صاحب دامت برکاتہم نے بیان دیا (الفاظ تو ذہن میں محفوظ نہیں مفہوم جو ذہن میں رہ گیا ہے اپنے الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔) کہ یہاں برطانیہ میں پورا سال مطلع ابر آلود رہتا ہے۔ اس لئے انتیسواں چاند نظر نہیں آتا'' شاید ہی کسی وقت نظر آجائے' اس لئے یہ ملک اسلامی ممالک کی اطلاع کا محتاج رہتا ہے۔ یہاں مختلف مسلک اور مکتب خیال کے لوگ بستے ہیں۔ سعودی عربیہ کے باشندے اور جماعت اسلامی والے سعودی عربیہ کی خبر تسلیم کرنے پر مصر رہتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستانی

حضرات چاہتے ہیں کہ پاکستان سے رابطہ رکھا جائے۔

ہندوستانی حضرات مراکش سے تعلق رکھنے پر مصر رہتے ہیں۔ ان میں بھی دو فرقے ہیں (دیوبندی۔ بریلوی) جو ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رکھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو تین روز تک عید منائی جاتی ہے۔ ان حالات میں اتحاد واتفاق کی دو صورتیں نظر آتی ہیں۔

(۱) مختلف مکتب خیال کے افراد ہوائی جہاز کے ذریعہ بادلوں کے اوپر پہنچ کر رمضان اور عیدین کا چاند دیکھ لیا کریں تاکہ فیصلہ متفقہ ہو۔ کیا اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟

(۲) اسلامی ممالک سے جو پہلی خبر بطریق موجب مل جائے اسے منظور کر لیا جائے۔ اس میں کسی ایک ملک کی ترجیح لازم نہیں آتی۔ جو بھی پہلی خبر بطریق موجب مل جائے اسے منظور کر لیا جائے۔ اس پر بھی سب متفق ہو سکتے ہیں۔ آیا سعودی عربیہ کی خبر قبول کی جا سکتی ہے؟ مطلع کا مختلف ہونا مانع تو نہ ہوگا؟

پہلی صورت کے متعلق احقر نے عرض کیا تھا کہ آپ کے یہاں کے ان پیچیدہ حالات کے پیش نظر برطانیہ میں اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے اگرچہ یہ طریقہ غیر مستحسن اور دشوار گذار ہے۔ اس لئے اس کی عام اجازت نہیں ہو سکتی۔ اختلاف اور فتنہ سے بچنے کے لئے خاص برطانیہ کے لئے اس کی گنجائش ہے۔ الضرورات تبیح المحظورات

دوسری صورت کے متعلق احقر نے عرض کیا تھا کہ مراکش قریب ہے اس سے تعلق رکھا جاتا تو بہتر تھا۔ کہا گیا کہ عرب حضرات مراکش کی ترجیح کو پسند نہیں کریں گے۔ اس کے بعد احقر نے کہا کہ سعودی عربیہ کی خبر شرعی طریقہ سے ملے اور یہ خبر یہاں کے اعتبار سے انتیس ۲۹ تیس ۳۰ کے درمیان دائر ہو تو قابل قبول ہو سکتی ہے۔ مطلع کا اختلاف مانع نہ ہوگا۔ اٹھائیسواں ۲۹ یا اکتیسواں ۳۱ چاند لازم آتا ہو تو قابل قبول نہ ہوگا۔ (مندرجہ ذیل حوالجات بعد میں شامل کئے گئے ہیں۔)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولا عبرۃ لا ختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان وعلیہ فتویٰ الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی شمس الائمۃ الحلوائی قال لورأی اہل مغرب ہلال رمضان یجب الصوم اہل مشرق کذافی الخلاصۃ .(عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

نعم فینبغی ان یعتبر اختلافہا ان لزم منہ التفاوت بین البلدتین باکثر من یوم واحد لان النصوص مصرحۃ بکون الشہر تسعۃ وعشرین او ثلاثین فلا تقبل الشہادۃ ولا یعمل بہا فیما دون اقل العدد و لا ازید من اکثرہ .(فتح الملہم شرح مسلم ج ۳ ص ۱۱۳)

علم الفقہ میں ہے:۔ ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے۔ ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو حتیٰ کہ اگر ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقہ سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہنچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا۔ (درمختار رد المحتار وغیرہ) علم الفقہ ج ۳ ص ۱۸/۱۷

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال) اگر کسی دور کے شہر سے چاند دیکھنے کی خبر آئے تو معتبر ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) چاہے کتنی ہی دور سے خبر آئے معتبر ہے مثلاً برہما والوں نے چاند نہیں دیکھا اور کسی بمبئی کے شخص نے ان کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو ان پر ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی۔ ہاں یہ شرط ہے کہ خبر ایسے طریقہ سے آئے جس کا شریعت میں اعتبار ہے۔ تار کی خبر معتبر نہیں۔ (تعلیم الاسلام ص ۵۶ حصہ چہارم)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

انبیاء علیہم السلام کی شان ہی تیسیر و تسہیل ہے۔ ان کے کلام میں کسور کا نہ ہونا اولیٰ ہے اسی لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا ہے کہ اگر مکہ یا مدینہ سے شرعی ثبوت کے ساتھ خبر آجائے۔ کہ وہاں یہاں سے پہلے چاند ہوا ہے تو ہندوستان والوں پر اس خبر کی وجہ سے ایک روزہ رکھنا فرض ہوگا۔ الیٰ قولہ۔

امام ابوحنیفہؒ نے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا اور ان کا قول عقل و نقل دونوں کے مطابق ہے۔ نقل کے مطابق تو اس لئے کہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب جس سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کا مدار ایسے دقیق قواعد حساب و ہیئت پر نہیں جس میں مہارت فن کی ضرورت ہو تو چاہئے کہ اس قسم کے دقائق ریاضیہ جن کی اطلاع ہر شخص کو آسانی سے نہیں ہوسکتی شریعت میں معتبر نہ ہوں۔ اور عقل کے مطابق اس لئے کہ احکام شرعیہ تمام عامل کے لئے عام ہیں جس میں عالم و جاہل فلسفی و غبی محاسب و غیر محاسب سب قسم کے آدمی ہیں۔ تو احکام شرعیہ میں ایسی بات نہ ہونا چاہئے جو صرف فلسفی و محاسب ہی معلوم کر سکے جاہل معلوم نہ کر سکے۔

اور ظاہر ہے کہ اختلاف مطالع ایک خاص مقدار مسافت پر ہوتا ہے)۔ یہ نہیں کہ یہاں سے دہلی تک اختلاف مطالع ہو جائے۔ بلکہ اس کے لئے ایک خاص مقدار معین ہے۔ جس کو اہل حساب ہی جانتے ہیں۔ اور رؤیت و شہادت ایسی چیزیں ہیں جن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ پس ہلال (چاند) کا مقدار رؤیت و شہادت ہی پر ہونا چاہئے نہ کہ اختلاف مطالع پر۔ پس امام ابوحنیفہؒ کا قول اصول شریعت کے بھی زیادہ موافق ہے اور اصول عقل کے بھی۔ (وعظ العشر ص ۷، ص ۸)

اس کے بعد مندرجہ ذیل فیصلہ پر حاضرین مجلس نے دستخط ثبت فرمائے۔ ''فیصلہ کی فوٹو کاپی (عکسی نقل) اس کے ساتھ منسلک ہے۔'' فقط والسلام۔

متفقہ فیصلہ

اسلامک کلچر سینٹر لندن

مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء

مسلمانان برطانیہ اس امر پر اتفاق کا اظہار کرتے ہیں کہ رمضان اور عیدین کے لئے رؤیت ہلال کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ جو سنت نبوی ﷺ میں بتایا گیا ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ۔

(الف) برطانیہ میں چاند دیکھنے کی کوشش جغرافیائی امکان کی روشنی میں کی جائے گی اور علماء کی ایک کمیٹی ہوائی جہاز کے ذریعے چاند دیکھنے کی کوشش کرے گی۔

(ب) اگر برطانیہ میں مذکورہ طریقے سے چاند نظر نہ آئے تو کسی اسلامی ملک سے رؤیت ہلال کی شرعی طور پر ثابت ہونے والی شہادت کی خبر پر انحصار کیا جائے گا۔ اور۔ (ج) رؤیت ہلال کمیٹی (الف) یا (ب) کی روشنی میں چاند کا اعلان کرے گی اور اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کا اہتمام کیا جائے گا۔ تاکہ پورے جزائر برطانیہ میں ایک ہی دن رمضان کا آغاز اور اختتام ہو سکے۔ دستخط شرکاء:۔

اجلاس رؤیت ہلال کمیٹی جمعیت علماء برطانیہ ۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء ۲ بجے دوپہر۔ زیر صدارت: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری۔

اسلامک سینٹر لندن میں ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو لکھی گئی مندرجہ بالا متفقہ تحریر پڑھ کر سنائی گئی۔ تمام ارکان رؤیت ہلال کمیٹی ''جو حاضر تھے'' نے اس کی تائید فرمائی اور اسے درست قرار دیا۔ ممبران کمیٹی کے سوا جو اکابر علماء اس میٹنگ میں موجود تھے انہوں نے بھی پوری موافقت فرمائی۔

ROYAT HILAL (Moon Sighting) COMMITTEE
ISLAMIC CULTURAL CENTRE
146 Park Road London NW8

متفقہ فیصلہ

اسلامک کلچرل سنٹر لندن

مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء

مسلمانان برطانیہ اس امر پر اتفاق کا اظہار کرتے ہیں کہ رمضان اور عیدین کے لئے رویت ہلال کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بتایا گیا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ

(الف) برطانیہ میں چاند دیکھنے کی کوشش جغرافیائی امکان کی روشنی میں کی جائے گی اور علماء کی ایک کمیٹی ہوائی جہاز کے ذریعے چاند دیکھنے کی کوشش کرے گی۔

(ب) اگر برطانیہ میں مذکورہ طریقے سے چاند نظر نہ آئے تو کسی اسلامی ملک سے رویت ہلال کی شرعی طور

پر ثابت ہونے والی شہادت کی خبر پر فیصلہ کیا جائے گا۔

اور

(ج) رویت ہلال کمیٹی (الف) یا (ب) کی روشنی میں چاند کا اعلان کرے گی اور اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کا اہتمام کیا جائے گا تاکہ پورے برطانیہ میں ایک ہی دن رمضان کا آغاز اور اختتام ہوسکے۔

فقط شرکاء:۔

اجلاس رویت ہلال کمیٹی جمعیت علماء برطانیہ

۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء ۲ بجے دوپہر

زیر صدارت: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری

اسلامک سینٹر لندن میں ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو لکھی گئی مندرجہ بالا متفقہ تحریر پڑھ کر سنائی گئی تمام ارکان رویت ہلال کمیٹی (جو حاضر تھے) نے اس کی تائید فرمائی اور اسے درست قرار دیا۔ ممبران کمیٹی کے سوا جو اکابر علماء اس میٹنگ میں موجود تھے انہوں نے بھی پوری موافقت فرمائی۔ دستخط ممبران رویت ہلال کمیٹی۔

دستخط اکابر علماء کرام جو شریک اجلاس ہوئے:۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ

ابراہیم دلسیانی

محمد رضا اجمیری

باب المسکرات

سردی کے مقابلہ کے لئے برانڈی وغیرہ مسکرات کا استعمال کیسا ہے:

(سوال ۲۶۹) انگلینڈ (یو۔کے) میں سخت سردی ہے ہندوستانی لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ لہذا جسم میں حرارت پیدا کرنے کی غرض سے برانڈی پینے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

(الجواب) برانڈی وغیرہ مسکرات کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔ صورت مسئولہ میں بھی برانڈی نشہ آور کے استعمال کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ عن دیلم الحمیری قال قلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ انا بارض باردۃ ونعامل فیہا عملا شدیداً وانا نتخذ شراباً من ھٰذا القمح نتقوی بہ علی اعمالنا و علی برد بلادنا قال ھل یسکر قلت نعم قال فاجتنبوہ قلت ان الناس غیر تارکیہ قال ان لم یترکوہ قاتلوھم (رواہ ابو داؤد) مشکوۃ ج ۲ ص ۳۱۸ باب بیان الخمر ووعید شاربھا)

یعنی! دیلم حمیری بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت (ﷺ) میں عرض کی کہ ہم سرد ملک میں رہتے ہیں بڑی مشقت کے کام کرتے ہیں۔ ہم گیہوں کی شراب پی کر کام کرنے کی قوت حاصل کرتے ہیں اور سردی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ نشہ آور ہے (اس سے نشہ چڑھتا ہے) میں نے کہا ہاں تو فرمایا کہ اس سے بچنا ضروری ہے، میں نے کہا کہ لوگ نہیں چھوڑیں گے تو فرمایا آپ (ﷺ) نے کہ نہ چھوڑیں تو تم ان سے جنگ کرو۔ (مشکوٰۃ)

گرمی پیدا کرنے کے لئے مسکرات کے علاوہ بہت سی پاک اشیاء ملتی ہیں، جیسا کہ مشک عنبر، سونے کا کشتہ وغیرہ لہذا سردی کے مقابلہ کے لئے یہ چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ پینا کیسا ہے:

(سوال ۲۷۰) مجالس الابرار کی تیسویں مجلس میں لکھا ہے کہ حقہ پینا ناجائز اور حرام ہے اور اس کے لئے عقلی نقلی دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن دور حاضر کا اہل علم طبقہ حقہ نوشی میں مبتلا ہے۔ کیا اب کوئی صورت جواز کی نکل آئی ہے؟ بالتفصیل جواب فرمائیے کہ عام بیماری ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس حقہ میں ناپاک یا نشہ آور چیزیں نوش کی جاتی ہیں وہ بالاتفاق حرام ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں، لیکن جس حقہ، بیڑی سگریٹ وغیرہ تمباکو نوشی کا رواج ہے اس کی حرمت متفق علیہ نہیں ہے۔ اکثر علماء فقہاء کی رائے جواز کی ہے۔ ''شامی'' میں ہے۔ فیفھم حکم النتباک وھو اباحۃ علی المختار والتوقف وفیہ اشارۃ الی عدم تسلیم اسکارہ وتفتیرہ واضرارہ (ج ۵ ص ۴۰۷ کتاب الاشربۃ)

یعنی اصل اشیاء میں اباحت یا توقف ہے اس قانون کے مطابق تمباکو کا حکم سمجھ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مختار قول کے مطابق اباحت ہے یا توقف اور اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہ نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والا اور

ضرر رساں نہیں ہے۔ (شامی)

مگر تمباکو نوشی سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے لہٰذا صحیح ضرورت کے بغیر حقہ نوشی وغیرہ کراہیت سے خالی نہیں۔ تمباکو بنفسہ مباح ہے۔ اس میں کراہیت بدبو کی بناء پر عارضی ہے کراہت تحریمی ہو یا تنزیہی۔ بہر حال قابل ترک ہے۔ اس کی عادت نہ ہونی چاہئے۔ اس کی کثرت اسراف اور موجب گناہ ہے۔ جو لوگ ہر وقت کے عادی ہیں ان کا منہ ہمیشہ بدبودار رہتا ہے جس سے آنحضرت ﷺ کو بہت زیادہ نفرت تھی حدیث میں ہے:۔ عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مر علی زراعة بصل هو واصحابه فنزل ناس منهم فاکلوا منه ولم یا کل اخرون فرحنا الیه فدعا الذین لم یاکلوا البصل واخر الا خرون حتی یذهب ریحها ۔ یعنی حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پیاز کے کھیت کے قریب سے گذرے۔ بعض صحابہ وہاں ٹھہر گئے۔ ان میں سے بعض نے اس میں سے کھایا اور بعض نے نہیں کھایا پھر سب بارگاہ نبوی میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے پیاز نہ کھانے والوں کو قریب بلایا اور پیاز کھانے والوں کو بدبو زائل ہونے تک پیچھے بٹھایا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۹ باب نهی عن اکل سوم اوبصل الخ) شریعت میں منہ کی صفائی کے متعلق نہایت تاکید اور فضیلت وارد ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ السواک مطهرة للفم ومرضاة للرب یعنی۔ مسواک۔ منہ کی پاکی کا ذریعہ ہے اور رب ذوالجلال کی خوشنودی کا سبب۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴ باب السواک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ جب باہر سے تشریف لاتے تو اولاً مسواک کرتے تھے (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۲۸)

اکثر تمباکو نوش حضرات منہ کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے۔ جب دیکھئے منہ میں بیڑی، سگریٹ ہوتی ہے۔ مسجد کے دروازہ تک پیتے چلے جاتے ہیں بقیہ حصہ کو پھینک کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں، شاید کوئی مسواک کرتا ہوگا یا منجن استعمال کرتا ہوگا۔ محض کلی پر اکتفا کر کے نماز شروع کر دیتے ہیں۔ کہیں ایسوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی نوبت آ جاتی ہے نماز پڑھنی دشوار ہو جاتی ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی اس بدبودار درخت (پیاز یا اس کی آل) کو کھائے وہ (منہ صاف کئے) بغیر (تو کانبائی جائے) ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ جس چیز سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے فرشتوں کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۰۹ باب السواک)

فقہاء کرام تحریر فرماتے ہیں کہ بدبودار چیز کھانے، پینے کے بعد منہ صاف کئے بغیر مسجد و مدرسہ، عیدگاہ، نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ اور مجلس تعلیم اور وعظ وتبلیغی اجتماعات میں شریک ہونا مکروہ ہے (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰۹ ایضاً) مسلمانوں کا کون سا وقت ذکر اللہ اور ذکر رسول اللہ ﷺ سے خالی رہتا ہے۔ قدم قدم پر بسم الله الخ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته درود ودعا، سبحان الله، الحمد لله، الله اکبر، ماشاء الله، لا حول ولا قوة الا بالله ، استغفر الله انا لله الخ مصافحہ کے وقت یغفر الله، چھینک پر الحمد لله یر حمکم الله یهدیکم الله وغیرہ وغیرہ ورد زبان رہتا ہے، لہٰذا حتی الوسع منہ کی صفائی ضروری ہے۔ خدائے پاک کے ہزارہا احسانات اور فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے مقدس ومبارک نام لینے کی ہمیں اجازت دی ہے۔ ورنہ چہ نسبت خاک

را با عالم پاک۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مولانا روم فرماتے ہیں:۔

این قبول ذکر تو ز رحمت است
چونماز مستحاضہ رخصت است

خلاصہ یہ کہ حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ چیزیں حرام نہیں مگر بلا ضرورت وبلا مجبوری ان کی عادت ڈالنا مکروہ ہے، ہاں ضرورۃً جائز ہے لیکن صفائی کا خیال بھی ضروری ہے بعض محققین کے فتاویٰ درج ہیں۔

قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ۔

(الجواب) حقہ کے باب میں بہت فتاویٰ اور رسائل طبع ہوئے اور بحث مباحثہ ہوا مگر بندہ کے نزدیک راجح اور حق یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اس وقت میں علاج بلغم ہے اور اگر ازالہ بدبو کا ہو جائے تو مباح بلا کراہت ہے باقی تکلفات ہیں۔ (تذکرہ الرشید ج ۱ ص ۱۶۸، ۱۶۹)

(۲) ابوالحسنات حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے:۔

وانچہ کہ بعد تنقیح دلائل طرفین واضح شدہ این ست کہ قول حرمت لا یعبأ بہ ست چہ حرمت موقوف بردلیل قطعی تحریم ست وحاکمین بحرمت دلیلے قطعی برآں قائم نساختہ اند بلکہ جملہ دلائل ظنیہ شاں ہم مخدوش اند چنانچہ برمطالعہ ترویح الجنان مخفی نخواہد ماند وقول اباحت بلا کراہت ہم خالی از خدشات نیست البتہ قول کراہت قابل اعتبار است این ہمہ گفتگو در حقہ کشی ست فاما خوردن تمباکو واستعمال آں در بینی پس دلیلے معتبر بر کراہتش ہم قائم نیست۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۹ طبع قدیم)

(۳) حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کا فتویٰ:۔

بلا ضرورت کراہت تو سمجھتا ہوں اور بضرورت کھانا پینا دونوں جائز اور ضرورت میں نفس عین مکروہ نہیں۔ دوسرے عوارض خارجیہ سے گو کراہت ہو جائے اور عوارض کی خفت وشدت سے کراہت کی خفت وشدت میں تفاوت ہوگا اور سکر تمباکو میں نہیں ہے صرف حدت ہے۔ اسی سے پریشانی ہوتی ہے لیکن عقل ماؤف نہیں ہوتی اور عوارض خارجیہ کے اعتبار سے کھانا اخف ہے بہ نسبت پینے کی۔ کما ہو مشاہد (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۱۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں:۔ یہ جملہ بزرگان دین (دیوبندی حضرات) تمباکو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی وخلاف اولیٰ اور کوئی حکم نہیں فرماتے۔ (الشہاب الثاقب ص ۸۲)

(۵) مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند کا فتویٰ:۔

در حقیقت تمباکو بھی ایک قسم نباتات کی ہے۔ اور شامی میں صحیح قول یہ نقل کیا ہے کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے۔ البتہ بلا ضرورت غیر اولیٰ ہے اور قول کراہت (تحریمی) بلا دلیل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم عزیز الفتاوی ج ۷، ۸ ص ۲۱۴)

(۶) مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا دوسرا فتویٰ:۔

(الجواب) تمبا کو کھانا، پینا، سونگھنا مباح ہے مگر غیر اولیٰ جس کا حاصل یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور تجارت تمبا کو کی درست ہے۔(فتاویٰ دار العوم دیو بند ج۷. ۸ص ۲۳۶)

(۷) حضرت مفتی شفیع صاحب کا فتویٰ

البتہ اگر بلا ضرورت پیئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور ضرورت میں کسی قسم کی کراہت نہیں۔منہ صاف کرنا بدبو سے ہر حال میں ضروری ہے۔(فتاویٰ درالعلوم دیو بند (ج۷. ۸ ص ۲۹۲)

شراب کی حرمت کا ثبوت:

(سوال ۱۷۲) ایک شخص لوگوں کو کہتا ہے کہ شراب حرام نہیں ہے، قرآن میں اس پر حرام ہونے کا لفظ نہیں آیا ہے، کچھ لوگ اس کی اس لغوبات کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں، اس کو کیا جواب دیا جائے تا کہ لوگ اس کا شکار نہ بنیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شراب بہت سی خرابیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے بہت تاکید کے ساتھ اس کو حرام کیا ہے قرآن مجید میں ہے یا یھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسرو الا نصاب والا زلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور قرعہ کے تیر تو محض گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر حقانی میں لکھا ہے۔"صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ اس آیت میں شراب کی حرمت چند در چند وجوہ سے (یعنی کئی طریقوں سے) مؤکد کردی ہے۔اول جملہ کو "انما" کے ساتھ صادر کیا۔دوم اس کو بت پرستی کے ساتھ ملا دیا۔سوم اس کو رجس یعنی ناپاک کہا۔چہارم عمل شیطان فرمایا جو کہ تمام خرابیوں کا سرچشمہ ہے، پنجم اس سے بچنے کا حکم دیا ششم اس کے اجتناب میں (یعنی بچنے میں) فلاح (کامیابی) کا واقع ہونا بیان فرمایا، تو ارتکاب میں (یعنی پینے میں) فلاح کہاں؟ ہفتم اس کی علت تحریم انسان کا اپنے حواس سے معطل ہو جانا جو اس کی معاش و معاد میں مخل ہے، معاش میں تو باہمی رنجش اور عداوت کے پیدا کر دینے اور معاد میں نماز اور یاد خدا سے غافل کر دینے سے، اس کے بعد اطیعو االلہ سے لے کر المبین تک اور بھی اس حکم کی تاکید کردی اب لفظ حرام کا اطلاق اس کی حرمت کے لئے ضروری نہ تھا۔(تفسیر حقانی ج ۴ ص ۵۴ سورہ مائدہ پارہ نمبر ۷)

حدیث میں ہے (۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر و کل مسکر حرام ، ہر نشہ والی چیز شراب ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔(مشکوۃ شریف ص ۳۱۷ باب بیان الخمر الخ)

(۲) قال صلی اللہ علیہ وسلم کل شراب اسکر فھو حرام، ہر شراب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے (مشکوۃ شریف ص ۳۱۷ باب بیان الخمر الخ)

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم

الخمر والمیسر والکوبۃ ...... الخ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور ڈھول بجانے کو حرام قرار دیا ہے۔(مشکوۃ شریف ص ۳۸۶ باب التصاویر)

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال خطب عمر رضی اللہ عنہ علیٰ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد نزل تحریم الخمر ...... رواہ البخاری. حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا یقیناً خمر (شراب) کی حرمت نازل ہو چکی ہے۔(مشکوۃ شریف ص ۳۱۷ باب بیان الخمر)

نصوص بالا سے شراب کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے، فتنوں کا زمانہ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی فتنوں سے حفاظت فرمائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

متفرقات حظر و الاباحة

گناہ کے بعد توبہ کرنے سے گناہ رہتا ہے یا نہیں

(سوال ۲۷۲) گنہگار توبہ کرلے تو گناہ معاف ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اب توبہ کے بعد اس کو گنہگار کہنا کیسا ہے؟

(الجواب) مغرب کی جانب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور حالت نزع سے قبل گنہگار صدق دل سے توبہ کرے گا تو خدا پاک اپنے فضل وکرم سے اس کے وہ گناہ جس سے اس نے توبہ کی ہے معاف فرمادیں گے، خدا تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کی معرفت اعلان فرمایا ہے۔ یا عبادی الذین اسر فوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعاً انه هو الغفور الرحیم O (ترجمہ) اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادیں گے واقعی وہ بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے (زمر ع ۶ پ ۲۴)

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ابن ادم لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفر لک. (ترجمہ) اے ابن آدم اگر تیرے گناہ آسمان کے کنارے تک پہنچ جائیں پھر بھی تو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں تجھے معاف کردوں گا (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۴ باب الا ستغفار)

مگر کامل توبہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو نمازیں اور روزے فوت ہوگئے ہیں ان کو قضا کرے، جو کفارہ لازم ہوا تھا اس کو ادا کرے، اسی طرح حقوق العباد جو ان کے ذمہ ہوں ان کو ادا کرے، یعنی جس کا جو حق ہے اس کو ادا کرے یا معاف کرائے اگر اصل حق دار نہ ملے تو اس کے ورثاء کو پہنچادے وہ بھی نہ ہوں تو حق دار کی جانب سے اس نیت سے خیرات کردے کہ اللہ کے ہاں امانت رہے اور قیامت کے دن حق داروں کو پہنچ جائے اگر غربت کی بنا پر حق ادا نہ کرسکے تو اس کو چاہئے کہ نیکیاں زیادہ کرے اور جس پر اس نے ظلم کیا تھا اس کے لئے دعا مغفرت کرتا رہے، امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حق داروں کو راضی کرادے گا۔ مجالس الابرار میں ہے۔

فان الشرع لایکتفی فیه بمجرد التوبة بل اضاف الیٰ ذلک فی البعض قضاء کا لصلوة والصوم وغیرهما وفی البعض کفارة ایضاً واما حقوق الا دمیین فلا بدمن ایصا لها الیٰ مستحقیها فان لم یو جد وا یلزم تصدقها عنهم بنیة ان تکون ودیعة عند الله تعالیٰ یو صلها الیٰ اصحابها یوم القیامة فمن لم یجد السبیل لخروجه عما علیه لاعساره فعلیه ان یکثر من اعمال الصالحات ویستغفر لمن ظلمه من المؤمنین والمؤمنات فی اکثر الاوقات فانه اذا فعل کذلک یرجی من فضل الله تعالیٰ ان یرضی خصمائه یوم القیامة (مجالس الا برار م ۶۲ ص ۳۸۴)

آدمی کو چاہئے کہ توبہ جلدی کرے اور توبہ کے بھروسے گناہ پر جرأت نہ کرے، ممکن ہے توبہ نصیب نہ ہو یا توبہ خلوص دل سے میسر نہ ہو، حضرت یحییٰ ابن معاذؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ گناہ بڑھتا چلا جائے اور اس پر ندامت وحسرت نہ ہو اور پھر معافی کی امید رکھے، بے شک ایک گنہگار جو توبہ کرنا چاہتا ہے وہ یہ

عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ غفار اور ارحم الرحمین ہے تمام گناہ معاف کرسکتا ہے اور ضرور معاف کردے گا، اس کو کوئی روک نہیں سکتا، اس کو کوئی ٹوک نہیں سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لونڈی غلام بنانے کی رسم کے متعلق

(سوال ۲۷۳) غلام لونڈی بنانے کا رواج نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد سے ہے یا پہلے ہی سے تھا؟ اس کی مختصر تاریخ؟ (۲) لونڈی اپنے مالک کے لئے بغیر نکاح کے بھی حلال ہے اگر ہے تو یہ کیوں؟ اور اس میں کیا حکمت ہے؟ (۳) دور حاضر میں لونڈی رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴) اگر کوئی مسلمان آدمی لونڈی رکھنا چاہے تو اس لونڈی کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا غیر مسلم کو بھی رکھ سکتا ہے؟ (۵) پہلے زمانہ میں کس قدر لونڈی رکھتے تھے اور اس دور میں کس قدر رکھنے کی اجازت ہے؟ (۶) لونڈی کے لئے پردہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کیا وجہ اور نہیں ہے تو کیا وجہ (۷) لونڈی کی اولاد آزاد ہے یا غلام؟ (۸) مالک کے مال میں لونڈی اور اس کی اولاد وارث ہیں یا نہیں؟

(الجواب) غلام اور لونڈی کا رواج اسلام سے، بہت پہلے سے ہے، اکثر و بیشتر یہ جنگ کی نتیجہ میں ہے، یعنی دنیا میں جب سے جنگ وقتال کا آغاز ہوا ہے، اس وقت سے اس رواج کی بنیاد پڑی ہے، یہ رواج تقریباً دنیا کی تمام اقوام و ممالک میں تھا، اولاً جب دشمن مقبوض ہوتے تو بے رحمی سے قتل کردیئے جاتے تھے، پھر اس میں کچھ اصلاح و درستی ہوئی تو یہ طریقہ رائج ہوا کہ جو قیدی خطرناک ہوتے ان کو قتل کردیا جاتا۔ کمزور قیدیوں۔ عورتوں اور بچوں کو قتل سے معاف رکھا جاتا مگر خدمت کے لئے ان کو غلام اور لونڈی بنالیا جاتا، اسلام نے اس قدیم اور مروجہ رسم کی مخالفت نہیں کی، اگر مخالفت کرتا تو بے سود ہوتا کیونکہ اس زمانے کی سیاسی اور معاشرتی حالت کے پیش نظر ایسا کرنا غیر مفید اور خلاف مصلحت تھا۔ بین الاقوامی روابط ایسے مضبوط نہ تھے کہ ایک ملک کا قانون دوسرے پر اثر ڈالتا۔ اس وقت غلامی کو اگر یک قلم منسوخ کردیا جاتا تو یقیناً ایسا ہوتا کہ دشمن اطمینان سے ہمارے قیدیوں کو غلام بناتے، ان کو ذلیل کرتے اور اس سے مطمئن رہتے کہ ان کے ہم قوم قیدیوں کو بھی ہمارے ہاتھ سے یہ مصیبتیں پہنچ سکتی ہیں جہاں تک احترام انسانیت کا تعلق ہے اسلام نے اس جذبہ کی قدر کی اور ایسی صورتیں تجویز کردیں جن کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ رسم خود ختم ہوجائے۔ بایں ہمہ بہت سی خرابیاں اور غلط مفادات جو غلامی کے سلسلہ میں حاصل کئے جاتے تھے ان کو یک لخت ختم کردیا۔ مثلاً (۱) لونڈیوں سے بدکاری کروا کر کماتے تھے تو قرآن نے کہا ولا تکر ھوا فتیا تکم علی البغاء (سورۂ نور) یعنی "تم اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو" گھر کے کام کاج اور اپنی راحت کی خاطر غلام اور لونڈیوں کو نکاح کی اجازت نہیں دیتے تھے اس پر ارشاد خداوندی نازل ہوا وانکحوا الا یامی منکم الخ تم اپنی بن بیاہی عورتوں اور اپنے نیک غلام ولونڈیوں کا نکاح کرادو۔ (نور) (۳) پہلے لونڈی غلام کے ساتھ حیوانوں جیسا برتاؤ کیا جاتا تھا لیکن اسلام نے تعلیم دی کہ یہ تمہارے بھائی بہن ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ تلے (اور تمہارے تابع) کردیا ہے (اس سے بھائی چارہ کا رشتہ ختم نہیں ہوتا وہ بدستور باقی رہتا ہے) لہذا تم پر لازم ہے (کہ مساوات برتو جہاں تک کہ کھانے اور پہننے میں بھی مساوات رکھو) جو تم کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جیسا لباس تم پہنو ویسا ہی ان کو پہناؤ، ان سے ان کی استطاعت کے مطابق خدمت لو اور کوئی ایسا کام سپرد کردو جو ان کے طاقت سے باہر ہو اور سخت ہو تو ان کی مدد کرو اور فرمایا کہ "جو کوئی اپنے غلام

سے سختی کا معاملہ کرے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا'' اور فرمایا کہ'' جو اپنے غلام کو بلا قصور مار پیٹ کرے یا طمانچہ مار دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے'' ایک شخص نے سوال کیا کہ میں اپنے غلام کی خطا پر کتنی بار در گذر کروں؟ تو آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ روزانہ ستر مرتبہ معاف کرتا رہ، مطلب یہ کہ سزا دینے سے بچو۔ وفات کے وقت آنحضرت ﷺ کی وصیت یہ تھی کہ نماز کی پابندی کرو اور غلام باندی کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام کے قصور پر اس کی گوشمالی کی پھر نادم ہوئے اور توبہ کر کے غلام سے کہا کہ تو میری گوشمالی کر، اس نے انکار کیا بالآخر آپ کی اصرار پر گوشمالی کی، آپؓ نے کہا زور سے اور فرمایا میں قیامت کے دن کی سزا سے ڈر رہا ہوں، ایسے واقعات بہت ہیں، جن کا نقل کرنا دشوار ہے۔

(۴) اسلام نے'' فک رقبۃ'' غلام لونڈی کی گردن چھڑانے اور آزاد کرنے کو موجب اجر عظیم قرار دیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو خدائے پاک اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کے تمام اعضاء کو جہنم کی آگ سے نجات دے گا حتی کہ شرم گاہ کے بدلہ میں شرم گاہ کو۔ غیر مسلم غلام لونڈی آزاد کرنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے اور ہدایت دی ہے کہ جو کوئی اپنی لونڈی کو ادب سکھائے یعنی اچھی تربیت کرے اور حسن اخلاق کی تعلیم دے اور سدھارے پھر اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرلے تو اس کے لئے دوگنا اجر وثواب ہے، اس طرح کے ارشادات اور احکام بہت ہیں۔ ان کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں کی تعداد میں غلام لونڈی آزاد ہونے لگے، آنحضرت ﷺ نے بذات الشریف تریسٹھ ۶۳ غلام لونڈی آزاد کئے، حضرت صدیق اکبرؓ نے (۶۳) تریسٹھ آزاد کئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ۳۰ ہزار آزاد کئے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ نے سو آزاد کئے، حضرت عباسؓ نے ستر آزاد کئے، حضرت عثمانؓ ہر جمعہ کو ایک آزاد کرتے اور مزید فرماتے کہ جو غلام خشوع وخضوع سے نماز پڑھے گا، اس کو آزاد کر دوں گا، حضرت عائشہ نے انہتر ۶۹ آزاد کئے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک ہزار آزاد کئے حضرت ذوالکلاع میریؓ نے ایک ہی روز میں آٹھ ہزار آزاد کئے (الرق فی الاسلام ج ا ص ۱۳۱ سلسلہ ندوۃ المصنفین دھلی)

(۵) ان اصولی ارشادات کے علاوہ جزئیات اور تفصیلی احکام میں بہت سی صورتیں ایسی ہیں کہ غلام خود بخود آزاد ہو جاتا ہے، جیسا کہ:۔ (۱) غلام کسی ایسے شخص کی ملک میں آ گیا جو اس کا قریبی رشتہ دار (ذی رحم محرم تھا) مثلاً بھائی (باپ، چچا۔ ماں یا لڑکے کی ملک میں آ گیا) (۲) کوئی حربی کافر مسلمان غلام کو دارالاسلام سے خرید کر دارالحرب میں لے گیا تو یہ غلام وہاں پہنچتے ہیں آزاد ہو جائے گا (۳) مالک سے جس لونڈی کو بچہ پیدا ہو تو مالک کی وفات کے بعد وہ لونڈی آزاد ہے۔

(۶) چند صورتیں ایسی ہیں جہاں قانونی یا اخلاقی مطالبہ ہوتا ہے کہ غلام آزاد کیا جائے مثلاً (۱) قتل خطا کے کفارہ میں غلام آزاد کیا جائے (۲) کفارہ ظہار میں (۳) کفارہ قسم (۴) کفارہ صوم میں غلام آزاد کیا جائے (۵) اپنے غلام کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا ٹھیرایا (۶) سورج گرہن میں غلام آزاد کرے (۷) چاند گرہن میں غلام آزاد کرے (۸) ایصال ثواب کے لئے آزاد کرے، اسی طرح قدم قدم پہ غلام ولونڈی آزاد کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی اور رسم غلامی ختم کرنے کی کوشش کی۔

فرمان فاروقی:

آنحضرت ﷺ کے علاوہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں چند فرمان جاری کئے جن کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ بیشمار غلام آزاد ہو گئے بلکہ بنیادی طور پر آزادی کی چند صورتیں سامنے آئیں مثلاً فرمان جاری کیا گیا (۱) صدیق اکبر کے دور میں مرتد قبائل کے جو لوگ لونڈی غلام بنائے گئے ہیں ان سب کو آزاد کیا جائے (۲) یہ اصول قائم کر دیا کہ اہل عرب کبھی کسی کے غلام نہیں بنائے جا سکتے ان کا قول ہے کہ لا یسترق عربی یعنی عرب کا کوئی آدمی غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ (الفاروق حصہ دوم ص ۷۸ بحوالہ فتوح البلدان ص ۳۱۶) (۳) نہ ذمی کو غلام بنا سکتے ہیں (۴) زمانہ جاہلیت میں جو غلام بنائے گئے ہیں پھر انہوں نے اسلامی دور بھی دیکھا ہے تو وہ اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائیں، مالک راضی ہو یا ناراض (الرق فی الاسلام، فتح الباری، نہایہ وغیرہ)

مسلمانوں پر ہر معاملہ کا شرعی حکم جاننا ضروری ہے، اس کی حکمت ومصلحت معلوم کرنا ضروری نہیں اور حکمت معلوم کرنا ہر کس وکس کا کام بھی نہیں ہے، لہذا ہر معاملہ میں حکمت کے درپے ہونا غلط ہے اور حکمت کے جاننے پر عمل موقوف رکھنا بغاوت ہے اور اس کے عدم ادراک پر اس کو خلاف حکمت ومصلحت ماننا گمراہی ہے، اگر کسی معاملہ کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو اپنی فہم کا قصور سمجھے کہ شرعی حکم خلاف حکمت نہیں ہوتا، اپنی فہم کا قصور ہوتا ہے، ایک بار بارش برسی تو ایک بزرگ نے کہا اے اللہ کیسے موقعہ کی بارش برسائی، غیب سے آواز آئی کہ بتاؤ ہم نے بے موقعہ کب برسائی ہے۔ بزرگ نے یہ آواز سنی۔ انہیں احساس ہوا کہ بارگاہ خداوندی کی شان میں گستاخی سرزد ہوئی ہے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، غرض کہ شرعی حکم مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، لونڈی بغیر نکاح کے اپنے مالک کے لئے حلال ہے اس میں بھی بڑی مصلحت وحکمت ہے، ہم کیا سمجھ سکتے ہیں؟ ہمارے لئے قرآن مجید نے فیصلہ فرمایا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (یعنی) تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے (سورۂ بنی اسرائیل) اگر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام لونڈیوں کی حلت کے لئے نکاح لازم فرماتے ہیں تو خود لونڈیوں کو بڑی دشواری پیش آتی قرآن مجید میں ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارے لئے سہل اور آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اور تمہیں دشواری اور مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتے یرید اللہ بکم الیسر الایہ (بقرہ) یاد رہے کہ شریعت میں مالک کے لئے لونڈی کی حلت کا حکم کسی خراب منشا و برے مقصد کے لئے نہیں بلکہ وہ سراسر معاشرتی وتہذیبی مصلحت اور لونڈیوں کی خیر خواہی ہے۔

لونڈی کے لئے نکاح کی حاجت اس لئے نہیں کہ شریعت نے لونڈی کی ملکیت کو جواز وطی کے لئے نکاح کا قائم مقام بنا دیا ہے۔ جس طرح ایجاب وقبول سے نکاح کا انعقاب اور ملک بضعہ کا حاصل ہو جانا یعنی حق تمتع (منکوحہ سے وطی کا حق) محض اعتبار شرعی ہے، اسی طرح لونڈی کے ملک میں آ جانے سے حق تمتع کا حاصل ہو جانا بھی شرعی اعتبار ہے، تو اس کے جواز میں شرعاً وعقلاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ اعتبار کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں مثلاً بکریوں وغیرہ حیوانات اور پرندوں کے حلال ہونے کے لئے ذبح کرنا (بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر کاٹنا) شرط اور ضروری ہے، بغیر ذبح کے حلال نہیں ہو سکتے برخلاف مچھلی کے کہ اس کی حلت کے لئے ذبح شرط

نہیں ہے، ذبح کے بغیر بھی کھا سکتے ہیں، مچھلی کا قبضہ میں آجانا اور اس کا مالک ہو جانا ہی اس کے ذبح کے قائم مقام ہے ۔حالانکہ دونوں قسم کے حیوانات جاندار ہیں لیکن ایک کے لئے ذبح شرط ہے دوسرے کے لئے ذبح شرط نہیں، تو آزاد عورت کی حلت کے لئے نکاح شرط ہو اور لونڈی کی حلت کے لئے نکاح شرط نہ ہو اور اس کی ملکیت کو قائم مقام نکاح کے سمجھا جائے تو اس میں کیا خلاف عقل ہے؟ اب یہ بات کہ مملوکہ لونڈی نکاح کے بغیر کیوں حلال ہے، یہاں ایجاب وقبول اور نکاح کی قید کیوں نہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی ضرورت ہی نہیں، یعنی نکاح میں ایجاب وقبول اس لئے ہوتا ہے کہ ایک خاص طرح کا فائدہ جس کا آپ کو حق نہیں ہے شرعاً آپ کو اس کا حق حاصل ہو جائے یہاں جب خریداری اور ملکیت کے باعث آپ پوری باندی اور اس کی جملہ حقوق کے مالک ہو گئے تو اس فائدہ کے بھی مالک ہو گئے جو نکاح کے ذریعہ حاصل ہوا کرتا ہے، اب نکاح تحصیل حاصل اور قطعاً فضول ہے ۔دوسری بات یہ ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے۔ ان تبتغوا با موالکم. یعنی خواتین کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے کلام الٰہی نے یہ شرط قرار دیا ہے کہ کچھ مال پیش کیا جائے جس کو "مہر" کہا جاتا ہے اب اگر باندی کا نکاح کسی غیر شخص سے کیا جائے تو یہ مال (مہر) باندی کا مالک لے گا ۔لیکن اگر باندی کا نکاح خود مالک سے ہو تو سوال یہ ہے کہ مال یعنی مہر کون دے گا اور کون لے گا؟ باندی جب تک باندی ہے حق ملکیت سے محروم ہے وہ کسی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی، اس کے پاس جو کچھ ہے وہ مالک کا ہے اب کیا مالک سے لے کر مالک کو دے دے اور مالک خود ہی مطالبہ کرنے والا بھی ہو اور خود بھی ادا کرنے والا بھی ۔یہ ایک مذاق ہے شرعی حکم اور قانون نہیں بنا سکتا ۔اس میں اور بھی دقتیں ہیں جس بنا پر نکاح کی قید خلاف حکمت تھی مثلاً یہ کہ جب یہ باندی آزاد ۔کر کفو نہیں ہے تو اس کو شوہر میسر آنا مشکل ہوگا جس کا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ جنسی آوارگی پیدا ہو جس کو کتاب اللہ میں فاحشہ اور فحشاء فرمایا گیا ہے۔ جو عند اللہ غیر محبوب اور بدترین خصلت ہے ۔پس شریعت نے یہ صورت تجویز فرمائی جو اگر چہ فی الحال نکاح کی صورت نہیں رکھی مگر نتیجہ کے لحاظ سے نکاح کی شان پیدا کر دیتی ہے کیونکہ باندی سے بچہ پیدا ہونے کے بعد مالک کی ملکیت ناقص ہو جاتی ہے یعنی اس کو فروخت کرنا جائز نہیں رہتا وہ اس کے یہاں بچوں کی ماں ۔گھر کی گھر ستن اور اپنے مالک کی بیوی کی طرح رہے گی اور مالک کے انتقال کے بعد آزاد ہو جائے گی ۔وارثوں کو نہیں دی جاسکتی نہ فروخت کی جاسکتی ہے۔

موجودہ زمانہ میں لونڈیاں ملنی دشوار ہیں شرعی باندیوں کے لئے جو شرائط ہیں وہ اس زمانہ میں ملنی مشکل ہیں، لہذا لونڈی نہیں رکھ سکتے ۔اگر کسی جگہ لونڈی کا رواج ہو تو شرعی تحقیق کے بغیر معتبر نہیں اور نکاح کے بغیر اس کے ساتھ صحبت جائز نہیں، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔ ولا سیما السراری اللاتی یؤ خذن غنیمة فی زماننا للتیقن بعدم قسمة الغنیمة فیبقی فیهن حق اصحاب الخمس وبقیة الغانمین (شامی ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب النکاح مطلب مهم فی الوطء السراری الخ) (یعنی) ہمارے زمانے میں جو باندیاں بطور غنیمت حاصل کی جاتی ہیں وہ شرعی لونڈیاں نہیں ہیں (اور ان کے ساتھ صحبت جائز نہیں) کیونکہ اس کا یقین ہے کہ مال غنیمت کی جس طرح تقسیم ہونی چاہئے وہ نہیں ہوتی پس جو مستحق ہیں (یعنی اصحاب خمس اور باقی مجاہدین) ان کے حقوق رہ جاتے ہیں (تو کسی باندی پر بھی پوری طرح جائز ملک ثابت نہیں ہوتی) شرعی لونڈیاں وہ ہیں جو جنگ اور جہاد میں گرفتار کر کے مال غنیمت میں شامل کر لی گئی ہوں اور امیر یعنی خلیفۃ المسلمین یا اس کے نائب نے ان کو دار الحرب سے اپنے اسلامی علاقہ

(دار الاسلام) میں لا کر قاعدہ شریعت کے مطابق تقسیم کیا ہو، دار الاسلام میں لانے اور امیر کی تقسیم سے پہلے لونڈی کسی کے لئے حلال نہیں، حتیٰ کہ امام نے یا امیر لشکر نے اعلان کر دیا ہو کہ جس کے قبضہ میں لونڈی آئے وہ اس کی ہے، تب بھی دار الاسلام میں لائے بغیر قبضہ کرنے والے غازی ومجاہد کے لئے حلال نہیں، اس زمانے میں یہ قوانین کہاں ہیں؟ اسلامی قانون جہاد کے بموجب قاعدہ یہ ہے کہ دشمن سے جو مال بطور غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ بیت المال کے لئے علیحدہ کر لیا جائے جو ضرورت مند فقراء مسکینوں مثلاً یتامیٰ اور بیواؤں کو دیا جائے ۔باقی چار حصے غازیوں اور مجاہدوں میں تقسیم کئے جائیں جب تک مال غنیمت اپنے ملک یعنی دار الاسلام میں نہ آجائے اس وقت تک تقسیم درست نہیں اور جب تک تقسیم نہ ہو وہ مشترک مال ہے، اس میں سب کا حق ہے البتہ جب امیر تقسیم کر دے گا تو جو جس کے حصہ میں آئے گی وہ اس کے لئے حلال ہوگی ۔جس طرح لڑکی کا ولی جس سے لڑکی کا نکاح کرا دے اس کے لئے وہ حلال ہو جاتی ہے اس سے پہلے نہیں اسی طرح امیر باندی کا ولی ہے جس کو مالک بنا دے اس کے لئے وہ بچند شرائط حلال ہو جاتی ہے پھر اس مالک کو حق ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بیچ دے یا بطور عطیہ دے کر مالک بنا دے تو اس کے لئے وہ حلال ہو جاتی ہے، اسی طرح کوئی لونڈی وراثت میں منتقل ہوتی رہی ہے تو آج بھی شرعی باندی ہے اور اس کا مالک اس کو رکھ سکتا ہے، اس کے لئے حلال ہے، مگر ایسی باندی اس زمانے میں کہاں؟ بظاہر ایسی باندی کا اس زمانہ میں کم از کم ہندوستان میں وجود نہیں ہے ۔باندی کسی بھی مذہب کی کسی بھی نسل کی ہو، مملوک بن سکتی ہے لیکن مجامعت صرف اسی سے جائز ہو سکتی ہے جو مسلمان یا اہل کتاب (عیسائی یا یہودی) ہو، مشرکہ یعنی بت پرست لونڈی سے مجامعت جائز نہیں ہے۔

شرعی لونڈی حسب طاقت وحسب حیثیت جتنی بھی چاہے رکھ سکتا ہے، کوئی تعداد معین نہیں ہے لیکن باندیوں کے لئے جو قواعد ہیں وہ بہت نازک ہیں، انہیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے، مثلاً جس لونڈی سے وطی کر لی اس کے قریبی رشتہ دار (مثلاً بہن، خالہ، پھوپھی، بھانجی، بھتیجی وغیرہ) سے وطی کرنی جائز نہیں رہی اگر چہ اس کی ملکیت میں کیوں نہ ہو؟ جیسے کہ نکاح کی صورت میں ناجائز ہے، یہاں بھی ناجائز ہے۔

لونڈیوں کے لئے آزاد عورتوں کی طرح سخت پردے کا حکم نہیں ہے، کیونکہ اس کے ذمہ اپنے آقا کی خدمت ضروری ہے، خانگی وبیرونی کام کرنے ہوتے ہیں، اس وجہ سے پردہ کے معاملہ میں شریعت نے لونڈی کو آزاد عورتوں کی طرح مکلف نہیں بنایا ہے۔

لونڈی کی جو اولاد آقا سے پیدا ہو وہ آزاد شمار کی جائے گی وولد الامة من مولاها حر (الجوهرة النيرة ج ۲ ص ۱۸۸ آخر کتاب العتاق)

مالک کے مال میں لونڈی وارث نہیں بنتی، ہاں مالک کی اولاد (جو اس باندی کے پیٹ سے ہو) وارث ہوگی ۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گھٹنے پر پاؤں ٹیک کر سونا کیسا ہے؟

(سوال ۲۷۴) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق ایک پاؤں کے گھٹنے پر

دوسرے پاؤں کو رکھ کر سونا ممنوع ہے، لہٰذا اس طرح سونے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے، یہ ٹھیک ہے؟

(الجواب) بے شک اس طرح پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونے کی ممانعت وارد ہوئی ہے ابواب الاداب الخ باب ماجاء فی وضع احدی الرجلین علی الاخری مستلقیاً۔ مگر اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں لنگی باندھنے کا رواج تھا، لنگی پہن کر اس طرح پیر اونچا کرنے سے ستر کھل جانے کا ڈر رہتا ہے، اس لئے ممانعت آئی تھی، اگر کوئی شخص پاجامہ پہن کر یا لنگی باندھ کر ہوشیاری اور احتیاط سے سوئے جس سے ستر کھلنے نہ پائے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، صحابہ نے آپ ﷺ کو مسجد میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر آرام فرماتے ہوئے دیکھا ہے (حجۃ اللہ البالغہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھیتی محفوظ نہیں رہتی اس کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے

(سوال ۲۷۵) کئی برسوں سے میری کھیتی خراب ہوجاتی ہے، کھیتی تیار نہیں ہوتی کبھی بیج خراب ہو کر سڑ جاتا ہے، یا دوسری آفات سماویہ میں مبتلا ہوجاتا ہے، لہٰذا کوئی طریقہ بتلائیں کہ کھیتی نقصان سے محفوظ رہے؟

(الجواب) بیج زمین میں ڈالنے سے پہلے وضو بنا کر کھیت کے کنارے دوگانہ گذارے اور درود شریف پڑھ کر بارگاہ ایزدی میں نہایت تضرع سے دعا کرے کہ اللھم انی عبد ضعیف سلمت الیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ (ترجمہ) خدایا میں تیرا ضعیف بندہ ہوں، اس کام کو تیرے سپرد کرتا ہوں، تو اسے سلامت رکھ کر میرے حوالے کر اور میرے لئے اس میں برکت عطا فرما'' پھر درود شریف پڑھے امید ہے کہ خداء پاک اس دعا کی برکت سے زراعت کو تمام آفات و بلیات سے محفوظ رکھ کر اس میں برکت عطا فرمائے گا، اس کے بعد جب زراعت تیار ہوجائے تو ناپ کرنے والا باوضو قبلہ رخ ہو کر ناپ کرے اور اس میں سے غرباء کا حق ادا کرنے کے بعد دوگانہ نفل پڑھ کر دعا کرے کہ یارب انی القیت بذراً قلیلاً واعطیتنی شیئاً کثیراً فاجعلھا قوت طاعۃ ولا تجعلھا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین (خدایا! میں نے تھوڑا سا بیج ڈالا اور تو نے مجھے بہت دیا تو اس کو اطاعت کی خوراک بنا اور نافرمانی کی غذا نہ بنا اور مجھے شکر گذار بندوں میں سے بنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''بندہ گناہوں کی وجہ سے رزق سے محروم رکھا جاتا ہے'' (رواہ احمد) لہٰذا آدمی کو چاہئے کہ خداء پاک کی نافرمانی اور ناراضگی کے کاموں سے دور رہ کر اس کی رضا مندی کے کام کرے اور خدا پر توکل کرے تو خداء پاک اس کو ہر کام میں مدد کرے گا اور اس کا فضل و کرم شامل حال ہوگا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً الخ (اور جو کوئی خدائے پاک سے ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے وہ مشکلات سے نجات کی راہ نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی طرح روزی پہنچاتا ہے جس کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور جو خداء پاک پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کے لئے کافی ہے (قرآن حکیم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوقیہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں:

(سوال ۲۷۶) ایک شخص کہتا ہے کہ کتا پالنا اس کو اپنے پاس بٹھانا جائز ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے، اصحاب کہف کے ساتھ کتا تھا اس سے استدلال کرتا ہے، ہم تو اسے غلط ہی سمجھتے ہیں مگر بعض روشن دماغ اس کی بات صحیح

سمجھتے ہیں، اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) کتا پالنا اس کو گھر میں رکھنا درست نہیں ہے، گناہ کا کام ہے البتہ مویشی یا کھیت وغیرہ کی حفاظت کے لئے یا تعلیم دیئے ہوئے شکاری کتے کے پالنے کی اجازت حدیث سے مستفاد ہوتی ہے، ان ضرورتوں کے علاوہ جو شوقیہ کتا پالا جاتا ہے وہ بالاتفاق ناجائز اور معصیت ہے، حدیث میں ہے۔

(۱) عن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا تصاویر (بخاری، مسلم) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصاویر ہوں (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۵ باب التصاویر)

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اقتنی کلباً الا کلب ماشیۃ او ضار نقص من عملہ کل یوم قیر اطان متفق علیہ (بخاری، مسلم) یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جانوروں کے محافظ کتے، یا شکاری کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کے اجر (ثواب) میں سے دو قیراط گھٹ جاتے ہیں (مشکوۃ شریف ص ۳۵۹ باب ذکر الکلب) اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں اس کتے کا بھی استثناء آیا ہے جو کھیتی کی حفاظت کے لئے پالا گیا ہو۔

اصحاب کہف کے ساتھ کتا تھا اس سے کتا پالنے کے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ کتا پالنے کی ممانعت کا حکم شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) کا ہے اور ممکن ہے کہ دین مسیح علیہ السلام میں ممنوع نہ ہو، دوسرا یہ بھی قرین قیاس ہے کہ یہ لوگ صاحب جائیداد صاحب مویشی تھے ان کی حفاظت کے لئے کتا پالا ہو اور جیسے کتے کی وفاشعاری مشہور ہے یہ جب شہر سے چلے وہ بھی ساتھ لگ گیا ہو (معارف القرآن ج ص ۵۵۵، ج۵ ص ۵۵۶ سورۂ کہف) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چوروں کے خوف سے کتا پالنا:

(سوال ۲۷۷) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے گھر میں چار مرتبہ چوری ہوئی اس لئے خیال ہوتا ہے کہ حفاظت کی نیت سے کتا پالوں تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کچھ کتابوں کے مطالعہ سے اتنا معلوم ہوا کہ شکار کے لئے اور کھیتی باڑی کی حفاظت کے لئے کتا پالنے کی گنجائش ہے چونکہ ہمارے گھر میں بار بار چوری ہونے کی وجہ سے بچوں اور عورتوں کے دل میں دہشت اور خوف پیدا ہوگیا ہے تو اس حالت میں میرے لئے کتا پالنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب چوروں کا اس قدر خوف ہے اور ان کے دفع کرنے کا کوئی اور علاج نہیں ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں بغرض حفاظت جان و مال کتا پالنا درست ہے۔ وفی الاجناس لا ینبغی ان یتخذ کلبا الا ان یخاف من اللصوص او غیرھم. الی قولہ. ویجب ان یعلم بان اقتناء الکلب لا جل الحرس جائز شرعاً و کذا اقتناء للاصطیا دمباح و کذلک اقتناء ہ لحفظ ذرع والماشیۃ جائز کذا

فی الذخیرۃ(فتاوی عالمگیری ج۶ ص ۲۴۰ کتاب الکراھیۃ الباب الحادی والعشرون)وفی فتح القدیر والانتفاع بالکلب للحراسۃ والاصطیاد جائز اجماعاً لکن لا ینبغی ان یتخذ فی دارہ الا ان خاف اللصوص او عدواً الخ (البحرالرائق ج۶ ص ۱۷۳ کتاب البیوع باب المتفرقات) فقط واللہ اعلم بالصواب.

برتھ کنٹرول اور قرآن کریم:

(سوال ۲۷۸) پاکستان کے وزیر صحت قاضی انوارالحق نے پارلیمنٹ میں ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ برتھ کنٹرول قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے اس خیال کے ساتھ میں متفق نہیں ہو۔ برتھ کنٹرول کا مطلب اولادکشی نہیں ہوتی۔ شاہ عزیزالرحمن نے قرآن شریف کی آیت ولا تقتلوا اولاد کم خشیۃ املاق پیش کی۔ اور پھر پوچھا تھا کہ قرآن حکم کی روشنی میں ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کی اجازت ہے؟ کیا وزیرصحت کی رائے صحیح ہے؟

(الجواب) وزیرصحت قاضی انوارالحق کے خیالات صحیح نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عزل کے بارے میں پوچھا تو ارشاد فرمایا۔ "ذلک الوأد الخفی." (یعنی یہ تو وأد خفی ہے یعنی بچہ کو زندہ درگور کرنے کے برابر ہے) اور یہ وہی ہے جس کا بیان (قرآن آیت) واذا الموؤدۃ سئلت میں ہے۔ (ترجمہ) اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ میں ماری گئی تھی؟ ثم سألوہ عن العزل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک الوأد الخفی وھو واذا الموؤدۃ سئلت (مسلم شریف ص ۴۶۶ ج ۱ باب جواز الغیلۃ الخ مشکوۃ شریف ص ۲۷۶ باب المباشرۃ)

فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نقل فرماتے ہیں کہ قاضی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عزل کو وأد خفی قرار دیا ہے۔ کہ جس نطفہ کو خدا پاک نے تیار کیا تھا کہ بچہ پیدا ہو اس کو برباد کرنا۔ بچہ کو ہلاک کرنے اور زندہ درگور کرنے کے مشابہ ہے۔ نتیجہ وہی ہے فرق یہ ہے کہ کھلم کھلا زندہ درگور نہیں کیا جاتا۔ اس لئے اس کو خفی کہا گیا۔ (ج۳ ص ۵۱۸ باب جواز الغیلۃ)

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ صحابہ کرامؓ نے گناہ سے بچنے اور دنیوی تعلقات سے علیحدہ ہو کر خدا کی عبادت میں لگنے کے شوق سے خصی ہوجانے کی خواہش ظاہر کی۔ تو آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور دلیل میں آیت قرآنی پیش کی۔ یاایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (بخاری شریف ص ۷۵۹ ج ۲ باب مایکرہ من التبتل والخصاء)

آنحضرت ﷺ نے جس طرح خصی ہونے کو اس آیت سے حرام قرار دیا تو ظاہر ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے تحت قطع نسل بھی اس آیت کے تحت داخل ہوگا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲ باب مایکرہ من التبتل والخصاء)

خواب کی حقیقت کیا ہے:

(سوال ۲۷۹) خواب کی حقیقت کیا ہے اور خواب کسے کہتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) "خلاصۃ التفاسیر" میں ہے۔ خواب یہ ہے کہ روح جسم سے نکل کر عالم علوی وسفلی میں سیر کرتی ہے جو جاگنے میں نہیں دیکھ سکتی وہ دیکھتی ہے اسے حس روحی کہنا چاہئے، حس جسمانی صرف حاضر پر حاوی ہوسکتی اور حس روحانی حاضر وغائب دونوں کی مدرک ہے۔ فرمایا خواب تین ہیں (۱) رویائے صالحہ (یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہے (۲) ملول اور پریشان کن خواب (یعنی اضغاث احلام یہ وسوسۂ شیطان ہیں) فرمایا۔ الرؤیا من اللہ والحلم من الشیطان (خواب اللہ کی طرف سے ہے اور حلم شیطان کے وساوس سے) اور رؤیائے صالحہ عالم ملکوت وجبروت وفیضان حضرت لاہوت سے ہے اور عالم خیال ومثال سے تعلق نہیں۔ کہا دانیال پیغمبرؑ نے روحیں آسمان ہفتم کی طرف بلند کی جاتی ہیں اور بحضور پروردگار باادب کھڑی ہوتی ہیں سجدہ کرنے کی اجازت ملتی ہے طاہر عرش کے تلے اور غیر طاہر دور سے سجدے میں گرتی ہیں، حدیث میں ہے رؤیا المؤمن جزء من ستۃ واربعین جزءاً من النبوۃ (مؤمن کا خواب چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہے) اور بعض روایتوں میں پینتالیسواں حصہ بھی مروی ہے پس خواب فیضان الوہیت وبرکات نبوت سے ہے۔ فرمایا ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات (ابن ماجہ) نبوت ختم ہوگئی بشارتیں باقی ہیں اور تفسیر آیۃ لھم البشری میں فرمایا کہ مراد رؤیائے صالحہ ہیں، فرمایا من تحلم بحلم لم یر کلف ان یعقد بین شعیرتین ولم یفعل (بخاری شریف) یعنی جس نے ایسا خواب بیان کیا جو نہ دیکھا تھا تو مجبور کیا جائے گا کہ گرہ لگائے دو جو میں اور وہ نہ لگا سکے گا، یعنی قیامت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوگا، اور فرمایا ان افری الفری ان یری عینیہ مالم تریا (بخاری شریف) یعنی۔ نہایت بڑا افترا یہ ہے کہ جو نہیں دیکھا اسے آنکھوں کی طرف منسوب کرے یعنی جھوٹا خواب بیان کرے، حدیث میں ہے اصدقکم رؤیاً اصدقکم حدیثاً (مسلم شریف) جو جس قدر سچا اسی قدر اس کے خواب سچے ہیں۔

(خلاصۃ التفاسیر ص ۴۲۰ ۔ ۴۲۱ سورہ یوسف، تحت آیۃ اذ قال یوسف لابیہ یا ابت انی رأیت الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

حکومت بطور امداد رقم دے تو لینا کیسا ہے:

(سوال ۲۸۰) ایک شخص انگلینڈ میں مقیم ہے ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی کچھ روز بعد اس لڑکی کا انتقال ہوگیا وہاں کی حکومت ایسے موقعہ پر بطور امداد اپنی خوشی سے بچے کے ماں باپ کو کچھ رقم دیتی ہے تو وہ رقم لینا کیسا ہے؟ خود استعمال کرسکتا ہے یا لے کر کسی غریب کو دے دے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ حکومت بلاطلب بطور امداد اور غم خواری کے رقم دیتی ہے تو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، خود استعمال کرے یا حاجت مندوں کو دے دے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شاعر کو فنی معلومات کی بناء پر "مفتی سخن" کا خطاب دینا:

(سوال ۲۸۱) کسی مسلمان شاعر کو اس کی فنی معلومات کی بناپر "مفتی سخن" کا خطاب دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مذہبی معاملات میں فیصلہ کرنے والے کو "مفتی دین" کہتے ہیں، اسی طرح کلام کے ماہر کو "مفتی سخن" کا خطاب دینے میں قباحت نہ ہونی چاہئے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسلمان شاعر کو اس کی فنی معلومات کی بناپر ''مفتی سخن'' کا خطاب دینا فی نفسہ مباح ہے، لیکن جبکہ شاعر عالم دین نہ ہو تو مفتی سخن کے خطاب سے تلبیس کا احتمال ہے، عوام اس سے دین کا عالم اور مفتی شرع متین سمجھ لیں گے اور پھر اس سے دین کے مسائل اور احکام دریافت کریں گے اور ضلو افاضلوا کا مصداق ہوں گے، لہذا غیر عالم کو اس قسم کا خطاب دینے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ عوام الناس کو دھوکہ نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

منگنی ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کے گھر عیدی بھیجنا:

(سوال ۲۸۲) آج کل لڑکے اور لڑکی کی منگنی ہو جانے کے بعد جانبین سے ایک دوسرے کے گھر عید کے موقع پر عیدی بھیجی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بطور عیدی کے بھیجنے کی ممانعت نہیں، اس کو رسم نہ بنایا جائے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بچوں کی سالگرہ منانا:

(سوال ۲۸۳) کیا بچوں کی سالگرہ منانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سالگرہ منانے کا جو طریقہ رائج ہے (مثلاً کیک کاٹتے ہیں) یہ ضروری نہیں بلکہ قابل ترک ہے، غیروں کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے، البتہ اظہار خوشی اور خدا کا شکر ادا کرنا منع نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نیلام میں رشوت کی ایک صورت:

(سوال ۲۸۴) ہمارے یہاں ہر سرکاری جنگلوں میں گوند پیدا ہوتا ہے اور سرکار اسے نکلوا کر نیلام کرتی ہے، نیلام میں بولی لگانے کے لئے پہلے کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے میں نے بھی وہ رقم بھر کر بولی لگانے کا حق حاصل کیا، نیلام کے موقعہ پر ایک شخص نے دوسرے خریداروں کو کچھ رقم دے کر راضی کر لیا کہ وہ بولی نہ لگائیں تاکہ پورا مال میں خریدلوں کچھ رقم مجھے بھی ملی ہے، تو وہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس نے یہ رقم دی ہے اس کو واپس کردی جائے اس کا استعمال جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوقیہ کبوتر کھانا کیسا ہے:

(سوال ۲۸۵) ہمارے یہاں ایسے لوگ ہیں جن کو کسی قسم کی بیماری نہیں۔ پھر بھی ایسے لوگ رات کو کبوتر پکڑ کر نہایت خوشی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ تو یہ کھانا کیسا ہے؟ ایسے لوگ گنہگار ہیں یا نہیں۔ اور ہوں تو کیسے؟

(الجواب) کبوتر کھانا حلال ہے چاہے بطور دوا کھائے یا شوقیہ کھائے کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۲۸۶) ایک رضاخانی مولوی نے اشتہار چھپوایا کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عورت ملنے کی فرمائی ہے۔ لہذا حضرت عائشہ کی سخت توہین ہوئی ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ کوئی کمینہ سے کمینہ بھی ماں کو (ام المومنین کو) خواب میں دیکھ کر جورو (جفت) سے تعبیر نہ کرے گا یہ حضرت صدیقہ کی سخت توہین ہے بلکہ اس جناب کے حق میں صریح گالی ہے۔ اس سے زیادہ کیا بے ایمانی اور بے

غیرتی ہو سکتی ہے کہ ماں کو (امہات المومنین) کو جورو سے تعبیر کر دیا جائے۔ یہاں پر اس اشتہار سے بڑی غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ لہذا آپ کے جواب کا سخت انتظار ہے؟

(الجواب) خواب کی تعبیر ایک مقدس علم ہے ایک خاص فن ہے۔ اس کے اصول وضوابط ہیں اور اس کو سمجھنے کے لئے خداداد عقل وفہم اور بصیرت کی ضرورت ہے فن تعبیر کے اصول وضوابط معلوم کئے بغیر صرف اپنی ناقص عقل سے اس میں دخل دینا اور تعبیر کہنے والوں پر اعتراض کرنا جہالت اور بیوقوفی کی دلیل ہے۔

ازواج مطہرات یعنی امہات المومنین کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر نیک بیوی نصیب ہونے کی درست ہے۔ اس میں بے حرمتی یا توہین کا شائبہ نہیں۔ اس کو وہی سمجھ سکتا ہے، جس کو نور نبوت سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہو۔ جو لوگ بدعات وظلمت کی ناپاکی میں غرق ہو رہے ہوں۔ خداوند عالم ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت میں گرفتار ہوں وہ لوگ اس نعمت سے کہاں بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں؟ من احدث حدثا او آوی محدثا فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین ۔ یعنی جس نے کوئی بدعت ایجاد کی یا بدعتی کو پناہ دی تو اس پر خدا کی لعنت اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (مشکوٰۃ شریف)

دوسری حدیث میں ہے جو کوئی بدعتی کی صحبت میں رہتا ہے اس کو حکمت یعنی دینی معرفت نہیں دی جاتی۔ (تلبیس ابلیس ص ۱۴)

عن فضیل من احب صاحب بدعة احبط اللہ تعالیٰ عملہ واخرج نور الا سلام من قلبہ.

حضرت فضیل بن عیاض سے روایت ہے کہ جس نے بدعتی کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ اس کے اعمال اکارت کر دیتا ہے اور اسلام کا نور، اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ (مجالس الابرار ج۸۸ ص ۵۱۲)

حضرت سہیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

ومن ضحک فی وجہ مبتدع ینزع اللہ تعالیٰ نور الا یمان من قلبہ.

یعنی جو شخص بدعتی کو دیکھ کر ہنس پڑے (خوش ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان نکال لیتا ہے۔

(مجالس الا براہ ج۸۸ ص ۵۱۲)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ عمل بدعت از دیاد آن ظلمت می نماید وتقلیل نور سنت می سازد وعمل سنت باعث تقلیل آں ظلمت است وتکثیر آن نور (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۳۸ فارسی)

یعنی بدعت کے کاموں سے ظلمات میں زیادتی اور نورانیت میں کمی آتی ہے اور اتباع سنت سے ظلمات میں کمی اور نورانیت میں زیادتی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تعبیر میں کسی قسم کی توہین اور بے ادبی نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے (علامہ شیخ عبدالغنی نابلسی) (جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب بھی اپنا مذہبی پیشوا مانتے تھے) اپنی مشہور کتاب ''تعطیر الانام فی تعبیر المنام'' میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر واضح الفاظ میں نیک بیوی ملنا لکھتے ہیں۔ عربی عبارت یہ ہے۔ من رای من الرجال احداً من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان اعجب تزوج امراۃ صالحۃ (ج ۱ ص ۱۷)

کیا علامہ عبدالغنی نابلسیؒ نے نعوذ باللہ امہات المومنینؓ کی توہین کی ہے؟ معاذ اللہ آپ کمینہ تھے؟ آپ بے

ایمان و بے غیرت تھے نہیں ہرگز نہیں۔ تو پھر حضرت تھانویؒ کی ذات مقدس پر تعبیر مذکور سے کسی قسم کی تہمت لگانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ فقط۔

تعبیر کی عبارت کو خواب کی عبارت بتلا کر عوام کو غلط فہمی میں ڈالنے کی اہل بدعت کی ناجائز کوشش

(سوال ۲۸۷) ''نعرۂ حق'' نامی کتابچہ میں ایک رضاخانی مولوی نے تذکرۃ الرشید (ج ۲ ص ۲۸۹) کے حوالہ سے مولانا گنگوہیؒ کا خواب نقل کیا ہے:۔

میں نے ایک بار خواب دیکھا کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب عروس (دلہن) کی صورت میں ہے اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے۔ جس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اس طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچتا ہے حکیم محمد صدیق کاندھلویؒ نے کہا الرجال قوامون علی النساء آپ نے (حضرت گنگوہی نے) فرمایا آخر ان کے بچوں کی تربیت تو کرتا ہی ہوں؟

پھر بکواس ولا یعنی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ارے او بے ایمانو ایسے گندے غلیظ خواب تو دیکھتا ہو اور ایسی ناپاک خواب کو اپنی کتاب میں لکھتے نہیں شرماتے؟ (پھر لکھتا ہے) مسلمانوں مذکورہ بالا خواب کے معنی برابر سمجھ لو اس خواب کی عبارت ایسی ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے خواب میں مولانا قاسم نانوتویؒ سے نکاح کیا مولانا قاسم نانوتوی جیسے دلہن بنے اور بات تو آگے فرمانے کی ہے کہ وہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ نکاح کے بعد جس طرح زن و شوہر ایک دوسرے سے نفع اندوز ہوتے ہیں ایسا ہی نفع ان دونوں نے ایک دوسرے سے اٹھایا مسلمانو! زن و شوہر ایک دوسرے سے کون سا اور کیسا نفع اٹھاتے ہیں وہ تم سمجھ سکتے ہو۔ (نعرۂ حق ص ۷۔۶)

(الجواب) مذکورہ خواب اور اس کی تعبیر کی عبارت نقل کرنے میں اور اس کا مطلب بیان کرنے میں زبردست خیانت اور بے ایمانی سے کام لیا گیا ہے۔ ''تذکرۃ الرشید'' میں خواب اور اس کی تعبیر کی عبارت حسب ذیل ہے۔

(میں نے ایک بار خواب میں دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے) (خواب صرف اتنا ہے آگے اس کی تعبیر بیان کی گئی ہے)

سو جس طرح زن و شوہر میں ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچتا ہے انہوں نے حضرت رحمہ اللہ کی تعریف کر کے کہ ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے انہیں مرید کرادیا۔ حکیم محمد صدیق کاندھلوی نے کہا الرجال قوامون علی النساء. آپ نے فرمایا ہاں! آخر ان کے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں۔

''نعرۂ حق'' کے مصنف نے مذکورہ عبارت میں ایک خیانت تو یہ کی ہے کہ تعبیر والی عبارت کو خوب سمجھ لیا اور اگلی سطر والی عبارت جو تعبیر کی تفسیر تھی لوگوں میں غلط فہمی پیدا کرنے کے لئے بالکل اڑا دی اور زن و شوہر ایک دوسرے سے کس طرح نفع اندوز ہوتے ہیں وہ تم سمجھ سکتے ہو۔ یہ فقرہ بڑھا کر اپنی جہالت اور بے ایمانی کا صریح ثبوت دے دیا ہے۔

رہا خواب میں آدمی کا آدمی سے نکاح ہونا تو اس میں کوئی خرابی نہیں، فن تعبیر کے امام محمد بن سیرین کی مشہور کتاب ''تعبیر الرؤیا'' میں ہے کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی مرد سے نکاح کرتا ہے اگر وہ مرد جس سے وہ نکاح کرنا دیکھا ہے۔ معرف و معلوم ہے اور درمیان ان دونوں کے کچھ دشمنی بھی نہیں ہے تو وہ مفعول اپنے فاعل یا فاعل کے ہمنام سے یا اس کے نظیر و مثل سے خیر کو پہنچے گا۔ (باب دہم) دیکھو خواب مذکور اور مولانا گنگوہیؒ کی خواب میں کچھ بھی فرق ہے؟

یہ خواب کی باتیں ہیں ان پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ خواب میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ خواب میں زنا کرنے سے حد نہیں لگائی جاتی بلکہ فاسق و گنہگار ہونے کا حکم بھی نہیں لگایا جاتا خواب میں کلمۂ کفر سے کفر بھی لازم نہیں آتا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جو خواب بظاہر خراب معلوم ہو تو اس کی تعبیر بھی خراب ہی ہو۔ ملاحظہ ہو کتاب تعبیر الرویا میں ہے:۔

اگر کسی نے یہ خواب دیکھا کہ اس نے اپنی مادر یا خواہر یا کسی اور ذی قرابت سے نکاح کیا اور یہ رؤیت ماہائے حرام (ذیقعدہ ذی الحجہ محرم اور رجب) میں واقع ہوئی ہے تو بناپر تعبیر کے یہ شخص زمین حرم پر چلے گا۔ یعنی مشرف بہ زیارت کعبہ ہوگا (باب دہم ص ۸۱)

روایت مشہور ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ نے خواب میں دیکھا کہ دنیا کے لوگ آآ کر اس سے صحبت کر رہے ہیں۔ بہت پریشان ہوئی مگر فن تعبیر کے امام حضرت ابن سیرین نے تعبیر بتلائی کہ خدائے پاک زبیدہ سے ایسا کام کرائے گا کہ اس سے ساری مخلوق فائدہ اٹھائے گی۔ چنانچہ ''نہر زبیدہ'' اس خواب کی تعبیر ہے۔

دیکھو! یہ پورا خواب بظاہر کتنا شرم ناک ہے مگر اس کی تعبیر کتنی شیریں بیان کی گئی ہے۔ اگر ''نعرۂ حق'' کے مصنف اس وقت ہوتے تو ضرور سنگساری کا فتوئی دیتے۔

گر ہمیں مفتی و ہمیں فتوے
کار ایمان تمام خواہد شد

خلاصہ یہ کہ خواب گندہ اور برا نہیں ہوا اور اس کی تعبیر بھی گندہ اور بری نہیں ہوتی گندی کہنے والے کی ذہنیت گندی ہوتی ہے۔ خواب میں آدمی کا نکاح آدمی سے اور ایک دوسرے سے نفع مند ہونے کی تفسیر کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے (تعبیر الرؤیا باب دہم ص ۸۱)

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو فائدہ ہوا کیا ہوا؟ اس کی تفسیر خود فرماتے ہیں، انہوں نے (مولانا قاسم نے) حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حاجی صاحب سے سفارش کر کے انہیں (مولانا محمد قاسم صاحب کو) مرید کرادیا۔ حکیم صاحب نے الرجال قوامون علی النسآء کی آیت پڑھ کر اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ خواب میں شوہر بنے ہو اس کی بھی کچھ تعبیر ہونی چاہئے؟ جواب میں فرمایا ہاں آخر ان کے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں بتلاؤ اس میں کیا خرابی ہے؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اپریل فول (یکم اپریل کو دھوکہ دہی کرنا) کیسا ہے :

(سوال ۲۸۸) اپریل فول منانا یعنی لوگوں کو جھوٹ بول کر فریب دینا یا ہنسنا ہنسانا کیسا ہے؟

(الجواب) یہ نصاریٰ کی سنت ہے۔ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ جھوٹ بولنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک به القوم ویل له' ویل له (ابوداؤد ج۲ ص ۲۳۳ باب التشدید فی الکذب) اس آدمی کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے) اور حدیث میں ہے:۔ لا یؤ من العبد الایمان کله حتی یترک الکذب فی المزاحة والمراء وان کان صادقا (مسند احمد) (کوئی بندہ پورے پورے ایمان کا حامل نہیں ہوگا جب تک وہ جھوٹ کو بالکل ترک نہ کر دے، خواہ ہنسی مذاق میں ہو خواہ لڑائی جھگڑے میں (خواہ صرف انداز جھوٹ کا ہو اگر چہ واقع میں سچ ہو) اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ بولنا بڑی خیانت ہے۔ کیونکہ آدمی اللہ اور لوگوں کا امین ہے اس کو سچ ہی بولنا چاہئے۔ جھوٹ بولنا امانت کے منافی ہے۔ حدیث میں ہے:۔ کبرت خیانة ان تحدث اخاک حدیثا هو لک مصدق وانت له کاذب (ابو داؤد شریف) یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات اس طرح کہو کہ وہ تمہیں سچا جان رہا ہو۔ حالانکہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔

عمل صالح کی توفیق کیوں ہوتی ہے اور کیوں نہیں ہوتی :

(سوال ۲۸۹) میں تہجد کا پابند تھا۔ کبھی قضاء نہ ہوتی تھی کچھ عرصہ سے تہجد بالکل ترک ہو گیا ہے۔ پڑھنا چاہتا ہوں مگر اٹھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ وجہ سمجھ میں نہیں آتی، نہایت پریشان ہوں۔

(الجواب) اس کی اصل وجہ گناہ اور خدا کی نافرمانی ہونا چاہئے۔ لہذا معاصی کو یاد کر کے بہ صمیم قلب توبہ کریں۔ اور خدا سے اپنی معاصی کی معافی طلب کریں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کو شب بیداری کی توفیق نہیں ہوتی، اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک گناہ کے سبب پانچ ماہ تک تہجد سے محروم رہا تھا دریافت کیا کو نسا گناہ تھا فرمایا کہ میں ایک آدمی کو روتا دیکھ کر دل میں کہا تھا کہ یہ آدمی مکار ہے! حرام روزی سے بھی امور خیر میں سستی ہوتی ہے اور اس کے خلاف بداعمالی کا شوق ہوتا ہے۔ حرام روزی سے بھی بچنا چاہئے۔ فقط۔

کیا آلات زراعت منحوس ہیں:

(سوال ۲۹۰) شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی اردو تفسیر میں پارۂ اول سورۂ بقرہ ع ۷ کی دوسری آیت۔ واذ قلتم یا موسیٰ الخ کی تفسیر کا خلاصہ کرتے ہوئے حاشیہ میں فائدہ نمبر ا میں حسب ذیل ایک حدیث نظر آئی۔ مشکوٰۃ میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس گھر میں آلات زراعت داخل ہوتے ہیں اس میں غربت داخل ہوتی ہے۔ کسان زیادہ تر مفلسی و غربت میں پھنسے رہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم زراعت پیشہ لوگ تو گھر ہی میں کھیتی کے آلات رکھتے ہیں۔ جس میں (کپاس) روئی چننے کی چادریں بھی ہوتی ہیں تو یہ سامان ہم کہاں رکھیں؟

(الجواب) جو شے آدمی کو ذکر خدا اور اس کی عبادت سے غافل کردے اور اس کے احکام سے روک دے وہ چیز اس کے لئے منحوس اور سبب ذلت ہے۔ پھر چاہے وہ آلات زراعت ہوں یا دوسرے آلات یا کوئی دوسرا جائز پیشا ور روزگار ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ۔ جو میری یاد سے غافل رہا اس کو تنگی کی زندگی نصیب ہوگی (سورہ طٰہٰ) اور فرمایا انما اموالکم واولاد کم فتنه ۔ تمہارا مال واولاد تمہارے لئے ایک آزمائش ہے۔

مال واولاد اگر رضائے الٰہی کے لئے مددگار ہو تو ایسی نعمت ہے کہ اس جیسی کوئی نعمت نہیں۔ (سورۃ تغابن)
کسی بزرگ نے خوب کہا ہے

نہ مرد ست آنکہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

اور اگر عبادت الٰہی اور احکام خداوندی کی تعمیل سے روکے تو ایک وبال ہے کہ اس جیسا کوئی وبال نہیں۔ زیادہ تر کسان اپنے پیشہ میں اتنے زیادہ مشغول رہتے ہیں کہ نماز روزہ حج اور جہاد جیسی عبادات سے محروم رہتے ہیں احکام اسلام سے واقف نہیں ہوتے کھیت پر رہتے ہیں تو دین و دنیا سے غافل اور گھر پر آتے ہیں تو اپنے مویشی اور کاشتکاری کے کاموں میں پھنسے رہتے ہیں ذکر خدا اور عبادت سے یکسر غافل رہتے ہیں۔ اناج (غلہ) گراں ہونے کی دعا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے حدیث میں تنبیہ ہے، دیندار کسانوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے اور آلات زراعت مکان میں رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے، ان ہی حضرت امامہؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام جگہوں میں بدتر سے بدتر جگہ بازار ہے اور اچھی سے اچھی جگہ مساجد ہیں، کیونکہ بازار ایک غفلت، گناہ، دغابازی و فریب کاری اور کذب کا مقام ہے۔ مگر خدا کے نیک صالح بندے اس کی برائی سے بچ کر نیکی سے مالا مال ہو کر آتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ بازار میں داخل ہوتے وقت لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد یحی ویمیت وهو علیٰ کل شئی قدیر. پڑھنے والے کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور ایک لاکھ درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ اور جنت میں ایک محل بنایا جاتا ہے۔ بہت سے صحابہؓ اسی ثواب کی غرض سے بازار جاتے تھے۔ دیکھئے جو جگہ بدتر سے بدتر تھی وہ کیسی مبارک ثابت ہوئی۔ اسی طرح کسان بھی نیک نیتی، صداقت اور احکام شرعیہ کی پابندی کر کے نامبارک کو مبارک کر سکتا ہے۔ آلات زراعت میں بذاتہ کوئی خرابی اور نحوست نہیں ہے، نحوست ہمارے اعمال بد کی ہے۔ اسی لئے تنبیہ کی گئی ہے جیسا کہ چودھری (سردار، پٹیل، مکھیہ) کے لئے حدیث میں ہے کہ دوزخ میں جائے گا اور عاشر (ٹیکس وصول کرنے والے) کے لئے تنبیہ ہے کہ ظلم وستم کر کے اپنی عاقبت خراب و برباد نہ کرے۔ حالانکہ یہی لوگ اسلام کے نظام حکومت میں بنیادی ستون ہوتے ہیں۔ اگر وہ عدل، دیانت اور تقویٰ کے پابند ہوں۔

البتہ گانے بجانے کے آلات اور ساز وسامان جن کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ان کو مکان میں رکھنا اگر چہ استعمال نہ کیا جائے مکروہ اور گناہ ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:۔

ولو امسک فی بیته شیئاً من المعازف والملاهی کره ویأثم وان کان لا یستعملها لان

امساک هذه الا شیاء یکون للهو عادة (ج ۴ ص ۳۳۸) فقط والله اعلم۔

بارش نہ برسنے اور قحط سالی کی کیا وجہ :

(سوال ۲۹۱) بارش نہ برسنا اور قحط سالی ہونے کی کیا وجہ ہے؟

(الجواب) بارش نہ برسنا اور قحط سالی واقع ہونے کا سبب احکام خداوندی کی خلاف ورزی اور اپنی بداعمالیاں ہیں، بالخصوص زنا کاری، حق تلفی، غربا، مساکین اور حاجت مندوں کی امداد نہ کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا یہ قحط سالی کے اصل اسباب ہیں حدیث شریف میں ہے جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں وہ قحط سالی میں، موت کی سختی میں اور حکام کے ظلم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے۔ ما من قوم یظهر فیهم الزنا الا اخذ بالسنة او کما قال علیه السلام۔

اور مثنوی میں مولانا روم فرماتے ہیں۔

ابر نا یداز پے منع زکوٰۃ
وز زنا خیزد وبا اندر جہات

حضرت ابوسفیان سے مروی ہے کہ انه قال بلغنی ان بنی اسرائیل قحطوا سبع سنین حتی اکلوا الجیف والا طفال . ابوسفیان سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی کہ بنی اسرائیل سات برس قحط میں مبتلا رہے یہاں تک کہ مردوں اور بچوں کو کھاگئے و کانوا یخرجون الی الجبال ویتضرعون الی الله تعالیٰ فاوحی الله الی انبیاء هم انی لا اجیب لکم داعیا ولا ارحم لکم باکیاً حتی تردو المظالم الیٰ اهلها ففعلوا فمطروا. اور وہ اللہ تعالیٰ سے پہاڑوں میں جاکر تضرع وزاری کیا کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کے نبیوں کو وحی بھیجی کہ میں نہ تمہاری دعا قبول کروں گا اور نہ تمہارے کسی رونے والے پر رحم کروں گا جب تک کہ تم حق داروں کے حقوق ادا نہ کردو۔ پس انہوں نے حق ادا کئے تو مینھ برسا (مجالس الابرار م ۴۵ ص ۲۷۲)

حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:۔

حکی ان بنی اسرائیل اصابتهم شدة فاجتمعوا الی نبی من انبیائهم فقالوا له اخبر نا بما یرضی الحق عزوجل حتی نتبعه فیکون سبباً لدفع هذه الشدة عنا فسال الحق عزوجل عن ذالک فاوحی الله الیه قال لهم ان اردتم رضائی فارضوا المسا کین فان ارضیتمو هم رضیت وان اسخطتمو هم سخطت. اسمعوا یا عقل انتم ما تزالون تستخطون المسا کین وتریدون رضی الله عزوجل ما یقع با یدیکم رضاه بل انتم متقلبون فی سخطه!

حکایت ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل تنگ حالی میں مبتلا ہوئے تو سب اکٹھے ہو کر ایک نبی کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ کام بتائیے کہ جس سے حق تعالیٰ شانہ راضی ہو کہ ہم اس کو کریں اور وہ ہماری اس مصیبت کے دفع ہونے کا سبب بن جائے۔ نبی نے حق تعالیٰ شانہ سے اس کام کی بابت سوال کیا تو حق تعالیٰ نے نبی کو وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو کہ اگر تم میری خوشنودی چاہتے ہو تو مساکین کو راضی کرلو۔ پس اگر تم نے ان کو راضی کرلیا تو میں راضی ہو جاؤں

گا اور ان کو ناراض رکھا تو میں ناراض رہوں گا۔ سن لو اے عقل والو تم ہمیشہ مساکین کو ناراض رکھتے ہو اور پھر حق تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اس کی خوشنودی تمہارے ہاتھ کبھی نہیں آئے گی تم ہر پہلو اس کی ناراضی میں ہو! (فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی م ۳۸ ص ۲۵۷)

کیا میاں بیوی ایک دوسرے کو نام لے کر پکار سکتے ہیں :

(سوال ۲۹۲) (۱) میاں بیوی کو اس کا نام لے کر بلا سکتا ہے؟ اور بیوی اپنے میاں کو نام سے پکار سکتی ہے؟ (۲) میاں بیوی اپنے بچوں کے نام سے ایک دوسرے کو بلائے تو کیا حکم ہے؟ (۳) میاں بیوی اپنا کوئی خاص نام رکھ کر ایک دوسرے کو بلائے تو جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) مرد اپنی بیوی کو اس کے نام سے پکار سکتا ہے۔ لیکن عورت اپنے خاوند کو اس کے نام سے نہ پکارے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی کی بنا پر مکروہ ہے۔ یکره ان یدعوا الرجل اباه والمرأة زوجها باسمه (کذافی السراجیة) لہٰذا سردار وغیرہ تعظیمی الفاظ سے بلائے بل لابد من لفظ یفید التعظیم کیا سیدی ونحوه (شامی ج ۵ ص ۳۶۹ کتاب الحظر والا باحة فصل فی البیع) بچہ بچی کے نام سے ایک دوسرے کو پکارنا مناسب نہیں۔ ابومحمد وغیرہ کنیت شوہر کے لئے استعمال کرے۔

دور حاضر میں ہجرت فرض ہے یا نہیں :

(سوال ۲۹۳) اس زمانہ میں ہجرت کرنا یعنی وطن چھوڑ کے چلے جانا مسلمان پر فرض ہے یا نہیں؟

(الجواب) اس زمانہ میں بھی جہاں کفار کا زور ہے اور احکام شرعیہ آزادی کے ساتھ ادا نہ کئے جاسکتے ہوں تو ترک وطن کر کے کسی اسلامی مملکت میں چلے جانا ضروری ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں جب تک مکہ فتح نہ ہوا تھا اور وہاں کفار کا زور تھا اس جگہ سے ہجرت ضروری تھی اور اس کے لئے تاکید بھی کی گئی۔ چنانچہ صحابہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے تھے۔ لیکن جب مکہ فتح ہوا تو حکم ہوا کہ اب ہجرت کی ضرورت نہیں حسن نیت اور جہاد چاہئے۔ (نیت وجهاد او کما قال علیه السلام. تفسیر فتح المنان ج ۳.)

ہجرت فرض ہو تو مکہ جائے یا مدینہ :

(سوال ۲۹۴) ہجرت کے فرض ہونے کی صورت میں مکہ جائے یا مدینہ یا دوسری کوئی جگہ جائے۔؟

(الجواب) ہجرت کر کے کسی جگہ جانے کی تخصیص نہیں چاہئے۔ مکہ معظمہ ہو یا مدینہ منورہ (زادهما الله شرفا ومجداً) یا دوسری جگہ جہاں اسلامی ارکان آزادی سے ادا کر سکے وہاں جاسکتے ہیں۔ فقط۔

بارش نہ ہونے پر بکرا وغیرہ کا تصدق:

(سوال ۲۹۵) ہمارے گاؤں میں بارش نہیں ہے لوگوں نے چندہ کر کے اناج اور بکرا خریدا اس کو کاٹ کر گوشت اور اناج کو غرباء پر تقسیم کیا تو یہ اناج اور گوشت غیر مسلم کو بھی دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسے موقعہ پر چندہ کر کے بکرا خرید کر اس کے گوشت کو واجب التصدق سمجھنا غلط ہے۔ اس وقت جس کے پاس جو کچھ ہو حسب حیثیت محض لوجہ اللہ مستحق کو دے دے۔ بکرے کاٹنے کی رسم غلط ہے۔ صدقات نافلہ غیر مسلم کو بھی دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گورنمنٹ کی امداد لینا کیسا ہے.

(سوال ۲۹۶) ضلع بھروچ میں زلزلہ آنے سے مکان، اور مسجد و مدرسہ کو ناقابل برداشت نقصان ہوا ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے امداد مل رہی ہے۔ تو کیا مالدار اس کو لے سکتا ہے؟ مسجد و مدرسہ کی عمارت میں استعمال کی جاسکتی ہے۔ یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سرکار کی طرف سے جو رقم ملتی ہے وہ سرکاری امداد ہے وہ لی جاسکتی ہے۔ جس کو ضرورت نہ ہو وہ حاجت مند کو دے دے۔ اسی طرح مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں لینا درست ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ بطور قرض رقم لے کر مسجد و مدرسہ میں خرچ کریں۔ اور سرکاری امدادی رقم سے قرض ادا کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زلزلہ کے وجوہات شرعی نقطہ نظر سے :

(سوال ۲۹۷) زلزلہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ شرعی رو سے واضح فرمائیں! بینوا توجروا۔

(الجواب) خدا پاک نے زمین میں رگیں بنائی ہیں اور وہ فرشتوں کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔ جہاں کہیں گناہوں کا بار بڑھ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ وہاں فوری عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو فرشتوں کو حکم فرماتا ہے۔ فرشتہ رگ (یعنی اس جگہ کے رگام) کو کھینچتا ہے زمین لرزتی ہے۔ زلزلہ آ جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں زلزلہ آیا۔ آپ (ﷺ) نے حضرات صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "تمہارا رب تم سے توبہ چاہتا ہے، تم توبہ کرو" بہر حال احادیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی کثرت زلزلہ کا سبب ہوتا ہے۔ اور توبہ ذریعہ نجات! نعوذ باللہ ونتوب الیہ.

حضرت عمر فاروقؓ کے مبارک دور میں زلزلہ آیا۔ تو آپؓ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ کوئی خاص گناہ ہے جس کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ لوگو! توبہ کرو میں بہ قسم کہتا ہوں کہ اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں یہاں نہیں رہوں گا!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زلزلہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا۔ "کہ زنا، شراب، رقص و سرود (گانا بجانا) لوگوں کا مذاق بن جائیں۔ تو غیرت حق کو بھی جوش آتا ہے۔ اگر معمولی تنبیہ پر توبہ کرلیں۔ تو فبہا، ورنہ عمارتیں منہدم اور عالی شان تعمیرات خاک کے تودے کر دیئے جاتے ہیں۔

پوچھا گیا کہ کیا زلزلہ عذاب ہے؟ فرمایا مؤمن کے حق میں رحمت اور کافر کے لئے عذاب (معاذ اللہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ ہونے کے ایک فرمان نامہ لکھ کر ملکوں میں روانہ کیا۔ کہ یہ زلزلہ ایک ایسی چیز ہے کہ خدا پاک اس سے اپنے بندوں پر اپنا عتاب ظاہر فرما کر ان سے توبہ کا مطالبہ فرماتے ہیں۔ اس وقت صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے۔ بدکاری چھوڑ دینی چاہئے۔ اور کثرت سے صدقہ، خیرات کرنی چاہئے۔ اور مکروہ وقت نہ ہو تو نوافل میں مشغول ہونا چاہئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین

اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا۔

وان لم تغفرلی وترحمنی اکن من الخاسرین.

اور حضرت یونس علیہ السلام کی دعا:۔

لا اله الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین.

وغیرہ پڑھنی چاہئیں۔

زیادہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اخبار زلزلہ" مصنفہ حضرت تھانویؒ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لوگوں کے سامنے ناک صاف کرنا:

(سوال ۲۹۸) بعض لوگوں کی عادت ہے کہ لوگوں کے سامنے ناک میں انگلی ڈال کر چیپڑے نکالتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا برا نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) لوگوں کے سامنے ناک میں انگلی ڈال کر چیپڑے نکالنا مکروہ اور بری عادت ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ "ویکرہ ازالة درنه بحضرة الناس." (غنیة الطالبین ص ۱۳ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

للہ دی ہوئی رقم واپس ملی تو اسے کیا کرے :

(سوال ۲۹۹) میرے پاس ایک شخص آئے اور کہا کہ ایک آدمی بیمار ہے اور محتاج ہے، اور وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے اس لئے آپ ان کی للہ مدد کریں میں نے کچھ رقم ان کو دے دی، چھ گھنٹے کے بعد انہوں نے خبر دی کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے مجھے وہ رقم واپس کر دی، اب اس رقم کا استعمال میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از سوت)

(الجواب) جب کہ آپ کی دی ہوئی رقم نہ زکوٰۃ کی ہے نہ صدقہ واجبہ کی، نہ کفارات کی اور نہ چرم قربانی کی قیمت ہے نہ بینک کا سود ہے تو آپ بلا تامل اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر خانہ کے کمروں میں ٹیلی ویژن نصب کرنا:

(سوال ۳۰۰) ہمارا ایک ادارہ ہے اس کے ماتحت ایک مسافر خانہ ہے، جو مسافر وہاں آ کر قیام کرتے ہیں ان میں سے بہت سے مسافر کہتے ہیں کہ کمروں میں ٹیلی ویژن ہونا چاہئے اور ایک شخص اس کام کے لئے پیسے بھی دینے کے لئے کہہ رہا ہے، تو ہم مسافر خانہ میں کمروں کے اندر ٹیلی ویژن رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو پیسے دے رہا ہے وہ پیسے لئے جائیں یا نہیں؟ اگر ٹیلی ویژن رکھا جائے تو مسافر خانہ کے عہدہ دار گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں کسی بھی حالت میں مسافر خانہ میں ٹیلی ویژن رکھنے کی اجازت نہ دی جائے جو عہدہ دار ہیں وہ اس کے ذمہ دار اور گنہگار ہوں گے اور جو شخص اس گناہ کے کام کے لئے پیسے دینا چاہتا ہے وہ پیسے بالکل قبول

نہ کئے جائیں صاف انکار کر دیا جائے ، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۲ تا ص ۳۰۰ ج ۶ (جدید ترتیب کے مطابق باب التصاویر میں، گھر میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو رکھنا اور اس کو دیکھنا، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ۔مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹیلی ویژن پر کرکٹ کا میچ دیکھنا؟:

(سوال ۳۰۱) ٹیلی ویژن پر کوئی پروگرام (جیسے کرکٹ کا میچ) جو ڈائرکٹ ٹیلی کاسٹ ہوتا ہے۔ وہ دیکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ ویسے علماء سے سنا ہے کہ ٹیلی ویژن دیکھنا حرام ہے لیکن جس طرح میدان میں کسی بھی طرح کا کھیل کود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اسی طرح کیمرے کو درمیان میں رکھ کر دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! قرآن مجید میں فلاح یاب مؤمنین کی صفت یہ بیان کی گئی ہے والذین ھم عن اللغو معرضون، ترجمہ:۔ اور جو لغو یعنی فضول باتوں سے خواہ قولی ہوں یا (فعلی) بر کنار (الگ) رہنے والے ہیں (قرآن مجید، سورۂ مومنون، پارہ نمبر ۱۸ رکوع نمبر ۱)

لغو کے معنی فضول کلام یا بیکار کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو، لہٰذا ہر ایسا کام یا ہر ایسی بات جس میں کوئی دینی نفع نہیں، اس سے اعراض کرنا چاہئے اور اس میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے، حدیث شریف میں ہے، من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه ، انسان کے اسلام کی خوبی میں سے اس کا بے فائدہ چیزوں کا چھوڑ دینا (مشکوۃ شریف ص ۴۱۳ باب حفظ اللسان والغیبة الخ)

ٹی وی میں میچ دیکھنے سے کون سا دینی فائدہ ہے؟ اس میں قیمتی وقت ضائع کرنے کے سوا اور کیا ہے؟ اس لئے قیمتی وقت کو اس بیکار لغو کام میں استعمال کرنے کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے، اس سے بالکل پرہیز کیا جائے، اور آج کل یہ کرکٹ وباء کی طرح ایک مرض بن گیا ہے، اس پر جوا کھیلا جاتا ہے۔ ہار جیت کی شرط لگائی جاتی ہے، عورتیں اور نوجوان لڑکیاں بے شرمی اور بے ہودگی، بے پردگی کے ساتھ اسے دیکھنے کے لئے آتی ہیں جو بسا اوقات ٹی وی پر بھی نظر آتی ہیں۔ نمازیں قضا ہوتی ہیں، اور بھی بہت ساری اخلاقی خرابیاں ہیں، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس بیکار اور لغو چیز کو بالکل چھوڑ دیں اور عمر کے قیمتی لمحات کو بہت غنیمت سمجھیں، یہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم نے اپنی عمر کہاں اور کن کاموں میں خرچ کی؟ (مشکوۃ) خصوصاً جوانی کے زمانہ کے متعلق سوال ہوگا کہ اپنی جوانی کا زمانہ کہاں خرچ کیا؟ (مشکوۃ)

اگر ہم نے اپنا یہ قیمتی وقت ایسے بیکار کاموں میں اور گناہوں میں، نمازوں کے ضائع کرنے میں خرچ کیا ہوگا تو ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا اور یہ یقینی بات ہے کہ قیامت میں ہر شخص کو حاضر ہونا ہے اور اپنی زندگی کا حساب دینا ہے۔

مومن کے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ اس دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے۔ حدیث میں ہے۔ الدنیا مزرعة الآخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے کھیت میں انسان جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے اس لئے عمر کو غنیمت سمجھا جائے اور حسرت کا موقع آنے سے پہلے پہلے آخرت کی تیاری کی جائے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۹۲

تا ص ۳۰۰ جلد ششم اردو (جدید ترتیب کے مطابق باب التصاویر میں گھر میں ٹیلی ویژن اور ویڈیو رکھنا الخ کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ۔مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب ۱۲ ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ۔

عمارت پر ”ھذا من فضل ربی“ کی تختی لگانا:

(سوال ۳۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ پرانی یا نئی عمارت میں ھذا من فضل ربی کی تختی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ھذا من فضل ربی کی تختی مکان میں اس طرح کہ بے ادبی نہ ہو لگا سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جس بیل میں بٹن دبانے پر ”اللہ اکبر“ کی آواز نکلے گھر یا آفس میں اسے استعمال کرنا:

(سوال ۳۰۳) آج کل بازار میں ایک ”ڈور بیل“ بک رہا ہے اس کی سوئچ دبانے (اون کرنے) سے بیل میں ”اللہ اکبر“ کی آواز نکلتی ہے، جس سے گھر والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ پر کوئی آیا ہے، یا آفس میں اسے لگایا جاتا ہے کسی نوکر یا خادم کو بلانے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے تو یہ بیل استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! صورت مسئولہ میں اس بیل کا استعمال جائز نہیں، اس میں اللہ عزوجل کے مبارک اور بے حد قابل عظمت نام کو کسی کو اپنے آنے کی خبر دینے یا کسی کو بلانے کے لئے استعمال کرنا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں گناہ کا کام ہے، اس کے اس طرح استعمال کرنے میں اللہ تعالیٰ کے پاک اور مبارک نام کی توہین ہے، لہٰذا گھر پر یا آفس میں اسے استعمال نہ کیا جائے، اللہ کا مبارک نام خالص ذکر الٰہی کی نیت اور ارادہ سے لینا چاہئے، اپنی کوئی دنیوی غرض پوری کرنے کے لئے اس مبارک نام کو استعمال کرنا بہت ہی نامناسب اور ایمانی غیرت کے منافی ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے ”یا اللہ“ کہے تو یہ مکروہ ہے، اور جیسے کوئی شخص سبق ختم ہونے کی خبر دینے کے لئے واللہ اعلم کہے تو یہ بھی مکروہ ہے، یا کوئی چوکیدار زور سے ” لا الہ الا اللہ “ پڑھے اور اس سے اس کا مقصد اپنے بیدار ہونے کی خبر دینا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے : وقد کرہ قوله واللہ اعلم و نحوہ لا علام ختم الدرس یقرء . ردالمحتار (شامی) میں ہے (قوله لا علام ختم الدرس) اما اذا لم یکن اعلاما بانتهائه لا یکرہ لانه ذکر وتفویض بخلاف الاول لانه استعمله آلة وللا علام ، ونحوہ اذا قال الداخل یا اللہ مثلا لیعلم الجلاس بمجیئه لیهیئو اله محلا ویو قروہ، واذا قال الحارس لا اله الا اللہ ونحوہ لیعلم باستیقاظه فلم یکن المقصود الذکر اما اذا اجتمع القصد ان یعتبر الغالب کما اعتبر فی نظائرہ ا ھ (درمختار ورد المحتار ص ۳۸۱ ج۵، کتاب الحظر والاباحة قبیل کتاب احیاء الموات) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب. ۸. جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ (۲۲/۱۰/۱۹۹۶ء)

سحر کی وجہ سے برے خیالات آئیں تو :

(سوال ۳۰۴) اگر کسی شخص پر سحر (جادو) کا اثر ہو اور اس کا اثر دل و دماغ پر ہو جس کی وجہ سے ایسے گندے

اور خطرناک خیالات آتے ہیں کہ ان کو زبان پر لانے کی ہمت بھی نہیں ہوتی، تو کیا ان خیالات کی وجہ سے وہ شخص گنہگار ہوگا؟

(الجواب) اگر سحر کے اثر کی وجہ سے یہ چیز ہو رہی ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس پر توجہ نہ دی جائے اور ان خیالات فاسدہ کی وجہ سے وہ شخص گنہگار نہ ہوگا، البتہ سحر کے اثر سے نجات حاصل کرنے کے لئے ماہر مخلص عاملوں سے عمل کرا کر نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں، بہشتی زیور میں بھی ایک عمل لکھا ہے وھو ھذا ۔

برائے دفع سحر:

آیات ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں اور پانی پر پڑھ کر اس کو پلادیں، اگر نہلانا نقصان نہ کرتا ہو تو انہی آیات کو پانی پر پڑھ کر اس سے مریض کو نہلادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم فلما القوا قال موسیٰ ما جئتم به السحر ان الله سيبطله ان الله لا يصلح عمل المفسدين اور قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثت في العقد ومن شر حاسد اذا حسد اور قل اعوذ برب الناس ملك الناس اله الناس من شر الوسواس الخناس الذى يوسوس فى صدور الناس من الجنة والناس. (بهشتى زيور ص ۱۱۸، ص ۱۱۹، نواں حصه) فقط والله اعلم بالصواب.

درزی کے پاس کپڑا بچ گیا اس کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳۰۵) ہمارے یہاں کپڑے سینے کا کاروبار ہے، کئی کاریگر کام کرتے ہیں، ہم دو کانداروں سے کپڑا لاتے ہیں اور کپڑا سی کر اسی کو واپس کرتے ہیں، ان میں سے بہت سے دکاندار غیر مسلم ہیں، وہ اپنے حساب سے کپڑا کاٹ کر دیتا ہے مگر اکثر کپڑا بچ جاتا ہے، جب ہم بچا ہوا کپڑا واپس کرتے ہیں تو وہ شک کرتے ہیں کہ تم ہمارے ملازم سے زیادہ کپڑا لے جاتے ہو تم نے اس کو رشوت دی ہوگی، ہر چند کہ کہتے ہیں مگر وہ نہیں مانتے بدگمانی کرتے ہیں بلکہ ہمارے کاروبار میں رخنہ پیدا ہوتا ہے اب ہم کیا کریں اس کپڑے کو خیرات کردیں یا اس کی قیمت غریبوں کو دے دیں بہر حال اس صورت میں کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر بچا ہوا کپڑا اتنی مقدار میں ہے کہ اس کو واپس کرنے کا عرف ہے تو اس بچے ہوئے کپڑے کا مالک وہی ہے جس کا کپڑا ہے اس کو ہی واپس کرنا چاہئے اگر وہ شک یا بدگمانی کرتا ہے تو اس کی موجودگی میں کپڑا لیا جائے یا اس سے کہا جائے کہ تم اپنے اعتماد کے آدمی کی موجودگی میں ہمیں کپڑا دیا کرو اور اس کے سامنے یہ واضح کرنے کی کوشش کریں کہ اسلام ہمیں امانت داری اور سچ بولنے اور معاملات میں صحیح طریقہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور ہم اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کسی کی مکمل اجازت اور دلی رضامندی کے بغیر اس کا ایک پیسہ لینا بھی حرام سمجھتے ہیں، ہم کاریگر ہیں اور ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس طرح کپڑا کاٹیں کہ زیادہ مقدار میں کپڑا بچے تاکہ آپ کا فائدہ ہو، لہذا بدگمانی کے بجائے آپ کو خوش ہونا چاہئے۔ الغرض کسی طریقہ سے بھی اس کو اپنے اعتماد میں لینے اور اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرو اور اپنے صدق و دیانت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرو کہ ہم آپ کے ملازمین کو رشوت نہیں

دیتے ہیں انشاء اللہ اس کا اچھا ہی نتیجہ نکلے گا، جب مالک موجود ہے تو اس کپڑے کا مالک وہی ہے اس کی اجازت کے بغیر غریبوں کو کیسے دیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کیا ملا، سید ہوسکتا ہے؟:

(سوال ۳۰۶) علمی خاندان کے لوگ ملا سے پہچانے جاتے ہیں اور ملا کہے جاتے ہیں مگر وہ اپنے آپ کو سید کہتے ہیں تو جو ملا ہو وہ سید ہوسکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ملا اور سید میں تضاد نہیں ہے جو ملا کہلاتا ہو وہ سید بھی ہوسکتا ہے اور جو سید ہو وہ ملا بھی ہوسکتا ہے۔ ملا حقیر اور پسماندہ لوگ نہیں ہوتے، بہت پڑھے لکھے عالم فاضل علامہ وغیرہ کو بھی ملا کہا جاتا ہے، بہت سے اہل علم و فضل جو بڑی امتیازی شان رکھتے تھے اس لفظ سے مشہور ہیں جیسے ملا علی قاریؒ، ملا جامیؒ، ملا رومیؒ۔

لغات کشوری میں ہے۔ ملا: ع۔ یہ صیغہ مبالغہ کا ہے بمعنی بہت بھرا ہوا، بسیار پر، مراد اس سے وہ شخص جو علم سے بہت بھرا ہوا اور پر ہو یعنی بہت پڑھا ہو، بڑا عالم، فارسی کے استعمال میں اکثر یہ لفظ بغیر ہمزہ آخر کے آتا ہے (لغات کشوری ص ۴۹۲ فصل میم مع لام)

اشرف اللغات میں ہے: ملاء بضم میم و تشدید لام اور بعد الف کے ہمزہ یعنی بہت پر علم سے، یعنی بہت پڑھا ہوا (اشرف اللغات ص ۲۳۰ باب میم مع لام) فقط واللہ اعلم بالصواب

نومولود کے کان میں عورت کا اذان دینا کافی ہے یا نہیں؟:

(سوال ۳۰۷) بچہ کی ولادت کے بعد ایک عورت نے اس کے ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہی تو یہ کافی ہے یا نہیں؟ یا دوبارہ مرد کو اذان دینا ہوگا؟ ایسا سنا ہے کہ عورت کو اذان دینا مکروہ ہے تو کیا یہ اذان بھی مکروہ ہوگی؟ اس وقت کوئی مرد وہاں نہ تھا اس لئے عورت نے اذان و اقامت کہی "بینوا توجروا۔

(الجواب) نومولود کے کان میں صالح متقی مرد اذان اور اقامت کہے تو بہتر ہے لیکن اگر عورت نے اذان اور اقامت کہہ دی تو وہ بھی کافی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں، ہاں نماز کے لئے جو اذان ہے وہ اذان دینا عورت کے لئے مکروہ ہے کہ اس میں آواز بلند کی جاتی ہے اور یہ بات عورت کے لئے مناسب نہیں۔ ویکرہ اذان ..... امرأة (درمختار ۱/۳۶۴ باب الاذان) اگر نماز کے لئے عورت نے اذان دی تو اس کا اعادہ کیا جائے و کذا یعاد اذان امرأة (درمختار ۱/۳۶۵ ایضاً) اور نومولود کے کان میں اذان و اقامت کہنے کے وقت آواز بلند کرنا نہیں ہے اس لئے عورت کی اذان و اقامت کافی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آب زمزم میں ترکی ہوئی احرام کی چادر کا کیا کیا جائے؟:

(سوال ۳۰۸) بندہ حج کے لئے گیا تھا، اس وقت میں نے احرام کا کپڑا آب زمزم میں تر کیا تھا جو آج بھی میرے پاس موجود ہے اس کا استعمال کس طرح کرنا چاہئے؟ اپنے اور اپنی بیوی کے کفن کے لئے رکھ دوں یا رشتہ داروں کو تبرکاً تھوڑا تھوڑا تقسیم کردوں، یا کسی کفن کمیٹی کو دے دوں جو مناسب سمجھ کر کسی غریب کے کفن کے لئے دے دیں غرض جو

سورت آپ کو مناسب معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو اس سے مطلع فرمائیں، انشاء اللہ اسی پر عمل کروں گا۔

(الجواب) احرام کی چادر جس کا سوال میں ذکر ہے بوسیدہ ہونے سے پہلے پہلے اس کو استعمال کر لینا چاہئے کہ وہ بوسیدہ ہونے کے بعد کفن کے لئے قابل استعمال نہیں رہے گا، آپ مالک ہیں بیچ بھی سکتے ہیں، مالی حالت اچھی ہو تو ہدیۃً اور بخشش کے طور پر دے دینا بہتر ہے، رشتہ داروں اور نیک لوگوں کے کفن کے لئے دینا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کسی مسجد میں عقیدہ بگاڑنے والی کوئی تفسیر ہو تو اس کو وہاں سے ہٹا دینا:

(سوال ۳۰۹) اگر کسی مسجد میں مودودی صاحب کی تفسیر ہو یا احمد رضا خاں صاحب کی تفسیر ہو اور لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں مسجد سے وہ تفسیر چوری سے لے کر اپنے استعمال میں رکھ لینا آیا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو پھر بھی تفسیر چوری سے لے کر اپنے استعمال میں رکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! صورت مسئولہ میں اگر لوگوں کے فتنہ اور بدعقیدگی میں واقع ہونے کا اندیشہ ہو تو مسجد کے متولی سے یا امام صاحب کو حقیقت حال سے آگاہ کر کے ان سے درخواست کریں کہ اسے ایسی جگہ رکھیں کہ عوام اسے نہ دیکھ سکیں، اگر اس پر آمادہ نہ ہوں تو پھر ان سے درخواست کی جائے کہ ہم اس کی جگہ دوسری تفسیر رکھ دیتے ہیں، یہ آپ ہمیں سپرد کر دو۔ اگر اس کی بھی امید نہ ہو اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کی وجہ سے آپس میں اختلاف پیدا ہوگا، مسجد میں نئے نئے فتنے ہوں گے، لوگ بدعقیدگی میں مبتلا ہو جائیں گے تو اس نیت سے کہ لوگ آپس کے فتنے سے محفوظ رہیں اور بدعقیدگی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور صحیح چیز ان کے پاس پہنچے وہ تفسیر اٹھا کر اس کی جگہ صحیح تفسیر مثلاً حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی معارف القرآن یا حضرت تھانویؒ کی بیان القرآن وغیرہ رکھ دیں تو اس کی گنجائش ہے، اور ان دونوں صورتوں میں یہ سمجھا جائے گا کہ یہ تفسیر مسجد والوں کے لئے قابل استعمال نہیں رہی اس لئے اس کی جگہ دوسری صحیح اور قابل استعمال چیز اس کے عوض رکھ دی گئی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اقدس نام رکھنا کیسا ہے :

(سوال ۳۱۰) چند دن گذرے لڑکا پیدا ہوا ہے، جس کا نام اقدس رکھا ہے۔ جیسے لوگ انور، اکرم رکھتے ہیں۔ یہ نام رکھنا کیسا ہے؟ آیا کوئی قباحت ہے؟ اگر کوئی قباحت ہو تو کیا وجہ؟ اگر اقدس نام رکھ سکتے ہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

(الجواب) بچہ کا نام اقدس رکھنا مناسب نہیں ہے اقدس کے معنی بہت پاک ہے۔ اور حق جل شانہ کا ارشاد ہے۔ فلا تزکوا انفسکم۔ (تم اپنے کو مقدس نہ سمجھو) لہٰذا اقدس نام پسندیدہ نہیں ہے۔ حدیث میں رباح (فائدہ) یسار (آسانی) اور افلح (نافع) نام رکھنے کی ممانعت وارد ہے اس لئے بھی یہ نام مناسب نہیں ہے۔ اکرم، انور، تنہا تو مناسب نہیں ہے۔ البتہ محمد اکرم۔ محمد انور رکھ سکتے ہیں۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

(۱) عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسمين غلامك يسار ولا رباح ولا نجيحا ولا افلح الخ مشكوة باب الاسامى ص ۴۰۷

مسلمان غیر مسلم کے ساتھ کھا سکتا ہے یا نہیں :

(سوال ۳۱۱) مسلمان غیر مسلم کے ساتھ کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نصاب الاحتساب باب نمبر ۵ میں ہے کہ اس کی تالیف قلب اور اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے ایک دو مرتبہ (گاہے گاہے) کھانے کا اتفاق ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ غیر مسلموں کے ساتھ کھانا کھایا ہے، پس ہم نے محمول کیا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ فعل اسی حیثیت سے تھا کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہوں لیکن ان کے ساتھ ہمیشہ کھانا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت ﷺ کا ارشاد ہے من الجفاء ان یاکل مع غیر اھل دینہ. یعنی غیر دین والوں کے ساتھ کھانا کھانا ظلم ہے پس ہم نے اس کو ہمیشگی اور مداومت پر محمول کیا اسی طرح ذخیرہ فصل اٹھارویں میں منقول ہے (نصاب الاحتساب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہندو کی شیرینی اور تحفہ لینا کیسا ہے :

(سوال ۳۱۲) ہندو کی کتھا (بیان) وغیرہ کی شیرینی اپنی وعظ وغیرہ کی شیرینی نیاز جیسی ہوتی ہے، وہ مسلمان کھا سکتا ہے؟ ہندو برادر تیرتھ سے آ کر تبرک بھیجے تو وہ مسلمان کھا سکتا ہے؟

(الجواب) ہندو کی کتھا (بیان) وغیرہ کی شیرینی کھانا جائز ہے۔ مگر خلاف احتیاط ہے ہاں اگر شیرینی دیو۔ دیوتا وغیرہ وغیر اللہ کی نذر و نیاز کی قسم کی ہو تو کھانا حلال نہیں ہے ان کے تیرتھ جاترا (جیسے مسلمانوں کے حج کے) تحفے کو تبرک نہ سمجھے تو لینے میں حرج نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

کافر کے ساتھ کھانا کھائے تو کیا حکم...... :

(سوال ۳۱۳) کافر کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) کبھی کبھار کھا سکتے ہیں۔ عادت بنانا مکروہ ہے۔ نفع المفتی والسائل میں ہے۔

الاستفسار: ھل یجوز الاکل مع الکافر؟ الاستبشار: ان کان ذلک مرۃ او مرتین یجوز لان النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اکل مع کافرۃ فحملناہ علی ذلک ولکن یکرہ المداومۃ علیہ کذا فی نصاب الاحتساب فی الباب الرابع ص ۱۱۰)

کتاب الوصیة

مرض الموت میں وارثوں کو مال کی بخشش:

(سوال ۳۱۴) میرے والد صاحب پانچ ماہ ہوئے "ملایا" میں خدا کی رحمت کو پہنچ گئے۔ میں اس وقت "آسٹریلیا" میں تھا۔ میری حقیقی والدہ اور دو بہنیں "انڈیا" میں تھیں، اور فی الحال بھی ہیں۔ میری غیر حقیقی ماں اور ان کے پیٹ کی اولاد میں چار لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں۔ جو والد کے ساتھ رہتے تھے۔ مرض الموت میں والد صاحب نے اپنی خوشی سے یا زبردستی سے میری حقیقی والدہ اور بہنوں کی عدم موجودگی میں اپنی سب جائیداد میری غیر حقیقی ماں اور ان کی اولاد کو بخشش لکھ دی ہے۔ تو یہ بخشش معتبر ہے؟ کیا میری حقیقی والدہ اور بہنیں اس میں حق دار نہیں؟ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں!

(الجواب) آنحضرت ﷺ کا فرمان واجب الاذعان جس پر عمل کرنا لازمی ہے۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک وارث کو اس کا حق دے دیا۔ اور اس کا حصہ مقرر کر دیا۔ لہذا اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ "عن ابی امامة رضی الله عنه، قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی خطبته عام حجة الوداع ان الله قد اعطیٰ کل ذی حق حقه، فلا وصیة لوارث. (مشکوٰة شریف ص ۲۶۵ باب الوصایا)

جس بیماری کے بعد صحت نہ ہوئی ہو وہ مرض الوفات ہے۔ مرض الوفات میں عطیہ اور بخشش وصیت کے حکم میں ہے۔ اور وصیت وارثوں کے حق میں از روئے حدیث جائز نہیں۔

"ہدایہ" میں ہے۔ مرض وفات میں مریض وارث کیلئے ہبہ کرے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے والهبة من المریض للوارث فی هذا نظیر الوصیة. لانها وصیة حکماً (ج ۴ ص ۶۴۱ کتاب الوصایا)

جس بناء پر مرحوم نے اپنی آخری بیماری میں جو جائیداد اپنے کچھ وارثوں کو خوشی یا ناخوشی سے بخشش کر دی ہے۔ شرعاً وہ معتبر نہیں۔ لہذا مرحوم کی پہلی بیوی اور اس کے لڑکے اور لڑکیوں کو مذکورہ ہبہ میں سے حق ملے گا۔ مرض الوفات سے پہلے ہبہ کیا ہو۔ پھر اس پر قبضہ بھی کرا دیا ہو تو وہ ہبہ معتبر ہوتا ہے۔ ہبہ کے صحیح اور معتبر ہونے کے لئے دونوں شرطیں ضروری ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وصیت کے مطابق کتابیں مدرسہ میں دی جائیں یا نہیں:

(سوال ۳۱۵) ایک عالم صاحب کا انتقال ہو گیا ان کی وصیت تھی کہ میری سب کتابیں فلاں دینی مدرسہ میں دے دی جائیں۔ (کتابوں کی قیمت ترکہ کی ثلث حصہ سے کم ہے) تو سوال یہ ہے کہ مذکورہ مدرسہ میں دینا ضروری ہے۔ طلباً اور علماء کو بانٹ دیں تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) کسی بھی مدرسہ میں کتابیں دینے کی دو قسمیں ہیں کہ مدرسہ کے طلباء اور مدرسین کو تقسیم کرنے کے لئے دی جائیں اور دوسری یہ کہ مدرسہ کے وقف کتب خانہ میں داخل کر کے طلبہ اور مدرسین کو پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے لئے دی جائیں۔ صورت مسئولہ میں ظاہر ہے کہ وصیت دوسری قسم کے مطابق ہوگی۔ لہذا ورثاء کو چاہئے کہ مرحوم کی وصیت کے

مطابق کل کتابیں مدرسہ کے وقف کتب خانہ میں داخل کر دیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

میت نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو کیا ورثاء ادا کریں:

(سوال ۳۱۶) مرحوم پر زکوٰۃ واجب الاداء تھی لیکن ادا نہ کر سکا تو اس کے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرحوم کے ترکہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ البتہ اگر اس نے وصیت کی ہو تو قانون وصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے ثلث مال سے ادا کی جائے اگر سب ورثاء رضامند ہوں تو پورے ترکہ سے اور بلا وصیت بھی ادا کی جا سکتی ہے مگر نابالغ ورثاء کی رضامندی معتبر نہیں ہے۔ لہذا اس کے مال سے نہیں دے سکتے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

قریب المرگ کی وصیت:

(سوال ۳۱۷) ایک آدمی قریب المرگ ہے اس کے چار بھائی ہیں۔ ایک نئی بیوی ہے، اولاد یا ماں باپ نہیں ہیں اس کے پاس تقریباً بیس پچیس ہزار روپے ہیں، فی الحال جو عورت ہے اس کی اگلے شوہر سے اولاد ہے جو علیحدہ اپنا بسر اوقات کرتی ہے، اب یہ آدمی ہے اس کو اس کی زوجہ اصرار کرتی ہے کہ اپنی زندگی میں پوری ملکیت میرے نام کر دو، اس عورت کے روزمرہ جھگڑے سے یہ آدمی تیار ہو گیا ہے تو کیا اس طریقہ کا وصیت نامہ معتبر ہوگا؟ کیا بیوی کے کہنے پر عمل کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ حق دار کا حق نہ دینے والے کے لئے کیا وعید ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) زندگی اور حالت صحت میں اپنی جائیداد کسی کو عطیہ دے کر قابض کرا کے مالک مختار بنا دے تو وہ شرعاً اور قانوناً مالک ہو جائے گا اور ہبہ معتبر ہوگا، اگر نیت ورثاء کی حق تلفی کی ہوگی تو سخت گنہگار ہوگا اور کوئی شرعی مجبوری ہو تو خدا معاف کرنے والا ہے۔ جس مرض میں وہ وفات پا جائے اس کو مرض الموت کہتے ہیں اور مرض الموت میں بخشش کرنا معتبر نہیں ہوتا۔ نیز وارث کے لئے وصیت (ویل نامہ) جائز بھی نہیں (لا وصیة للوارث) البتہ غیر وارث کے لئے ثلث مال سے وصیت معتبر ہے، صورت مسئولہ میں بیمار ہو جائے تو اس کی جائیداد میں سے عورت کو چوتھا حصہ اور باقی میں سے ہر ایک بھائی برابر کے حق دار ہیں۔ مثال یہ رہی۔

میت		مسئلہ ۴	۱۶
	زوجہ		بھائی
	۱/۴	۴	۳/۱۲
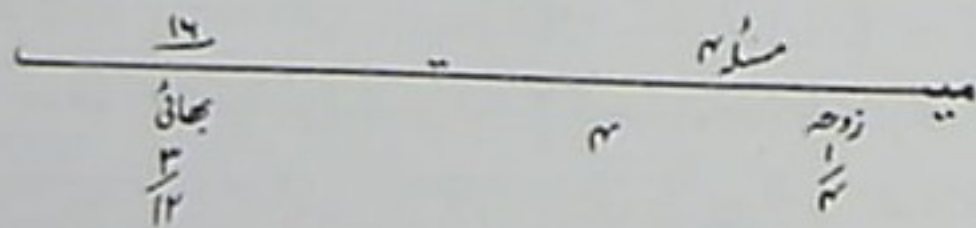
عورت کو چوتھا حصہ اور ہر ایک بھائی کو تین تین حصے ملیں گے۔ فقط

---

(۱) وظاهر کلامهم انه لو کان علیه زکاة لا تسقط عنه بدون وصیة لتعلیلهم لعدم وجو بها بدون وصیة باشتراط النیة فیها لأنها عبادة فلا بد فیها من الفعل حقیقة أو حکما بان یوصی با خراجها فلا یقوم الوارث مقامه فی ذلک لم رأیت فی صوم السراج التصریح بجواز تبرع الوارث باخراجها. شامی باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل ج. ۲ ص ۷۴

اپنے مال میں اعزہ کے لئے وصیت کرنا:

(سوال ۳۱۸) میں غیر شادی شدہ ہوں، والدین غریق رحمت ہوگئے ہیں، میرے صرف دو بھائی ہیں مگر ان میں بھی ایک کا انتقال ہوگیا ہے ان کے دولڑکے حیات ہیں، اور دوسرے بھائی حیات ہیں میرا انتقال ہوجائے تو میرے بھائی اور بھتیجوں کو کتنا ملے گا؟ اگر بھتیجوں کو کچھ نہ ملتا ہو تو ان کے لئے وصیت کرسکتا ہوں؟ کتنے مال کی وصیت کا حق ہے؟ اسی طرح اپنی زندگی میں خیرات کرنا چاہتا ہوں تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں آپ کے انتقال کے وقت اگر آپ کے بھائی اور بھتیجے حیات ہوں تو آپ کے پورے مال کے حق دار آپ کے بھائی ہوں گے بھتیجوں کو وراثۃً کچھ نہیں ملے گا، البتہ آپ ان کے لئے اپنے مال کے تیسرے حصے میں وصیت کرسکتے ہیں، اپنی حیات میں آپ اللہ کو راضی کرنے اور اپنی آخرت بنانے کے لئے خیر خیرات کریں (بشرطیکہ وارثوں کو محروم کرنے یا ان کو کم ملے ایسی نیت نہ ہو) تو آپ کرسکتے ہیں، ایسی صورت اختیار کریں کہ وارث بالکل محروم نہ ہوجائیں، اور اگر آپ کے وارث ہی غریب اور ضرورت مند ہوں تو پھر ان کو آسودہ حال میں چھوڑ جانا اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، حدیث میں ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال مرضت عام الفتح مرضا اشفیت علی الموت فاتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعود نی وفقلت یا رسول اللہ ان لی مالاً کثیراً ولیس یرثنی الا ابنتی افاوصینی بما لی کلہ قال لا قلت فثلثی مالی قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان تذرورثتک اغنیاء خیر من ان تذر ھم عالۃً یتکففون الناس ...... الخ.

یعنی: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کے آثار باقی نہ رہے، حضور اکرم ﷺ عیادت کے لئے میرے پاس تشریف لائے، حضرت سعدؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا میرے پاس بہت مال ہے اور ایک بیٹی کے سوا کوئی وارث نہیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے سب مال کی (اللہ کے راستے میں صرف کرنے کی) وصیت کرجاؤں، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں، تب میں نے کہا دو تہائی مال کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا نصف مال کی؟ فرمایا نہیں! تب میں نے کہا تہائی مال کی؟ تو آپ علیہ السلام والسلام نے فرمایا! خیر، تہائی مال کی وصیت کرسکتے ہو، اور یہ بھی زیادہ ہے تمہارا اپنے وارثوں کو آسودہ چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں...... الخ۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف ص ۲۶۵، کتاب الوصایا) فقط واللہ اعلم بالصواب

مرنے والی نے اپنے ترکہ کے پانچ حصے کرکے والدہ، بیٹا، بیٹی اور بہن کو ایک ایک حصہ دے کر باقی ایک سے حج بدل کی وصیت کی:

(سوال ۳۱۹) ایک عورت کا انتقال ہوگیا، اس کے وارثوں میں اس کی والدہ اس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی، اور ایک بہن ہے، شوہر نے طلاق دے دی تھی، مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا مرحومہ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے لڑکے

سے کہا تھا کہ میرے مال کے پانچ حصے کرنا ایک حصہ تم لینا ایک حصہ میری بیٹی کو اور ایک حصہ میری والدہ کو اور ایک حصہ میری بہن کو اور ایک حصہ میری طرف سے حج بدل کرانا، مذکورہ صورت میں کس طرح عمل کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر مرحومہ کے تمام وارث (بیٹا بیٹی اور والدہ) عاقل و بالغ ہوں اور وہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق عمل کرنے پر راضی ہوں تو وصیت کے مطابق عمل کرسکتے ہیں، حقوق متقدمہ علی الارث تجہیز و تکفین اور مرحومہ پر قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد جو بچے اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کرکے وصیت کے مطابق عمل کرلیا جائے، اور اگر ورثہ وصیت کے مطابق عمل کرنے پر راضی نہ ہوں تو تجہیز و تکفین اور قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد مرحومہ کا جتنا ترکہ بچے اس کے ثلث میں وصیت نافذ ہوگی، ثلث میں سے پہلے مرحومہ کی طرف سے حج بدل کرایا جائے اور اس کے بعد جو بچے وہ مرحومہ کی بہن کو دے دیا جائے، اور بقیہ دو ثلث کے اٹھارہ سہام ہوں گے، اس میں سے مرحومہ کی والدہ کو تین حصے (یعنی چھٹا حصہ) بیٹے کو دس حصے اور بیٹی کو پانچ حصے ملیں گے، بہن کو وراثۃً کچھ نہیں ملے گا، درمختار میں ہے:۔

(وتجوز بالثلث للا جنبی) (عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ) ولا تعتبر اجازتھم حال حیاتہ اصلاً بل بعدو فاتہ (وھم کبار) (درمختار مع رد المحتار ص ۵۷۱ ج۵ کتاب الوصایا)

نیز درمختار میں ہے: (واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت) قوۃ (قدم ما قدم اذاضاق الثلث عنھا.

شامی میں ہے: (قولہ قدم الفرض) کالحج والزکاۃ والکفارات لان الفرض اھم من النفل والظاھر منہ البداءۃ بالاھم زیلعی، (درمختارورد المحتار ص ۵۸۰، ص ۵۸۱ ج۵، کتاب الوصایا.)

فقط واللہ اعلم بالصواب.

صدقۂ جاریہ کی وصیت کی تو کون کون سے کام صدقۂ جاریہ میں داخل ہوں گے:

(سوال ۳۲۰) ایک شخص مرض الموت میں تھا، وفات سے دس بارہ روز قبل اپنی بیوی سے کہا کہ ایک شخص پر میری کچھ رقم باقی ہے اگر میرا انتقال ہوجائے تو وہ تم کو وہ رقم دے گا، اس رقم سے میرے لئے صدقۂ جاریہ کا انتظام کردینا کہ مجھے ثواب ملتا رہے، اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا اور رقم ملتی ہے تو اب کیا حکم ہے؟ صدقۂ جاریہ سے کیا مراد ہے؟ امید ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائیں گے، صدقۂ جاریہ میں کون کون سے کام داخل ہیں؟

(الجواب) مرحوم نے جس رقم کے متعلق وصیت کی ہے اگر وہ رقم مرحوم کے کل ترکہ کے ایک ثلث ($\frac{1}{3}$) کے اندر اندر ہو تو وصیت کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، اور اگر یہ رقم ثلث سے زائد ہو تو کل ترکہ کے ایک ثلث میں وصیت نافذ کی جائے گی، صدقۂ جاریہ یعنی ایسا کام کرنا جو باقی رہے اور لوگ اس سے فیض حاصل کرتے رہیں اور مرحوم کو اس کا ثواب جاری رہے مثلاً مسجد بنوانا، مدرسہ، مسافر خانہ وغیرہ بنوانا دینی کتابیں وقف کرنا، کنواں کھدوا دینا خاص کر جہاں پانی کی ضرورت ہو وہاں پانی کا انتظام کردینا وغیرہ وغیرہ، غرض مرحوم کی اس رقم سے ایسا کام کیا جائے کہ صدقۂ جاریہ کی شکل میں بن جائے کہ میت کو ثواب ملتا رہے، میت ثواب سے بڑا خوش ہوتا ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب.

بینک میں رکھی رقم کا سود زندگی بھر استعمال کرتا رہا اس کی موت کے بعد ورثاء سود کے بدلہ میں اصل رقم صدقہ کریں تو :

(سوال ۳۲۱) ایک شخص نے ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے بینک میں فکس ڈپوزٹ میں رکھے اور اس کا جو سود ملتا تھا وہ اپنے گھر کے اخراجات میں خرچ کرتا رہا، ایک ہفتہ قبل اس شخص کا انتقال ہوگیا، اب اس شخص کی اولاد کا ارادہ یہ ہے کہ ہمارے والد نے جتنی رقم سود کی استعمال کی تھی ترکہ تقسیم کرنے سے قبل اتنی رقم غرباء میں تقسیم کردیں، تو مرحوم کے بچے اس طرح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس طرح کرنے سے مرحوم نے جو سود استعمال کیا اس کا گناہ معاف ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سب ورثاء عاقل اور بالغ ہوں اور سب موجود ہوں اور وہ سب اپنی خوشی سے اتنی سود کی رقم غرباء کو دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں اللہ تعالیٰ سے مرحوم کی مغفرت کی دعا کرتے رہیں اور ایصال ثواب بھی کرتے رہیں اور اللہ سے مغفرت کی امید رکھیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لے پالک وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے حق میں وصیت درست ہے یا نہیں؟ اس کے نام کے ساتھ کس کا نام جوڑا جائے؟:

(سوال ۳۲۲) اگر کوئی شخص کسی بچے کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالے جسے لے پالک کہتے ہیں تو کیا حقیقت میں وہ اس کا لڑکا ہو جاتا ہے؟ اور وہ بچہ اس شخص کا وارث ہوگا یا نہیں، یہ شخص اپنے منہ بولے کو کچھ دینا چاہے یا وصیت کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ اسکول وغیرہ میں بچہ کے نام کے ساتھ کس کا نام لکھا جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی شخص کسی بچے کو لے پالک یعنی منہ بولا بیٹا (متبنیٰ) بنالے تو حقیقت کی اعتبار سے وہ اس شخص کا بیٹا اور وہ شخص اس کا باپ نہیں بن جاتا، اس بچے کا حقیقی باپ وہی ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوا ہے اور اس بچے کا نسب بھی اسی حقیقی باپ سے ثابت ہوگا اور اسی کا وارث بنے گا، جس شخص نے منہ بولا بیٹا بنایا ہے اس کا وارث نہ ہوگا، قرآن مجید میں ہے۔

وما جعل ادعیاء کم ابنآء کم ذلکم قولکم بافواهکم واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل ادعوهم لاباءهم هو اقسط عند اللہ .

ترجمہ:۔ اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ) کا بیٹا نہیں بنادیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے (جو غلط ہے واقع کے مطابق نہیں) اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے (اور جب منہ بولے بیٹے واقع میں تمہارے بیٹے نہیں تو) تم ان کو (متبنیٰ بنانے والوں کا بیٹا مت کہو، بلکہ) ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف منسوب کیا کرو، یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے الخ۔ (قرآن مجید سورۂ احزاب آیت نمبر ۴ پارہ نمبر ۲۱)

---

(۱) وفی الفتاوی الخلاصة ولو اوصی بالثلث فی وجوه الخیر یصرف الی القنطرة او بناء المسجد او طلبة العلم كذا فی التتارخانية .فتاوی عالمگیری . كتاب الوصايا الباب الثانی فی بیان الا لفاظ التی تكون وصية ج ٦ ص ۹۷

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں: کہ اسی طرح منہ بولا بیٹا تمہارا بیٹا نہیں بن جاتا، یعنی دوسرے بیٹوں کے ساتھ نہ وہ میراث میں شریک ہوگا اور نہ حرمت نکاح کے مسائل اس پر عائد ہوں گے کہ بیٹے کی مطلقہ بیوی باپ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے تو متبنیٰ کی بیوی بھی حرام ہو (معارف القرآن ص ۸۴ ج ۷)

اس بچے سے محبت ہو تو بخشش کے طور پر اپنے مال کے تیسرے حصہ میں سے دے سکتا ہے یا وصیت کر سکتا ہے

اسکول وغیرہ میں بچہ کے نام کے ساتھ اس کے حقیقی والد کا نام لکھا جائے ادعوهم لا بائهم هو اقسط عند اللہ . سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

مصلحتاً دوسرے کے نام مکان خریدنے پر مالک کون ہوگا مرحوم نے مکان کے ایک حصہ میں اپنی بیوی اور لڑکیوں کے لئے وصیت کی تو کیا حکم ہوگا؟:

(سوال ۳۲۴) مرحوم ایوب نے اپنی پھوپھی سے مکان خریدنے کا ارادہ کیا پھوپھی مکان بیچنے کے لئے تیار ہوگئی مگر کسی خاص مصلحت سے مکان کا دستاویز مرحوم ایوب کے دو بیٹوں کے نام پر کیا گیا تو وہ مکان کس کا شمار ہوگا؟ مرحوم ایوب کا انتقال ہوگیا ہے اس کے وارثوں میں ایک بیوہ تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں مرحوم نے مذکورہ مکان مع سامان چھوڑا ہے، مرحوم کے اس کے سوا دو مکان اور ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ مرحوم نے اپنی زندگی میں بچوں سے یہ کہا تھا کہ مکان کے نیچے والے حصہ میں تمہاری والدہ جب تک زندہ رہے گی اور اس کے بعد یہ حصہ تین لڑکیوں کو دیا جائے وہ سب شادی شدہ ہیں کبھی ان کو یہاں آنا ہو تو نیچے والے حصہ میں وہ آکر رہیں گی، مرحوم نے جو کہا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر کوئی وارث مرحوم کے کسی چیز کا قبل از تقسیم مالک بننا چاہے تو مالک بن سکتا ہے یا اس میں سب وارثوں کا حق ہونے کی وجہ سے مالک بننا ناجائز ہوگا؟ صاف صاف تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) کسی مصلحت کی وجہ سے دوسرے کے نام مکان، جائیداد خریدی جائے تو محض اس کے نام پر خریدنے کی وجہ سے وہ شخص اس مکان اور جائیداد کا مالک نہ ہوگا، جس کے ساتھ سودا ہوا ہے جس نے رقم ادا کی ہے وہی اس کا مالک ہوگا (امداد الفتاویٰ ص ۱۸، ص ۱۹ ج ۳، کتاب البیوع)

لہٰذا مذکورہ مکان مرحوم ایوب کے ترکہ میں شامل ہوکر ان کے تمام ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا، صرف وہی دو بچے اس مکان کے مالک نہ ہوں گے۔

مرحوم ایوب جن جن چیزوں کے مالک ہوں مثلاً ان کے مکانات، گھر کا سامان برتن کپڑے وغیرہ وغیرہ سب چیزیں مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوں گی اور شرعی قانون کے مطابق تمام ورثہ میں تقسیم ہوں گی، قبل از تقسیم کوئی وارث اپنے طور پر کسی چیز کا مالک بننا چاہے تو بالکل جائز نہ ہوگا، اگر مرحوم ایوب کے سوال میں درج شدہ ہی وارث ہوں تو حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین قرض جائز وصیت) کی ادائیگی کے بعد مرحوم کا ترکہ بہتر (۷۲) سہام پر منقسم ہوگا، اس میں مرحوم کی بیوی کو نو سہام، تین لڑکوں میں سے ہر لڑکے کو چودہ چودہ سہام، اور تین لڑکیوں میں سے ہر لڑکی کو سات سات سہام ملیں گے۔

مرحوم ایوب نے اپنے ایک مکان کے نچلے حصے کے متعلق جو بات کہی ہے، اگر تمام ورثہ عاقل و بالغ ہوں اور وہ سب موجود ہوں اور سب ورثہ اس کے مطابق عمل کرنے پر راضی ہوں تو عمل کر سکتے ہیں، اور اگر ورثہ اسی وقت مرحوم کے پورے ترکہ کی تقسیم کا مطالبہ کرتے ہوں تو پھر تمام ترکہ کی تقسیم ضروری ہوگی اور تقسیم کے بعد ہر وارث کے حصہ میں جو کچھ آئے وہ اس چیز کا مالک ہوگا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سرکاری قانون کی زد سے بچانے کے لئے پورے مال کی وصیت:

(سوال ۳۲۵) ایک شخص سورت کا باشندہ برسوں سے بیرون ملک میں رہائش اختیار کئے ہوئے تھا، وہیں اس کا انتقال ہوا، شخص مذکورہ مرحوم کی بہت ساری جائیداد ہے، مرحوم کی اہلیہ ہے البتہ اور اولاد نہیں، وہاں کا سرکاری قانون یہ ہے کہ اولاد نہ ہو اور ورثاء انڈیا میں ہوں تو ستر فیصد جائیداد پر سرکار قابض ہوجائے گی صرف تیس فیصد ورثاء کو دی جاتی ہے، اس قانون کی زد میں آنے سے بچنے کے لئے مرحوم نے اپنے بھتیجے کے لڑکے کو لے پالک بنایا اور اسے انڈیا سے صغر سنی ہی میں وہاں لے گیا، مقصود یہ تھا کہ اپنے انتقال کے بعد جائیداد مذکورہ قانون کی زد میں آنے سے بچ جائے، مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک وصیت نامہ تحریر کیا تھا کہ میرے اور میری اہلیہ کے انتقال کے بعد میرے گھروں کا مالک میرے لے پالک لڑکا ہے اس کو چاہئے کہ وہ جائیداد اپنے نام کروا کر اس میں سے کچھ رقم خیرات کرے، ٹیکس سے بچنے کی غرض سے وصیت نامہ میں ورثاء کی تصریح نہیں کی گئی ہے تاکہ سرکار جائیداد میں سے ستر فیصد ضبط نہ کرے، فی الحال مرحوم کی اہلیہ کا بھی انتقال ہوگیا ہے، نیز مرحوم کے انتقال کے بعد ان کی اہلیہ نے تمام زیورات ورثاء کی اجازت کے بغیر مسجد میں دے دیئے ہیں تو کیا اس طرح مسجد میں دینا درست ہے۔ اسی طرح لے پالک نے بھی مسجد میں کچھ دیا ہے۔ اسی طرح وصیت نامہ کے بموجب لے پالک لڑکا تمام جائیداد کا وارث ہو کر مالک شمار ہوگا، اور مرحوم کی جائیداد میں ورثاء حق دار ہوں گے یا نہیں؟ اور اگر حق دار ہیں تو کتنے حصے کے؟ جواب دے کر ممنوع فرمادیں۔

(الجواب) جو شخص کسی کو لے پالک بنالے تو واقعۃً وہ اس کا حقیقی لڑکا اور وہ (لے پالک بنانے والا) اس (لے پالک) کا حقیقی باپ نہیں بنتا اس لڑکے کا حقیقی باپ وہی ہے جس سے وہ پیدا ہوا اور اس لے پالک کا نسب اسی حقیقی باپ سے ثابت ہوگا اور اس حقیقی باپ سے ہی وہ لے پالک وارث بنے گا، لے پالک بیٹا لے پالک بنانانے والے کا وارث نہ ہوگا قرآن مجید میں ہے۔

وما جعل ادعیا کم ابناء کم ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ، ادعوھم لاباۤء ھم ھو اقسط عند اللہ .

ترجمہ:۔ اور نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے حقیقی بیٹے یہ تمہاری بات ہے اپنے منہ کی اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات اور وہی (سیدھی راہ) سمجھاتا ہے، پکارو لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے یہی پورا انصاف ہے اس کے یہاں (سورۂ احزاب، آیت ۳/۴، پارہ نمبر ۲۱)

لے پالک کو اگر کچھ دینا چاہے تو اپنے مال کے ایک ثلث (تیسرے حصہ) میں سے بطور وصیت دے سکتا ہے، صورت مسئولہ میں مرحوم نے مصلحتاً جو وصیت نامہ بنایا ہے اس کے پیش نظر شرعی رو سے لے پالک لڑکا مرحوم کی

تمام جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا، البتہ اس وصیت نامہ کی وجہ سے مرحوم کے ترکہ میں سے ثلث مال کا حق دار ہے اس سے زائد کا نہیں، باقی دو ثلث ترکہ کے حق دار مرحوم کے شرعی ورثاء ہیں مرحوم کی کوئی اولاد نہیں ہے، اس لئے ثلث مال لے پالک لڑکے کو دینے کے بعد جو کچھ بچے اس کا ایک ربع (چوتھا حصہ) مرحوم کی اہلیہ کو ملے گا۔

خلاصہ یہ کہ صورت مذکورہ میں کل ترکہ کا ایک ثلث لے پالک کو ملے گا، اس کو دینے کے بعد جو بچے اس کا ربع (چوتھا حصہ) مرحوم کی بیوی کو دیا جائے اس کے بعد جو کچھ بچے وہ مرحوم کے شرعی ورثاء (جو نو بھتیجے ہیں نو حصے کر کے ان) میں تقسیم ہوگا (یعنی ہر بھتیجا کو نو حصوں میں سے ایک ایک حصہ ملے گا)

لے پالک اگر مسجد یا مدرسہ میں کچھ خیرات کرنا چاہے تو وہ اپنے حصہ (ثلث مال) میں سے دے سکتا ہے اور کچھ نہ کچھ دینا بھی چاہئے۔ مرحوم نے وصیت نامہ میں جو یہ تحریر کیا ہے کہ مال خیرات کیا جائے تو اگر ثلث مال سے زیادہ خیرات کرنا ہو تو ورثاء کی اجازت و رضامندی پر موقوف ہے۔ اگر ورثاء اجازت نہ دیں تو وہ اپنا حصہ مسجد کمیٹی سے واپس لے سکتے ہیں، ایسے حالات میں شرعی ورثاء کی منشاء اور اجازت کے بغیر ایسے مال کا استعمال مسجد اور مدرسہ کے کاموں میں جائز بھی نہیں، اسی طرح مرحوم کی بیوی نے جو زیورات مسجد میں دیئے ہیں وہ زیورات مرحومہ کی ذاتی ملکیت کے ہوں یا اس کو ملنے والے شرعی حصہ (ایک ربع) میں سے ہو، تب تو یہ دینا درست ہے اور اگر اس کے شرعی حصہ سے زائد ہوں تو زائد میں اس کا تصرف جائز نہیں لہذا مسجد کے کاموں میں ان زیورات کا استعمال بھی جائز نہیں، ورثا اس صورت میں بھی اپنا حق واپس لے سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مسلم کے لئے وصیت کی ہو تو وہ معتبر ہے یا نہیں :

(سوال ۳۲۶) ایک شخص کی بیوی نو مسلم ہے اس شخص نے اپنی زندگی میں اپنی بیوی کے دور کے ایک غیر مسلم رشتہ دار شخص کے لئے وصیت کی ہے تو اس وصیت کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کا انتقال ہوگیا ہے کیا اس وصیت پر عمل کرنا ضروری ہوگا؟ غیر مسلم کے لئے وصیت صحیح ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ باحوالہ جواب عنایت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) غیر مسلم کے لئے وصیت ہوسکتی ہے، بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: واما کونہ مسلماً فلیس بشرط حتی لو کان ذمیاً فاوصیٰ لہ مسلم او ذمی جاز (بدائع الصنائع ص ۳۱۴ ج ۷ کتاب الوصایا)

ہدایہ اخیرین میں ہے: ویجوز ان یوصی المسلم للکافر و الکافر للمسلم فالا ول لقولہ تعالیٰ لا ینھا کم اللہ عن الذین لم یقا تلو کم فی الدین . الایۃ (ھدایہ اخیرین ص ۶۴۱ کتاب الوصایا)

لہذا صورت مسئولہ میں مرحوم نے جو وصیت کی ہے وہ معتبر ہے، مرحوم کے ثلث مال (۱/۳) میں نافذ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

تقسیم میراث سے پہلے جو منافع ہوئے اس کا حکم:

(سوال ۳۲۷) محمد کے انتقال کے بعد چار سال تک میراث کی تقسیم نہیں ہوئی، اس عرصہ میں بہت نفع ہوا ہے، تو کیا

یہ نفع بھی میراث میں شمار ہوگا؟ جواب اثبات میں ہو تو میراث کی تقسیم کیسے ہوگی۔؟

(الجواب) جو کچھ نفع کی شکل میں زیادتی ہوئی اسے اصل ترکہ ہی (کا ایک جز) سمجھا جاوے اور اس نفع کو ترکہ میں شامل کرکے میراث تقسیم کی جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، راندیر ۲۰ شوال ۱۴۱۴ھ۔

زید کے انتقال کے بعد ایک آدمی کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ زید کا بیٹا ہے لیکن وہ خود اس کا مدعی نہیں ہے :

(سوال ۳۲۸) مرحوم زید نے اپنی حیات میں ایک لڑکے کو متبنیٰ بنایا تھا، زید کا انتقال ہوگیا ہے، ورثاء میں ایک بیوی اور نو بھتیجے ہیں ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ مرحوم زید کا ایک لڑکا ہے، مرحوم نے کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ اس لڑکے نے زید کے انتقال کے بعد مرحوم کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ میراث طلب کی البتہ لوگوں کی زبان پر یہ باتیں ہیں، مگر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ لڑکا اسی شہر میں رہتا ہے جہاں زید رہتا تھا، کبھی آج تک نہ زید نے کچھ کہا اور نہ اس لڑکے نے زید کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا تو مذکورہ صورت میں کیا حکم ہے؟ کیا اسے بیٹا مانا جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! جس شخص کے متعلق یہ کہا جارہا ہے کہ یہ مرحوم کا بیٹا ہے اگر اس کی طرف سے کسی طرح کا کوئی دعویٰ اور مطالبہ نہیں ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے تو لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، البتہ اگر وہ دعویٰ کرے کہ میں مرحوم زید کا وارث ہوں اور میں ان کا بیٹا ہوں اور تنہا ایک ہی بیٹا ہوں اور دیگر ورثاء اس کا انکار کریں تو اسے اپنا دعویٰ شرعی شہادت سے ثابت کرنا ہوگا، دو عادل، دیندار، شریعت کے پابند مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر شہادت دیں کہ یہ شخص (اس کا نام بیان کریں) مرحوم زید کا صحیح اور نسبی بیٹا ہے (ولد الزنا نہیں) ہم اس کے بیٹا ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور صرف یہی ایک بیٹا ہے اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ مرحوم زید کا وارث ہے اور شرعی قاضی یا شرعی پنچایت (محکمہ شرعیہ، شرعی کمیٹی) گواہوں کی شہادت قبول کرکے اس شخص کے مرحوم زید کا بیٹا اور وارث ہونے کا فیصلہ کریں تو ایسی صورت میں وہ مرحوم زید کا بیٹا ہوگا اور مرحوم کے ترکہ کے ثلث میں وصیت نافذ کرنے کے بعد مرحوم کے بقیہ ترکہ میں سے آٹھواں حصہ مرحوم کی اہلیہ کو اور بقیہ ترکہ عصبہ کے طور پر مرحوم کے اس بیٹے کو ملے گا، اور اس صورت میں مرحوم کے بھتیجے محروم ہوں گے اور اگر وہ شخص شرعی شہادت سے اپنا بیٹا ہونا ثابت نہ کرسکے تو صحیح قول کے مطابق بقیہ ورثاء سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی وہ قسم کھا کر بیان کریں کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ مرحوم زید کا بیٹا ہے تو اس کے بعد اس کا دعویٰ قابل قبول نہ ہوگا اور وہ مرحوم کا وارث نہ ہوگا، اور اس صورت میں وصیت نافذ کرنے کے بعد مرحوم کے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$) مرحوم کی اہلیہ کو ملے گا اور اس کے بعد جو ترکہ بچے وہ مرحوم کے نو بھتیجے میں مساوی طور پر تقسیم ہوگا۔

درمختار میں ہے: ولو ادعیٰ ارثا عن ابیہ فلو اقربہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاءً علی الاب حتی لو جاء حیا یا خذہ من الدافع علی الا بن ولو انکر قیل للا بن برھن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات ثم یکلف الا بن بالبینۃ بذلک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین (درمختار ۴/۶۱۶، کتاب

الدعویٰ، باب دعویٰ النسب) (غایۃ الاوطار ۳/ ۲۹۸)

فتح القدیر میں ہے:- والثانی ان یشھدوا انہ ابنہ ووارثہ ولا نعلم لہ وارثا غیرہ فان القاضی یقضی بجمیع الترکۃ بلا تلزم (فتح القدیر ۶/ ۴۳۰ وعنایۃ مع فتح القدیر ۶/ ۴۳۰، فصل فی القضاء فی المواریث، کتاب ادب القاضی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصلواب.

مرنے والے کا اپنی آنکھ دوسرے کو دینے کی وصیت کرنا:

(سوال ۳۲۹) ایک شخص انتقال سے پہلے وصیت کرے کہ انتقال کے بعد میری آنکھیں "آنکھوں کی بینک" میں محفوظ کرادی جائیں اور پھر کسی ضرورت مند شخص کو دے دی جائے، یا فلاں شخص کی آنکھ میں میری آنکھ لگادی جائے، تو کیا یہ وصیت جائز ہے اور اس پر عمل ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں ہے کہ اس میں جو چاہے آزادانہ تصرف کرسکے، دلائل کے لئے ملاحظہ ہو فتویٰ رحیمیہ ص ۲۸۶ ص ۲۸۷ ج ۶ (جدید ترتیب کے مطابق کتاب الحظر والاباحت میں، کسی دوسرے شخص کا گردہ استعمال کرنا، کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ۱۶۹ مرتب) نیز ہدایہ اخیرین میں ہے۔ لانہ لا ولایۃ لھما علی دمھما ولھذا لا یملکان الا باحۃ فلا یستبیح بر ضا ھما یعنی۔ کسی شخص کو اپنے خون (ہکذا اپنے بدن یا کسی عضو) پر ولایت نہیں ہے اس لئے کوئی شخص اس بات کا مالک نہیں ہے کہ اپنا خون (اسی طرح اپنا بدن یا کوئی عضو) کسی کے لئے مباح کردے، اگر کسی نے اپنی مرضی سے مباح بھی کردیا ہو تب بھی وہ خون (ھکذا عضو) مباح الاستعمال نہ ہوگا۔ (ھدایہ اخرین ص ۱۲۹ باب التحکیم. تحت قولہ ولا یجوز التحکیم فی الحدود والقصاص)

لہذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص جو وصیت کررہا ہے یہ وصیت فیما لا یملک یعنی ایسی چیز کی متعلق ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے اس لئے وصیت معتبر نہ ہوگی اور اسی طرح جس کے لئے (ادارہ ہو یا کوئی فرد) وصیت کی ہے اسے اس آنکھ کے مطالبہ کا حق حاصل نہ ہوگا، نیز اس میں اعضاء انسانی کی اہانت بھی ہے حالانکہ انسان واجب التکریم ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب المیراث

ماں کی ملک میں لڑکی کا حق ہے یا نہیں :

(سوال ۳۳۰) مرحوم زید نے اپنی زندگی میں اپنی لڑکی زبیدہ کو اپنی جائیداد بخش دی ہے۔ زبیدہ کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ خاوند کا انتقال ہوگیا ہے۔ زبیدہ بی بی کو اس کے خاوند کی بہن نے طمع دلائی ہے کہ تیری شادی کروادیں اگر تو اپنی جائیداد جو والد کی طرف سے ملی ہے اس لڑکے کو لکھ دے (یعنی دے دے) زبیدہ ایسا کرنے کو تیار ہے اور لڑکی کو اپنی میراث سے محروم کرنا چاہتی ہے تو اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ کیا والد کی جائیداد میں لڑکی کا حق نہیں ہے؟

(الجواب) بے شک لڑکی بھی والدہ کی وارث ہے۔ والدہ کے انتقال کے بعد اس کی جائیداد کی حق دار ہے۔ ماں لڑکی کو محروم کرنا چاہے اور وصیت کرے کہ میرے انتقال کے بعد میری سب جائیداد میرے لڑکے کو دی جائے۔ لڑکی کو کچھ نہیں دیا جائے یا اس کے حق سے کم دینے کی تحریر کردے پھر بھی لڑکی محروم نہ ہوگی اور اپنا پورا حق لینے کی حقدار رہے گی مگر یہ حکم وفات پاجانے کے بعد تقسیم ترکہ سے متعلق ہے باقی زندگی اور تندرستی کی حالت میں ماں اپنی پوری جائیداد لڑکے کو دے سکتی ہے اگر چہ بلاوجہ شرعی ایسا کرنا (اور لڑکی کو محروم کرنا) بے انصافی ہے اور مروت نیز ماں کی مامتا کے خلاف ہے لہٰذا موجب گناہ ہے (شامی ج۴ ص ۷۰۷)

حدیث شریف میں ہے! عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ یوم القیمة (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۶۶ باب الوصایا)

یعنی! جو آدمی ناحق اپنے وارث کو وراثت سے محروم کردے تو خدا پاک اس کا حق جنت سے باطل کردیں گے (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۶۶) (درمختار مع الشامی ج ۴ ص ۷۰۷ کتاب الھبة)

لہٰذا زندگی میں دینا ہو تو دونوں کو دے اور مساوی حصہ دے۔ لڑکے کو دوگنا اور لڑکی کو ایک حصہ دینے کا حکم بھی ترکہ سے متعلق ہے۔ زندگی میں جو اولاد کو دیا جاتا ہے وہ "عطیہ" ہے اور عطیہ میں سب اولاد چاہے لڑکا ہو یا لڑکی برابر کے حق دار ہیں۔

البتہ لڑکے کو تعلیم وغیرہ شرعی مصلحت کے پیش نظر زیادہ دے اور لڑکی کو کم دینے میں اس کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو تو جائز ہے۔ " انما الاعمال بالنیات" (حدیث) اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تین بہنیں، تین بھتیجے اور بھتیجی چچازاد بھائی بہنیں وارث ہیں :

(سوال ۳۳۱) ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ ان کی اولاد نہیں ہے عورت بھی نہیں ہے۔ ان کے قریبی رشتہ داروں میں تین بہنیں اور دو فوت شدہ بہن کی اولاد تین بھتیجے ایک بھتیجی، بھائی بہنیں اور چچازاد بھائی، بہن ہیں۔ اب ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔ ترکہ میں کچھ نقد ہے اور گھر ہے کل رقم تقریباً پندرہ ہزار ہوتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حقوق متقدمہ علی الارث (ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کے حقوق) ادا کرنے کے بعد بقیہ رقم و جائیداد کے نو حصے ہوں گے۔ دو ۲ دو ۲ حصے تین بہنوں کو اور ایک ایک حصہ تینوں بھتیجوں کو ملے گا۔ مرحومہ کے بہنوں کی اولاد اور بھتیجی

اور چچازاد بھائی بہن محروم ہیں۔ واللہ اعلم۔

بہن کو حق نہ دیا جائے تو کیا حکم ہے

(سوال ۳۳۲) ترکہ تقسیم کرنے کے بارے میں بھائی کی نیت خراب ہے۔ یعنی باپ کے ترکہ میں سے بہنوں کا حق دینے کے لئے بھائی راضی نہیں ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) میراث کی تقسیم کے بارے میں شرعی حکم نہ ماننا اور لڑکیوں کو ان کے حق سے محروم کرنا اور ان کو ان کا حق نہ دینا بہت سخت گناہ کا کام ہے بلکہ حد کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ خدائے پاک نے اپنے کلام پاک میں وراثت کے قانون و قواعد بیان کرنے کے بعد صریح الفاظ میں فرمایا۔ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالداً فیھا ولہ عذاب مھین۔ یعنی اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقررہ حدود سے تجاوز کرے گا تو اس کو جہنم میں ڈال دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے (سورہ نساء) لہٰذا صورت مسئولہ میں بہنوں کو ان کا حق دینا ضروری ہے۔ انکار کرنا رسم کفار کی اتباع ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں میں دو عورتیں، ایک لڑکا دو لڑکیاں، اور ایک بہن ہیں :

(سوال ۳۳۳) مرحوم زید کی دو عورتیں اور ایک لڑکا دو لڑکیاں اور ایک بہن ہیں۔ تو زید کی جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد مرحوم کے ترکہ کے کل بتیس (۳۲) حصے ہوں گے۔ ان میں سے دو ۲ دو ۲ حصے دونوں عورتوں کو اور چودہ (۱۴) حصے لڑکے کو اور سات سات (۷) حصے دونوں لڑکیوں کو ملیں گے۔ بہن محروم ہے۔

المیت

زوجہ	زوجہ	ابن	بنت	بنت	اخت
۲	۲	۱۴	۷	۷	م

(۱/۸) ۴/۲ — (۷/۲۸)

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۳۳۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سید ابراہیم صاحب کی وفات ہوگئی۔ ورثاء میں لڑکا سید عبدالکریم صاحب دوسرا لڑکا سید حسام الدین صاحب اور لڑکی عائشہ بی بی صاحبہ۔ دوسری لڑکی آمنہ بی بی صاحبہ کو چھوڑا۔ اس کے بعد سید حسام الدین صاحب انتقال کر گئے۔ ورثاء میں زوجہ نور بی بی لڑکا سید سراج الدین دوسرا لڑکا سید نظام الدین تیسرا لڑکا سید عبدالحق اور لڑکی بی بی کو چھوڑا۔ بعدہٗ آمنہ بی بی صاحبہ نے وفات پائی۔ ورثاء میں بھائی سید عبدالکریم صاحب اور بہن عائشہ بی بی کو چھوڑا۔ پھر عائشہ بی بی صاحبہ بھی رحلت کر گئیں۔ ورثاء میں صرف بھائی عبدالکریم صاحب ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سید ابراہیم صاحب کی جائیداد کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔

بینوا توجروا۔

(الجواب)

مسئلہ ۶۲ — سید ابراہیم صاحب

ابن	ابن	بنت	بنت
سید عبدالکریم صاحب	سید حسام الدین صاحب	عائشہ بی بی صاحبہ	آمنہ بی بی صاحبہ
۲	۲	۱	۱

سید حسام الدین صاحب مافی الید ۲ — تداخل

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت
نور بی بی صاحبہ	سید سراج الدین	سید نظام الدین	سید عبدالحق	بی بی
۱	۲	۲	۲	۱

مسئلہ ۴ — تباین — آمنہ بی بی صاحبہ مافی الید ۱۲

اخ	اخت
سید عبدالکریم صاحب	عائشہ بی بی
۲	۱

مسئلہ کل — عائشہ بی بی مافی الید ۱۶

اخ
سید عبدالکریم صاحب
۱۶

الاحیاء

سید عبدالکریم	نور بی بی	سید سراج الدین	سید نظام الدین	سید عبدالحق	بی بی
۴۸	۳	۶	۶	۶	۳

هوالموفق للصواب

بعد تقدیم ماتقدم علی الارث ورفع موانع متروکہ سید ابراہیم کا بہتر سہام پر منقسم ہوگا۔ منجملہ اس کے سید عبدالکریم صاحب کو اڑتالیس اور نور بی بی صاحبہ کو تین اور سید سراج الدین کو چھ اور سید نظام الدین کو چھ اور سید عبدالحق کو چھ اور بی بی کو تین سہام ملیں گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ سید عبدالرحیم لاجپوری امام بڑی مسجد جامع۔ راندیر ۲۳ ربیع الاول ۶۳ھ مطابق ۱۹ مارچ ۴۴ء یکشنبہ۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ مرغوب احمد غفرلہ۔

زوج اور زوجہ کی میراث:

(سوال ۳۳۵) شوہر کے مال سے بیوی کو اور بیوی کے مال سے شوہر کو کتنا ملتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر کی کوئی اولاد یعنی بیٹا یا بیٹی۔ پوتا یا پوتی۔ پڑپوتا یا پڑپوتی۔ سکڑ پوتا یا سکڑ پوتی وغیرہ میں کوئی موجود ہو (اولاد اس بیوی سے ہو خواہ دوسری بیوی سے) تو بعد تقدیم مصارف تکفین وادائے قرض وانفاذ وصیت" جو مال بچے اس کا ثمن (آٹھواں حصہ) بیوی کو ملے گا، ایک سے زائد عورتیں ہوں تب بھی ثمن ہی ملے گا باہم برابر تقسیم کرلیں۔

مثال ایک زوجہ مسئلہ ۸ زید — زوجہ ۱، ابن ۷

مثال ۲ زوجہ مسئلہ ۱۶ زید — زوجہ ۱، زوجہ ۱، بنت ۸، اخ ۶

مثال ۳ زوجہ مسئلہ ۲۴ زید — زوجہ ۱، زوجہ ۱، زوجہ ۱، ابن الابن ۲۱

مثال ۴ زوجہ مسئلہ ۳۲ زید — زوجہ ۱، زوجہ ۱، زوجہ ۱، زوجہ ۱، بنت الابن ۱۶، اخ ۱۲

اگر اولاد میں کوئی نہ ہو تو بیوی کو ربع (چوتھا حصہ) ملے گا ایک سے زیادہ عورتیں ہوں تب بھی ربع ہی ملے گا باہم مساوی تقسیم کرلیں۔

مثال ۱ زوجہ مسئلہ ۴ زید — زوجہ ۱، اخ ۳

مثال ۲ زوجہ مسئلہ ۸ زید — زوجہ ۱، زوجہ ۱، اخ ۶

مثال ۳ زوجہ مسئلہ ۱۲ زید — زوجہ ۱، زوجہ ۱، زوجہ ۱، اخ ۹

مثال ۴ زوجہ مسئلہ ۱۶ زید — زوجہ ۱، زوجہ ۱، زوجہ ۱، زوجہ ۱، اخ ۱۲

قال اللہ تعالیٰ: ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم الخ . یعنی اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری عورتوں کو تمہارے ترکہ میں سے ربع ملے گا اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کو ثمن (آٹھواں حصہ ملے گا۔ (سورۂ نساء) اسی طرح زوجہ کی اولاد میں بیٹا یا بیٹی، پوتا یا پوتی، پڑپوتا یا پڑپوتی وغیرہ ہو (اس شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے) تو حقوق مقدمہ کے بعد جو مال بچے اس کا ربع (چوتھا حصہ) خاوند کو ملے گا۔ مثال۔

مسئلہ ۴ مرحومہ — زوج ۱، ابن ۲، بنت ۱

اگر اولاد میں کوئی نہ ہو تو خاوند کو نصف ملے گا۔

مسئلہ ۲ — زوج ۱، اخ ۱

قال اللہ تعالیٰ: ولكم نصف ماترک ازواجکم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع . الخ . یعنی اگر تمہاری عورتوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تم کو نصف ملے گا اور اگر اولاد ہو تو تم کو ربع ملے گا۔ (سورۂ نساء)

اولاد مدت مدیدہ کے بعد باپ کے ترکہ کی حقدار ہوتی ہے یا نہیں؟:

(سوال ۳۳۶) انڈیا (بھارت) میں ایک شخص کے انتقال کو پچاس سال ہوگئے اس کی زمین وجائیداد ورثاء کے پاس ہے۔ وارثوں میں ایک لڑکا بیرون ملک ہے اب وہ اپنا حصہ طلب کرتا ہے تو آیا وہ حق دار ہے یا نہیں؟ پچاس سال کے بعد اس کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب یہ لڑکا اپنے باپ کا بیٹا ہے تو یہ اس کا وارث ہے۔ اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔ مدت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کا حق باطل نہیں ہوا۔ [1] فقط واللہ اعلم بالصواب .

(۱) ولما في الحامدية عن فتاوىٰ احمد آفندى المهندارى مفتى دمشق أنه كتب على ثلاثة مسئلة أنه تسمع دعوى الارث ولا يمنعها طول المدة . شامى كتاب الدعوىٰ مطلب هل يبقى النهى بعد موت السلطان ج ۵ ص ۴۲۰

زندگی میں مال کی تقسیم:

(سوال ۳۳۷) میری اہلیہ کی طبیعت ناساز رہا کرتی ہے اس لئے اپنے مال ومتاع زندگی ہی میں اولاد پر تقسیم کرنے کا اس کا ارادہ ہوگیا ہے اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں اور میری دوسری بیوی کے چار بچے ہیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں تو شرع محمدی کے مطابق تقسیم کیسے ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ کی عورت زندگی میں اپنا مال ومتاع وارثوں کو تقسیم کرنا چاہے تو مال کے چار حصے کرکے ایک شوہر کو اور ایک حصہ لڑکے کو اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو دے دے زندگی میں اولاد پر مال کی تقسیم میراث نہیں ہے عطیہ ہے اور عطیہ میں لڑکا لڑکی برابر کے حق دار ہوتے ہیں۔ لڑکے کو دوگنا ملنے کا قانون میراث کا ہے جو بعد الموت جاری ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (سورۂ نساء)

اب رہے وہ تمام چار بچے جو دوسری بیوی سے ہیں وہ اس عورت کے وارث نہیں ہوسکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چچازاد بھائی کے لڑکے اور بھتیجی کی اولاد میں ترکہ کا حق دار کون :

(سوال ۳۳۸) ایک آدمی مرگیا۔ اس کی بیوی اور اولاد نہیں، بھتیجا، بھتیجی بھی نہیں، بھتیجی کی اولاد میں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے چچازاد بھائی بھی نہیں۔ چچازاد بھائی کے سات لڑکے ہیں۔ تو شرعاً مرحوم کے وارث کون ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں چچازاد بھائی کے لڑکے وارث ہیں بھتیجی کی اولاد وارث نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

قبر کی زمین کی قیمت کس مال سے دی جائے:

(سوال ۳۳۹) میت کے بعد ورثاء عام قبرستان میں دفنانا چاہتے ہیں اور بعض ورثاء قبر کے لئے زمین خرید کر اس میں دفنانا چاہتے ہیں آیا زمین کی قیمت میت کے مال سے دی جائے یا ورثاء ادا کریں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ خرچ تجہیز اور تکفین میں شامل ہے لہذا میت کے مال سے ادا کرسکتے ہیں مفید الوارثین میں ہے:۔ وارثوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ میت کو کسی عام قبرستان اور گور غریباں میں دفن کریں بلکہ اگر چاہیں تو بمقدار قبر زمین خرید کر اس میں دفن کریں، کوئی وارث ہو یا قرض خواہ اس سے مانع نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے عام قبرستان میں دفن کریں تو جائز ہے (ص ۳۵) لیکن اگر میت عورت ہو اور اس کا شوہر بھی ہو تو تجہیز وتکفین کے خرچ کا ذمہ دار وہ ہے لہذا عورت کے ترکہ میں سے خرچ نہیں لیا جاسکتا شوہر حسب مرضی وحیثیت تجہیز وتکفین کا کام انجام دے۔ اگر شوہر نہ ہو یا انکار کرے تو عورت کے ترکہ میں سے تجہیز وتکفین کا خرچ لیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں دو بیویاں ہوں تو کس طرح تقسیم کرے :

(سوال ۳۴۰) ایک آدمی مرگیا ہے۔ اس کے ورثاء میں دو بیویوں کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے تو روپے میں سے دونوں کو چار آنے ملیں گے تو باقی بارہ آنے کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بقیہ بارہ آنے بھی دونوں بیویوں کو دے دیئے جائیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وصیت نامہ میں نکاح نہ کرنے کی شروط پر میراث دینا:

(سوال ۳۴۱) ایک شخص نے اپنی زندگی میں وصیت نامہ میں تحریر کیا کہ میری وفات کے بعد عورت شادی نہ کرے تو میرے مال میں سے میراث دی جائے اور اگر نکاح کرے تو نہ دی جائے۔ وہ رقم مسجد میں دی جائے تو یہ جائز ہے؟

(الجواب) خاوند کی روح قبض ہوتے ہی عورت اس کے ترکہ میں اپنے شرعی حصہ کی حقدار ہوجاتی ہے۔ عورت نکاح کرے یا نہ کرے ہر حال میں وہ حق دار ہے وصیت نامہ کی مذکورہ تحریر عورت کے حق کو باطل نہیں کرسکتی۔ لہذا عورت کے حصہ کی رقم مسجد وغیرہ میں دینے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں لڑکا، لڑکی ہے:

(سوال ۳۴۲) مرحوم احمد بھائی کے ورثاء میں ایک لڑکا اسمٰعیل اور لڑکی عائشہ ہے۔ تو ہر ایک کو کتنا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۳ — مرحوم احمد

ابن اسماعیل	بنت عائشہ
۲	۱

حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین، قرض، وصیت ثلث مال سے) ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کے تین حصے ہوں گے۔ دو حصے لڑکے اسمٰعیل کو اور ایک حصہ لڑکی عائشہ کو ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں بیوی، ماں، بہن اور تین لڑکیاں:

(سوال ۳۴۳) مرحوم کے ورثاء میں تین لڑکیاں، بیوی، والدہ اور بہن ہیں تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۲۴ ۷۲ — مرحوم

زوجہ	ام	بنت	بنت	بنت	اخت
۳/۹	۴/۱۲	۱۲	۱۶	۱۶	۱/۳

صورت مسئولہ میں مرحوم کے مال کے ۷۲ سہام ہوں گے ان میں سے ۹ سہام (آٹھواں حصہ) زوجہ کو ۱۲ سہام (چھٹا حصہ) ماں کو اور سولہ سولہ سہام (دو ثلث) تین لڑکیوں کو اور باقی ۳ سہام بہن کو ملیں گے۔ کذا فی کتب الفرائض۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیوی، لڑکی، بھائی، بہن، بھتیجا، بھانجا وارث ہیں :

(سوال ۳۴۴) مرحوم وفات پاگئے۔ ورثاء میں ایک بھائی، ایک بہن، ایک لڑکی، ایک بیوی اور ایک بھتیجا، بھانجا

ہیں تو ہرایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۸ — مرحوم

زوجہ	بنت	اخ	اخت	ابن الاخ	ابن الاخت
۱	۴	۲	۱	م	م

مرحوم کے مال کے آٹھ حصے ہوں گے زوجہ کو ایک حصہ، لڑکی کو چار حصے بھائی کو دو حصے، بہن کو ایک حصہ ملے گا، بھتیجے، اور بھانجے کو کچھ نہیں ملے گا محروم ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دولڑکے، دولڑکیاں اور ایک عورت:

(سوال ۳۴۵) ایک شخص کا انتقال ہوا۔ وارثوں میں ایک عورت اور دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔ تو مرحوم کے مال کی تقسیم کس طرح کی جائے۔

(الجواب)

مسئلہ ۴۸ — مرحوم

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت
۶	۱۴	۱۴	۷	۷

حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد مرحوم کے مال کے اڑتالیس حصے ہوں گے۔ عورت کو چھ حصے۔ ہرایک لڑکے کو چودہ چودہ حصے اور ہرایک لڑکی کو سات سات حصے ملیں گے۔

فقط دولڑکے اور دولڑکیاں:

(سوال ۳۴۶) ایک عورت مرگئی۔ ورثاء میں صرف دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔ میراث کی تقسیم کیسے کی جائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب)

مسئلہ ۶ — ہندہ

ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱

مال کے چھ حصے ہوں گے، دو، دو حصے دونوں لڑکوں کو ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک بھائی، دو بہنیں:

(سوال ۳۴۷) ایک آدمی کی وفات ہوگئی۔ ورثاء میں ایک بھائی ہے اور دو بہنیں ہیں۔ ترکہ کی تقسیم کا طریقہ بتلایا جائے۔

(الجواب)

مسئلہ ۴ — مرحوم

اخ	اخت	اخت
۲	۱	۱

ترکہ کے چار حصے ہوں گے دو حصے بھائی کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تین لڑکی، ایک بیوی، ایک بھائی:

(سوال ۳۴۸) زید کی وفات ہوگئی، ورثاء میں ایک بیوی، تین لڑکیاں اور ایک بھائی ہے۔ ہرایک وارث کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۲۴ ت ۷۲ — زید

زوجہ	بنت	بنت	بنت	اخ
۳/۹	۱۶	۱۶	۱۶	۵/۱۵

حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد جو مال رہے اس کے ۷۲ حصے ہوں گے ۹ حصے زوجہ کو۔ ۱۶۔ ۱۶ حصے تین لڑکیوں کو اور ۱۵ حصے بھائی کو ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تین عورت، تین لڑکی ایک بھائی، ایک بہن:

(سوال ۳۴۹) ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ ورثاء میں تین عورتیں، تین لڑکیاں اور ایک بھائی بہن ہیں، ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے

(الجواب)

مسئلہ ۲۴ ت ۷۲ — مرحوم

زوجات ۳	بنات ۳	اخ	اخت
۳/۹	۱۶/۴۸	۱۰	۵

حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد مرحوم کی جائیداد کے ۷۲ حصے کئے جائیں۔ عورتوں کو ۳۔۳ حصے اور لڑکیوں کو ۱۶۔۱۶ حصے اور بھائی کو دس ۱۰ اور بہن کو پانچ حصے دیئے جائیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیوی، دو بہن، ایک بھائی:

(سوال ۳۵۰) مرحوم نے اپنے پیچھے بیوی، دو بہن اور ایک بھائی چھوڑا تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

(الجواب)

مسئلہ ۴ ت ۱۶ — مرحوم

زوجہ	اخت	اخت	اخ
۱/۴	۳	۳	۶

حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد ترکہ کے کل سولہ حصے ہوں گے۔ بیوی کو چار حصے، بھائی کو چھ

حصے اور ہر ایک بہن کو تین تین حصے ملیں گے۔ فقط

دولڑکی، ایک بھائی، دو بہن:

(سوال ۳۵۱) ایک عورت مرگئی۔ ورثا میں دولڑکی ایک بھائی اور دو بہن ہیں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

(الجواب)

مسئلہ ۳ / ۱۲ — مرحوم

بنت	بنت	اخ	اخت	اخت
۴	۴	۲	۱	۱

حقوق متقدمہ ادا کرنے کے بعد ترکہ کے بارہ حصے ہوں گے۔ ہر ایک لڑکی کو چار، چار حصے، بھائی کو دو حصے اور ہر ایک بہن کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ فقط۔

بیوی، بھائی، دو بہن اور ماں:

(سوال ۳۵۲) ایک آدمی مرگیا، ورثاء میں بیوی، بھائی، دو بہن اور ماں ہے، ہر ایک کو کتنا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۱۲ / ۴۸ — مرحوم

زوجہ	اخ	اخت	اخت	ام
۱۲	۱۴	۷	۷	۸

صورت مذکورہ میں حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد ترکہ کے کل اڑتالیس حصے ہوں گے۔ عورت کو بارہ حصے، ماں کو آٹھ حصے اور بھائی کو چودہ حصے اور ہر ایک بہن کو سات سات حصے ملیں گے۔

دولڑکی اور ایک لڑکا:

(سوال ۳۵۳) ایک عورت وفات پاگئی اس کے ورثاء میں ایک لڑکا اور دولڑکیاں ہیں تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۴ — میتہ

ابن	بنت	بنت
۲	۱	۱

حقوق متقدمہ کی ادائیگی کے بعد ترکہ کے چار حصے ہوں گے، لڑکے کو دو حصے اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ للذکر مثل حظ الانثیین (قرآن حکیم) فقط. واللہ اعلم بالصواب.

ایک بھائی بہن:

(سوال ۳۵۴) ایک آدمی کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثاء میں ایک بھائی بہن ہے تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۳ — مرحوم

اخ	اخت
۲	۱

حقوق متقدمہ کی ادائیگی کے بعد ترکہ کے تین حصے ہوں گے۔ بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ ملے گا۔

لڑکا، دولڑکی، پھوپھی اور چچی:

(سوال ۳۵۵) ایک آدمی مرگیا، ورثاء میں لڑکا، دولڑکیاں، پھوپھی اور چچی ہے تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۴ — مرحوم

لڑکا	لڑکی	لڑکی	پھوپھی	چچی
۲	۱	۱	م	م

حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد ترکہ کے چار حصے ہوں گے۔ لڑکے کو دو حصے اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ پھوپھی اور چچی محروم ہیں، فقط۔

خاوند کب محروم ہوتا ہے:

(سوال ۳۵۶) خاوند کب محروم ہوتا ہے؟

(الجواب) بدوں خاص وجہ کے شوہر محروم نہیں ہوتا۔ اگر عورت کے اولاد ہو تو ربع (چوتھا) حصہ ملے گا ورنہ نصف حصہ ملے گا۔

قولہ تعالیٰ: ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع (قران حکیم)

بیوی کب محروم ہوتی ہے:

(سوال ۳۵۷) بیوی کب محروم ہوتی ہے؟

(الجواب) بغیر خاص وجہ کے بیوی محروم نہیں ہوتی خاوند کی اولاد ہو تو ثمن (آٹھواں حصہ) لے گی ورنہ ربع (چوتھا) حصہ لے گی۔ قولہ تعالیٰ: ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن ۔القرآن الکریم

باپ کب محروم ہے:

(سوال ۳۵۸) باپ کب محروم ہے؟

(الجواب) باپ محروم نہیں ہوتا۔ لڑکا لڑکی کے حصہ میں سے کم از کم سدس (چھٹا حصہ) تو باپ کو ملتا ہی ہے۔ قولہ تعالیٰ: ولا بویہ لکل واحد منھما السدس (قرآن حکیم)

دادا کب محروم ہے:

(سوال ۳۵۹) دادا کب محروم ہوتا ہے؟

(الجواب) باپ زندہ ہوتو دادا محروم ہوگا۔ فقط۔

بیوی، باپ، ایک لڑکا:

(سوال ۳۶۰) عبداللہ کا انتقال ہوگیا۔ ورثاء میں عورت باپ اور ایک لڑکا ہے تو تقسیم میراث کس طرح ہوگی۔؟

(الجواب)

مسئلہ ۲۴ — عبداللہ

زوجہ	باپ	لڑکا
۳	۴	۱۷
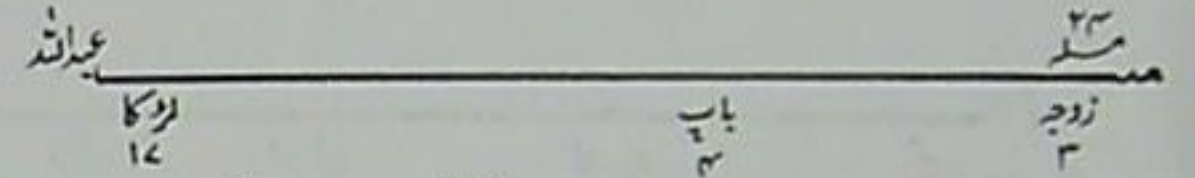
ترکہ کے کل چوبیس ۲۴ حصے ہوں گے۔ عورت کو تین حصے، باپ کو چار حصے اور لڑکے کو بقیہ سترہ حصے ملیں گے۔ فقط

بیوی، باپ اور لڑکی:

(سوال ۳۶۱) عبداللہ کا انتقال ہوگیا۔ ورثاء میں ایک بیوی، باپ اور لڑکی ہے تو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۲۴ — عبداللہ

زوجہ	باپ	لڑکی
۳	۹	۱۲
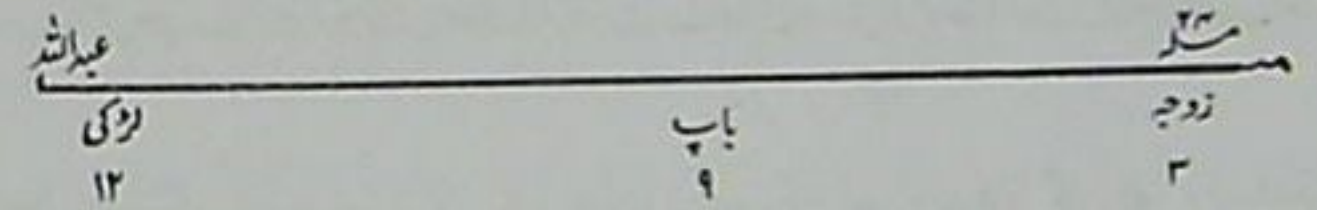
ترکہ کے چوبیس حصے ہوں گے۔ بیوی کو تین حصے، لڑکی کو ۱۲ حصے اور باپ کو نو حصے ملیں گے

عورت اور ماں باپ:

(سوال ۳۶۲) زیدہ مرگیا۔ اس کے ورثاء میں بیوی اور ماں، باپ ہیں تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۴ — زید

زوجہ	ماں	باپ
۱	۱	۲
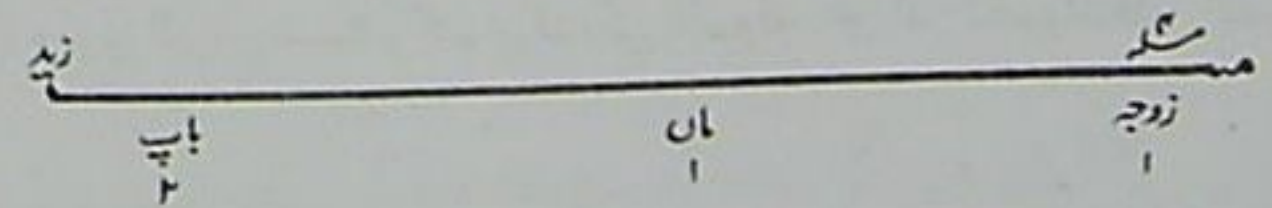
ترکہ کے چار حصے ہوں گے، بیوی کو ایک حصہ، ماں کو ایک حصہ اور باپ کو دو حصے ملیں گے۔ (سراجی)

خاوند، باپ اور لڑکا:

(سوال ۳۶۳) جمیلہ وفات پاگئی، ورثاء میں خاوند، باپ اور لڑکا ہے تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۱۲ — جمیلہ

خاوند	باپ	لڑکا
۳	۲	۷
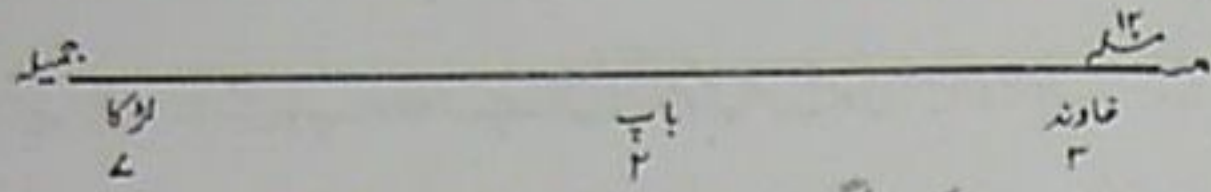
حقوق متقدمہ کی ادائیگی کے بعد ترکہ کے بارہ حصے ہوں گے شوہر کو تین حصے، باپ کو دو حصے (سدس) اور لڑکے کو سات حصے ملیں گے۔ فقط۔

شوہر باپ اور ایک لڑکی:

(سوال ۳۶۴) حمیدہ کے ورثاء میں شوہر اور ایک لڑکی اور باپ ہے تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

(الجواب)

مسئلہ ۱۲ — حمیدہ

خاوند	باپ	لڑکی
۳	۳	۶
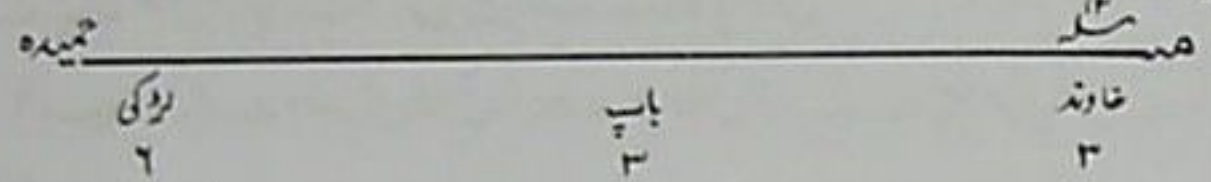
حقوق لازمہ ادا کرنے کے بعد مال کے بارہ حصے ہوں گے۔ شوہر کو تین حصے (ربع) لڑکی کو چھ حصے (نصف) اور باپ کو تین حصے ملیں گے۔ فقط۔

ورثاء میں بیوی، لڑکی اور ایک بھائی ہے:

(سوال ۳۶۵) مرحوم کے ورثاء میں ایک بیوی اور ایک لڑکی اور ایک بھائی ہیں۔ تو میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شرعی حقوق ادا کرنے کے بعد مال کے آٹھ (۸) حصے ہوں گے۔ ایک حصہ بیوی کو اور چار حصے لڑکی کو اور بقیہ تین حصے بھائی کو ملیں گے۔

مسئلہ ۸

زوجہ	بنت	اخ
۱	۴	۳
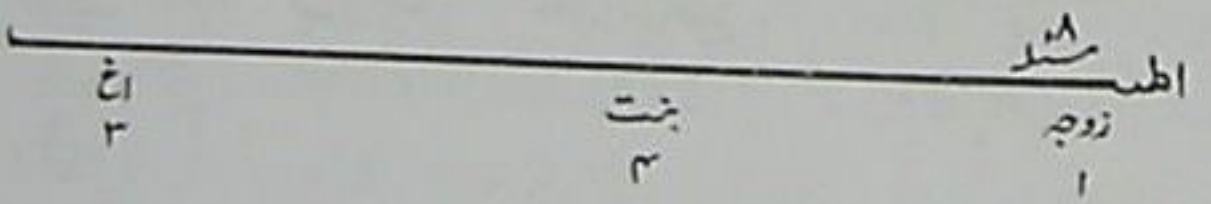
فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں بیوی اور دادی کا بھتیجا ہے:

(سوال ۳۶۶) ایک آدمی مرگیا۔ ورثاء میں بیوی اور دادی کا بھتیجا ہے۔ یعنی باپ کے ماموں کا لڑکا حیات ہے۔ دوسرا کوئی وارث نہیں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں ترکہ کے چار حصے ہوں گے۔ بیوی کو ایک حصہ اور بقیہ تین حصے مرحوم کی دادی کے بھتیجے کو یعنی باپ کے ماموں زاد بھائی کو ملیں گے۔ یہ لڑکا ذوی الارحام میں شامل ہے۔ ثم جزء جدیہ الخ (در مختار مع الشامی ص ۶۹۲ ج۵ کتاب الفرائض) فقط واللہ اعلم بالصواب.

خاوند اور باپ:

(سوال ۳۶۷) جمیلہ مرگئی۔ ورثاء میں باپ اور خاوند ہے۔ مال کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)

مسئلہ ۲ — جمیلہ

خاوند	باپ
۱	۱

ترکہ کے دو حصے ہوں گے شوہر کو ایک حصہ اور باپ کو ایک حصہ ملے گا (سراجی) فقط۔

عدت طلاق سے پہلے شوہر مرجائے تو حق میراث ملے گا یا نہیں:

(سوال ۳۶۸) ایک بیمار نے عورت کو غصہ میں طلاق دی اور عدت طلاق گزرنے سے پہلے مرگیا اس کے مال میں عورت وارث ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں طلاق ہوگئی اور عدت میں وفات ہونے کی صورت میں میراث کی حق دار ہے عدت ختم ہوگئی تو حق دار نہ ہوگی محروم ہوگی۔ فقط۔

بیوی، لڑکا، تین لڑکی، باپ، بھائی اور بہن:

(سوال ۳۶۹) ایک آدمی مرگیا۔ ورثاء میں بیوی لڑکا، تین لڑکی، باپ، بھائی، بہن اور ایک غیر حقیقی ماں اور اس کا لڑکا لڑکی بھی ہے تو مرحوم کے ترکہ میں سے ہر ایک کو کیا ملے گا۔؟

(الجواب)

مسئلہ ۲۴ / ۱۲۰ — مرحوم

زوجہ	لڑکا	۳ لڑکیاں	باپ	بھائی	بہن	ماں (غیر حقیقی)	لڑکا لڑکی (غیر حقیقی)
۳/۱۵	۳۴	۱۷ ۱۷ ۱۷ / ۵۱	۴/۲۰	م	م	م	م

صورت مسئولہ میں حقوق واجبہ ادا کرنے کے بعد ترکہ کے ایک سو بیس حصے ہوں گے ان میں سے پندرہ حصے عورت کو باپ کو بیس حصے لڑکے کو چونتیس حصے اور ہر ایک لڑکی کو سترہ سترہ حصے ملیں گے حقیقی اور غیر حقیقی بھائی بہن اور سوتیلی ماں کو کچھ نہ ملے گا (سراجی) فقط۔

دو بیوی، ایک لڑکی:

(سوال ۳۷۰) زید کے ورثاء میں دو بیوی اور ایک لڑکی اس کی زوجہ متوفیہ سے حیات ہے تو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔

(الجواب)

مسئلہ ۱۶ — میت

زوجہ	زوجہ	لڑکی
۱	۱	۱۴

حقوق ضروریہ کے ادا کرنے کے بعد ترکہ کے کل سولہ ۱۶ حصے ہوں گے ان میں سے ہر ایک بیوی کو ایک ایک حصہ اور بقیہ چودہ حصے لڑکی کو ملیں گی۔ فقط۔

حاملہ بیوی، ماں اور دو بہن:

(سوال ۳۷۱) ایک آدمی مرگیا۔ ورثاء میں ماں اور دو بہن اور عورت حاملہ ہے تو ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

(الجواب) جب عورت حاملہ ہے تو تولد تک ٹھہرے بعد تولد تقسیم کیا جائے تو بہتر ہے۔ اگر ورثاء راضی نہ ہوتے ہوں ابھی تقسیم چاہتے ہوں تو حمل کو لڑکا مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے یعنی حقوق ضروریہ ادا کرنے کے بعد مال کے چوبیس حصے ہوں گے ان میں سے عورت کو تین حصے اور ماں کو چار حصے ملیں گے اور بقیہ سترہ حصے امانت رہیں گے دونوں بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا اب اگر لڑکا پیدا ہوا تو بقیہ سترہ حصوں کا مالک وہ ہوگا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو بقیہ سترہ میں سے اس کو بارہ حصے اور باقی پانچ حصے دونوں بہنوں کو مشترک ملیں گے اور اگر خدانخواستہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو مال کے تیرہ حصے ہوں گی ان میں سے عورت کو تین حصے اور ماں کو دو حصے اور ہر ایک بہن کو چار چار حصے ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ماں، بیٹی حادثہ میں یکساں مرجائے تو باہم وارث ہیں یا نہیں

(سوال ۳۷۲) ماں، بیٹی، ہوائی جہاز میں تھیں وہ جہاز ٹوٹ پڑا تو دونوں ہلاک ہوگئیں۔ دونوں مالدار ہیں تو ترکہ کی تقسیم کے وقت دونوں باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں یا نہیں؟

(الجواب) ماں بیٹی اس طرح مرگئیں کہ ان کی موت کا علم نہ ہو کہ پہلے کون مرا تو دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ ان کو خارج کرکے مال تقسیم کیا جائے، مثال کے طور پر لڑکی کے ورثاء میں زوج، باپ بیٹا ہو تو مال کے بارہ ۱۲ حصے ہوں گے شوہر کو تین حصے اور باپ کو دو حصے اور بیٹے کو بقیہ سات ۷ حصے ملیں گے ماں وارث نہیں رہے گی اسی طرح ماں کے ورثاء میں زوج لڑکا ہو تو ترکہ کے چار ۴ حصے کرکے زوجہ کو ایک حصہ اور لڑکے کو تین حصے ملیں گے لڑکی وارث نہیں (سراجی)

دادا کے ترکہ سے پوتے کی محرومی اور قانون شریعت میں ترمیم کا مسئلہ:

(سوال ۳۷۳) قرآن حکیم میں اگرچہ فرمایا گیا ہے آباء کم و ابناء کم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا باایں ہمہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دادا کے ترکہ سے یتیم پوتوں کا محروم رہنا بہت ہی عجیب سی بات ہے، رحمت و رافت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ یتیم کو ضرور دیا جائے، قرآن حکیم نے اگرچہ صراحۃ نفی نہیں کی مگر جو اصل مقرر فرمائے ہیں ان کی بنا پر یتیم پوتے لامحالہ محروم ہو جاتے ہیں۔ سنا ہے مصر میں یہ قانون بنایا گیا ہے کہ دادا پر لازم کردیا جاتا ہے کہ وہ یتیم پوتوں کے

لئے وصیت کردے اگر وہ وصیت کئے بغیر وفات پاجاتا ہے تو قاضی اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ یتیم بچے محروم نہ رہیں، اپنے باپ کا حصہ حاصل کریں، مصر کی مثال پیش کرتے ہوئے یہاں بھی کچھ ممبران پارلیمنٹ کا اصرار ہے کہ پرسنل لا، میں ترمیم کی جائے اور اس طرح کا قانون بنالیا جائے۔ اب سوال یہ ہے۔

(۱) کیا یتیم بچوں کے متعلق لوگوں کا یہ احساس صحیح ہے، اگر صحیح نہیں ہے تو کیوں؟

(۲) کیا مناسب ہے کہ مصر کی طرح یہاں بھی قانون میں ترمیم کرالی جائے؟

(الجواب) یہ احساس صحیح نہیں۔ ناواقفیت یا بے اعتنائی اور بے توجہی کا نتیجہ ہے اور نہ صرف تعلیم اسلام اور قرآن پاک کے ارشادات سے ناواقفیت ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل نفاذ قانون کے لازمی اثرات اور قدرتی تقاضے سے بھی واقف نہیں ہے یا پرسنل لا میں ترمیم کے شوق نے اس کو ناواقف بنادیا ہے۔

نفاذ قانون بلکہ حق یہ ہے کہ عدل وانصاف اور حق وصداقت پر عمل کرنے میں بھی بسا اوقات ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جو نہایت تلخ اور ناگوار ہوتی ہیں اور ان کے خلاف بہت سخت قسم کا احساس ہوتا ہے، اس قاتل سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے کسی بے قصور نیک اور صالح نوجوان کو کسی تعصب کی بنا پر قتل کردیا ہو۔ لیکن جب اس قاتل کو پھانسی پر چڑھایا جاتا ہے تو خود اس کی حالت کس قدر رقت انگیز ہوتی ہے۔ پھر اس قاتل کا قصور کیا تھا۔ اس کی بیوی اور بچوں اور ماں باپ نے کیا قصور کیا تھا کہ بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کیا جارہا ہے ماں اور باپ کو تڑپایا جارہا ہے اور اگر بدقسمتی سے یہ قاتل فیصلہ لکھنے والے جج کا حقیقی بھائی یا بیٹا ہو تو غور فرمائیے احساس کس قدر قلق انگیز ہوگا اسی قسم کے نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے کلام اللہ میں بہاں حکم ہوا ہے یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ساتھ ساتھ یہ بھی ہے ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولی بھما (سورہ نساء ۲۰) یہ آیت قرآنی شہادت اور گواہی کے بارے میں ہے۔ یہی شان نفاذ قانون کی ہوتی ہے۔ اسی لئے مشہور مقولہ ہے کہ "قانون اندھا بہرا ہوتا ہے"

فرائض کے سلسلہ میں بھی ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جو نفسیات کے خلاف ہوتی ہیں جیسا کہ معاملہ مسئولہ میں قرآن حکیم نے ایسی ہی صورتوں کی پیش بندی کے لئے جیسے یہ حکم فرمایا للذکر مثل حظ الانثیین . الی قولہ یوصی بھا او دین تو اثناء کلام میں (کہ ابھی جملہ فرائض کا بیان بھی نہیں ہوتا) ارشاد ہوگیا آباء کم وابناء کم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا . فریضۃ من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما . تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ نفع رسانی کے لحاظ سے کون سا رشتہ تم سے زیادہ قریب ہے (اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہی اس کا فیصلہ کرسکتی ہے) اللہ تعالیٰ نے یہ حصے ٹھیرادیئے ہیں اور وہ (اپنے بندوں کی مصلحت کا) جاننے والا ہے (اپنے تمام احکام میں) حکمت رکھنے والا ہے۔ بہرحال اس طرح کا احساس اور اس قسم کے نفسیات صحیح نہیں ہیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ قانون جس کے نفاذ کے وقت اس طرح کے رقت انگیز جذبات بیدار ہوں اس کی بنا عدل وانصاف پر ہے یا نہیں۔

اس عام عقیدہ کے علاوہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک حکم مبنی بر عدل وانصاف ہے۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ قریب کا تعلق بعید کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ شاخ کا حق پہلے ہے، شاخ در شاخ کا بعد میں۔ کیا یہ اصول عدل وانصاف کے خلاف ہے یا عین عدل وانصاف ہے؟ اگر یہ اصول نہ مانا جائے تو دادا کے ترکہ میں تمام ہی پوتوں کا حصہ ہونا چاہئے

اور اگر یہ اصول صحیح ہے تو اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اگر کوئی صورت انسانی نفسیات کے خلاف ہو تو ان نفسیات کو نظر انداز کیا جائے گا، اصول کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے مگر خدا دانا وخبیر جو قانون اسلام کا مقنن ہے ظاہر کے ساتھ باطن بھی اس کے سامنے ہے۔ یتیمی بے شک ایک مصیبت ہے لیکن یہ مصیبت عند اللہ فضیلت ہے، قانون الٰہی کی تدوین کے وقت وہ فضیلت بھی پیش نظر ہوگی۔ ایک طرف ترکہ ہے دوسری طرف یہ فضیلت دونوں جمع نہیں ہوتے۔ بیٹوں کو مال ملتا ہے اور وہ اس فضیلت سے محروم ہیں۔ پوتوں کو یہ فضیلت دے دی گئی ہے ان کو مال نہیں ملا۔

مصر میں اگر یہ قانون بنایا گیا ہے تو وہ قانون عدل نہیں بلکہ قانون تغلب ہے اس طرح کا قانون اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب جج اور قاضی کو تقسیم کرنے کا حق ہو اور جہاں یہ حق نہ ہو وہاں اس طرح کا قانون سراسر تغلب اور شخصی ملکیت پر دست درازی ہے۔

قرآن حکیم کے مقرر کردہ فرائض قضاء قاضی یعنی کسی جج کے فیصلہ کے محتاج نہیں ہیں بلکہ بلا قضاء قاضی خود بخود لازم ہوجاتے ہیں۔ وارث کا حصہ قاضی کے فیصلہ کی بنا پر نہیں ملتا بلکہ قرآنی فیصلہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے ہی مورث کا انتقال ہوا وارث اپنے حصہ کا مالک ہوگیا صرف قبضہ باقی رہتا ہے جس کے لئے تقسیم عمل میں لائی جاتی ہے بس قاضی یا جج اگر دادا کا قائمقام بھی بنا ہے تو اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ وارثوں کے حصہ میں کمی بیشی کرے کیونکہ یہ مال مرنے والے کا نہیں رہا کہ اس کا قائمقام کسی کے حصہ میں کمی بیشی کرسکے۔ بلکہ یہ مال حصص شرعی کے بموجب ان کا ہوگیا جن کو قرآن نے وارث قرار دیا ہے۔ نص قرآنی کے بموجب اگر وارث کے حصہ کے مبلغ ایک ہزار روپیہ ہوتے ہیں تو جیسے ہی مورث کا انتقال ہوا وہ ایک ہزار وارث کے ہوگئے وہ ان کا مالک ہوگیا۔ اب اگر قاضی صاحب ایک ہزار کے بجائے سات سو دیتے ہیں اور تین سو پوتے کو دلواتے ہیں تو وہ ایک شخص کی شخصی ملکیت میں تصرف کر رہے ہیں جو سراسر تغلب ہے اور کوئی بھی قانون تغلب کی اجازت نہیں دے سکتا۔

(الجواب) (۲) قطعاً مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ نصوص قرآنی اور احکام خداوندی میں ترمیم ہوگی جس کو مسلمان برداشت نہیں کرسکتے اور نہ ان کے لئے جائز ہے کہ وہ برداشت کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

لڑکی اور تین بھائی ایک بہن، دو پوتے اور چار پوتیاں ہیں:

(سوال ۳۷۴) عورت مرگئی ورثا، میں لڑکی، تین بھائی اور ایک بہن اور مرحومہ کے دو پوتے اور چار پوتیاں حیات ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مرحومہ کا لڑکا اس کی زندگی میں وفات پاگیا ہے۔ لہٰذا مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحومہ کے ترکہ کے سولہ (۱۶) حصے ہوں گے۔ جن میں سے لڑکی کو آٹھ حصے اور دونوں پوتوں کو دو دو ۲-۲ حصے اور چاروں پوتیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ مرحومہ کا لڑکا نہیں جس بنا پر اس کی اولاد وارث ہوئی اگر لڑکا ہوتا تو پوتا پوتیاں محروم ہوتیں۔ بھائی بہن محروم ہیں۔ صورت مسئولہ اس طرح ہوگی۔

المسئلہ ۱۶

بنت	ابن الابن	ابن الابن	بنت الابن	بنت الابن	بنت الابن	بنت الابن	اخ	اخت
۸	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۲	۲

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ماں اور دو بہنیں اور عورت حاملہ ہیں:

(سوال ۳۷۵) ایک آدمی مرگیا۔ وارثوں میں عورت۔ ماں اور دو بہنیں ہیں۔ اور عورت حاملہ ہے۔ تو مال کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بیوی حاملہ ہے تو وضع حمل تک انتظار کیا جائے تو بہتر ہے۔ اگر ورثاء اس بات کو قبول نہ کریں تو حمل کو لڑکا مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے۔ یعنی شرعی حقوق ادا کرنے کے بعد مال کے چوبیس (۲۴) حصے کئے جائیں گے۔ عورت کو تین (۳) حصے۔ ماں کو چار ۴ حصے اور بقیہ سترہ ۱۷ حصے بطور امانت رکھے جائیں۔ بہنوں کو کچھ نہ دیا جائے۔ اگر لڑکا پیدا ہوا تو امانت کا وہ حق دار ہے۔ بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو امانت کے سترہ (۱۷) حصوں میں سے بارہ حصے لڑکی کو ملیں گے۔ اور بقیہ پانچ حصوں کی دو میں حق دار ہوں گی۔ اگر خدانخواستہ بچہ مردہ پیدا ہو تو مال کے تیرہ حصے ہوں گے۔ دو ۲ حصے ماں کو، تین حصے بیوی کو اور چار چار حصے دونوں بہنوں کو ملیں گے۔ (سراجی)

مسئلہ کی صورت یہ ہوگی

(۱) المسئلہ ۲۴ جبکہ لڑکا پیدا ہو

زوجہ	ام	ابن	اختان
۳	۴	۷	م

(۲) المسئلہ ۲۴ جبکہ لڑکی پیدا ہو

زوجہ	ام	بنت	اختان
۳	۴	۱۲	۵

(۳) المسئلہ ۱۳ جبکہ بچہ مردہ پیدا ہو

زوجہ	ام	اختان
۳	۲	۴ ۴

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دو بیویاں اور سوکن کی لڑکی میں ترکہ کی تقسیم:

(سوال ۳۷۶) زید مرگیا ورثاء میں دو بیویاں ایک لڑکی (جو ان دونوں بیویوں کی سوکن کی لڑکی ہے) اور ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں ہے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد مال کے سولہ (۱۶) حصے ہوں گے۔ دونوں بیویوں کو ایک ایک حصہ اور

بقیہ چودہ حصے لڑکی کو ملیں گے۔ سراجی)

صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

المسئلہ حصہ ۱۶

زوجہ	زوجہ	بنت
۱	۱	۱۴

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیوی، اور بھائی بہن، اور مرحومہ بہن کی اولاد میں میراث کی تقسیم:

(سوال ۳۷۷) ایک شخص مرگیا۔ اس کے بعد عورت مرگئی۔ ایک بھائی اور بہن حیات ہیں۔ اور ایک بہن مرحوم کی حیات میں وفات پاگئی۔ جس کی اولاد ہیں۔ تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شرعی حقوق کی ادائیگی کے بعد مرحوم کے مال کے چار حصے ہوں گے۔ عورت کو ایک حصہ ملے گا (عورت مرگئی ہے تو اس کے ورثاء حق دار ہیں) بقیہ تین حصوں میں سے بھائی کو دو حصے اور ایک حصہ بہن کو ملے گا۔ مرحومہ بہن کی اولاد محروم رہے گی۔ (سراجی)

المسئلہ ۴

زوجہ	اخ	اخت
۱	۲	۱

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زوجہ، تین لڑکیاں، اور علاتی بھائی میں میراث کی تقسیم:

(سوال ۳۷۸) حاجی احمد مرگئے ورثاء میں بیوی، تین لڑکیاں اور ایک علاتی بھائی ہے۔ حقیقی بھائی پانچ برس ہوئے پاکستان گیا ہے۔ لیکن لاپتہ ہے زندہ ہے یا مرگیا ہے۔ کوئی خبر نہیں تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحوم کے مال کے بہتر ۷۲ حصے ہوں گے۔ بیوی کو نو (۹) حصے اور ہر ایک لڑکی کو سولہ۔ سولہ (۱۶۔۱۶) حصے اور بقیہ پندرہ (۱۵) حصے لاپتہ بھائی کی بطور امانت جمع رکھیں اگر آجائے تو دے دیے جائیں۔ اور اگر پختہ یقین ہوجائے کہ مرحوم حاجی احمد کے مرنے سے پہلے مرگیا تھا تو یہ پندرہ (۱۵) حصے علاتی بھائی کو ملیں گیا اور اگر ثابت ہوجائے کہ حاجی احمد کے بعد مرگیا ہے تو یہ امانت اس کے وارثوں کو ملے گی۔ اور اگر کچھ پتہ نہ چلا تو اس کی عمر نوے ۹۰ برس کی ہو۔ اس وقت مردہ سمجھیں گے اور اس کا حصہ علاتی بھائی کو اگر وہ زندہ نہ ہو تو اس کے ورثاء کو ملے گا۔ صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

المسئلہ ۲۴ ۷۲ مرحوم حاجی احمد

زوجہ	بنت	بنت	بنت	اخ حقیقی
۹	۱۶	۱۲	۱۶	۱۵

جبکہ لاپتہ بھائی آجائے

المسئلہ ۲۴ ۷۲ مرحوم حاجی احمد

زوجہ	بنت	بنت	بنت	اخ علاقاتی
۹	۱۶	۱۶	۱۶	۱۵

جبکہ یقین ہوجائے کہ مرحوم کی وفات سے پہلے اخ حقیقی مر گیا ہے

فقط واللہ اعلم بالصواب

باپ کی زندگی میں اولاد کو میراث طلب کرنے کا حق نہیں ہے:

(سوال ۳۷۹) بعد آداب وتسلیم عرض اینکہ میرے پاس تھوڑی زمین ہے اور میری اولاد موجود ہے اور اب چونکہ میں کمزور ہو چکا ہوں اور ظاہری اسباب کوئی نہیں ہیں۔ اور مقروض بھی ہوں اور اس کی ادائیگی کی صورت سوائے زمین فروخت کرنے کے کوئی نہیں ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ میری اولاد میرے ہوتے ہوئے زمین کی حق دار بن سکتی ہے۔ اگر میں بیچوں تو کیا اولاد کا کوئی حق ضائع ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اپنے مال کے آپ خود مالک ومختار ہیں۔ جو چاہوں کر سکتے ہو۔ اولاد مانع نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن وارثوں کو بلاوجہ محروم کرنے، یا نقصان پہنچانے کی غرض سے فروخت کرنے اور خیرات کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آنحضرت ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ میرے پاس بہت مال ہے اور بیٹی کے سوا کوئی وارث نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے سب مال کی اللہ کے راستے میں صرف کرنے کی) وصیت کر جاؤں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا دو تہائی مال کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا۔ نصف مال کی؟ فرمایا نہیں! تب میں نے کہا۔ تہائی مال کی؟ تو آپ (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) نے فرمایا۔ خیر تہائی مال کی کر سکتے ہو اور یہ بھی زیادہ ہے۔ تمہارا اپنے وارثوں کو آسودہ چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کو آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵ باب الوصایا)

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال مرضت عام الفتح مرضاً (شفیت علی الموت) فاتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی فقلت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لی مالا کثیراً ولیس من یرثنی الا ابنتی ا فاوصی بما لی کلہ قال لا قلت فثلثی مالی قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان تذور ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتکففون الناس الخ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۵ باب الوصایا)

البتہ قرض سے سبکدوش ہونے کے لئے جتنا مال فروخت کرنے کی ضرورت ہے بلاتامل فروخت کر سکتے ہو اس کے لئے نہ اولاد مانع ہو سکتی ہے اور نہ شریعت۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

دو بیوہ، ایک لڑکا، اور چھ لڑکیوں میں تقسیم میراث:

(سوال ۳۸۰) ایک آدمی مر گیا۔ اس کی دو ۲ بیویاں ایک لڑکا اور چھ ۶ لڑکیاں ہیں۔ مال کی تقسیم نقد رقم کے حساب سے کس طرح ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) روپے میں دو ۲ آنے (آٹھواں حصہ) دونوں بیویوں کو (ہر ایک کو ایک ایک آنہ) ملے گا۔ بقیہ چودہ آنے کے آٹھ حصے ہوں گے دو ۲ حصے (ساڑھے تین آنے) ایک لڑکے کو اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک حصہ (پونے دو آنے) ملیں گی۔ (سراجی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیوی۔ لڑکا۔ اور دو لڑکیوں میں ترکہ تقسیم:

(سوال ۳۸۱) زید کے پاس زمین مکانات وغیرہ اور رقم نقدی ہے۔ ورثاء میں بیوی اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ زید کی حیات میں اس کی بیوی اور اولاد کو کس قدر حصہ ملے گا؟ اور زید کو کس قدر ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فی الحال تو زید اپنی جائیداد کا خود مختار ومالک ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے کوئی وارث اپنا حصہ (جو زید کی وفات کے بعد ملنے والا ہو) جبراً نہیں لے سکتا۔ ہاں اگر زید خود دینا چاہے تو اپنی ضرورت کے مطابق الگ کر کے باقی جائیداد کی تقسیم اس طرح کر دے۔ بیوی کو آٹھواں حصہ (روپے میں دو آنے) لڑکے کو چار آنے آٹھ پائی اور اسی طرح ہر ایک لڑکی کو چار آنے آٹھ پائی دی جائے۔ کیونکہ زندگی میں یہ تقسیم عطیہ اور بخشش ہے۔ اور بخشش میں لڑکے لڑکیاں برابر کے حق دار مانے جاتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں ایک نواسہ اور چار نواسیاں ہیں۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا:

(سوال ۳۸۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں، ہندہ نے اپنے پیچھے ایک نواسہ اور چار نواسیاں چھوڑیں، ان وارثوں میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین قرض وغیرہ) کی ادائیگی کے بعد مرحومہ ہندہ کے ترکہ کے چھ حصے ہوں گے، دو حصے نواسے کو اور ایک ایک حصہ ہر نواسی کو ملے گا للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان استووا فی القرب ولیس فیھم ولد الوارث فالمال یقسم بینھم علی السواء ان کانوا ذکوراً کلھم او اناثاً کلھن فان کانوا مختلطین فللذکر مثل حظ الانثیین وھذا بلا خلاف ان اتفقت صفة الاصول ای الآباء والامھات فی الذکورة والانوثة (فتاوی عالمگیری ج۷ ص ۲۹۶ الباب السابع فی ذوی الارحام) شامی میں ہے فان اتفقت (ای صفة لاصول فی الذکورة والانوثة) فالقسمة علی ابدان الفروع اتفاقاً بالسویة ان کانوا ذکوراً فقط او اناثاً فقط کابن بنت ابن مع مثلہ ای مع ابن بنت ابن آخر وکبنت بنت بنت مع مثلھا وللذکر الانثیین ان کانوا مختلطین کابن بنت وبنت بنت (شامی ج۵ ص ۲۹۳ ص ۲۹۴ کتاب الفرائض) (مفید الوارثین ص ۱۵۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں بھتیجا بھتیجی اور اخیافی بہنوں کی اولاد ہیں:

(سوال ۳۸۳) ایک شخص کی وفات ہوچکی ہے جن کا نام عبدالغنی ہے، ان کی زوجہ، اولاد، والدین اور بھائی بہن میں سے کوئی نہیں ہے، صرف ایک بھتیجہ محمد حنیف اور ایک بھتیجی رابعہ بی بی ہے اور مرحوم کی دو اخیافی بہنوں کی اولاد ہیں ایک بہن جن کا نام حلیمہ ہے اس کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، دوسری بہن جس کا نام عائشہ ہے اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، دونوں اخیافی بہنوں کا انتقال مرحوم کی زندگی میں ہوچکا ہے، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مرحوم عبدالغنی کا بھتیجہ محمد حنیف عصبہ ہے، بھتیجی اور اخیافی بہنوں کی اولاد ذوی الارحام میں سے ہیں، اس لئے پورا ترکہ محمد حنیف کو ملے گا، بھتیجی اور اخیافی بہنوں کے اولاد محروم ہیں (مفید الوارثین ص ۱۶۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مفقود بیٹا وارث ہے یا نہیں:

(سوال ۳۸۴) جناب قاسم صاحب کا انتقال ہوگیا ان کے وارثوں میں صرف ان کی ایک بیوی ایک لڑکا اور ایک لڑکی مسماۃ خدیجہ ہے ان کے علاوہ اور کوئی وارث ذوی الفروض یا عصبات میں سے موجود نہیں ہے، لڑکا اپنے والد کا نافرمان تھا اس وجہ سے وہ کہتے تھے کہ میرے ترکہ میں سے اس کو کچھ نہ دیا جائے، مزید برآں وہ لڑکا اپنے والد کی زندگی میں کہیں چلا گیا تھا، آج تک اس کا کچھ پتہ نہیں ہے، تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، خدیجہ اپنے مفقود بھائی کو کچھ دینے یا اس کا حصہ بطریقۂ امانت رکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مرحوم قاسم صاحب کی کل مال وملکیت کے حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین قرض وغیرہ) کی ادائیگی کے بعد چوبیس/۲۴ حصے ہوں گے ان میں ان کی بیوی کو تین حصے (مال کا آٹھواں حصہ) لڑکے کو چودہ حصے اور لڑکی خدیجہ کو سات حصے ملیں گے، لڑکا اگرچہ نافرمان تھا اور باپ نے لڑکے کو حق وارثت سے محروم کرنے کا ارادہ بھی کرلیا تھا، تاہم وہ حق وراثت سے محروم نہ ہوگا، وہ اپنا حصہ پائے گا، وہ لڑکا اس وقت مفقود (لاپتہ) ہے تو اس کا حصہ کسی معتبر اور امانت دار کے پاس رکھ دیا جائے اگر آجائے تو اس کو سپرد کردیا جائے اور اگر صحیح طور پر ثابت ہوجائے کہ مرحوم قاسم کے مرنے سے پہلے وہ انتقال کرگیا تھا یا اس کی عمر ۹۰ برس ہو اس وقت تک واپس نہ آئے تو یہ چودہ حصے بہن خدیجہ کو ملیں گے اگر خدیجہ اس وقت زندہ نہ ہو تو اس کے ورثہ حق دار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(نوٹ) :مفقود بھائی کا حصہ بطور امانت رکھنا ضروری ہے، بہن کی ناراضگی کو اس میں دخل نہیں ہوسکتا۔

(۱) مفقود کو کسی سے ترکہ ملے اس کا کیا حکم ہے؟ (۲) مفقود کے ذاتی مال کا کیا حکم ہے؟:

(سوال ۳۸۵) ایک عورت کا انتقال ہوگیا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں ہے، شوہر کا انتقال اس کی زندگی میں ہوگیا، والدین میں سے بھی کوئی نہیں صرف اس کے چار بھائی ہیں اور ان میں سے ایک بھائی لاپتہ ہے، تو مرحومہ کا ترکہ پورا جو بھائی موجود ہیں ان میں تقسیم کیا جائے یا لاپتہ بھائی کا بھی اس میں حق ہے؟ اگر اس کا حق لگتا ہو تو جو اس کے حصہ میں آئے اس کا کیا کیا جائے؟ کیا اس کے وارثوں کو دے دیں؟

نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جو بھائی لاپتہ ہے اس کا اپنا ذاتی مال وملکیت ہے کیا اس کی ملکیت اس کے وارثوں میں تقسیم کردی جائے؟ اس کا ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک بیوی ہے، مدلل ومفصل واضح جواب عنایت فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) اس مرحومہ عورت کے صرف چار بھائی ہی ہوں ان کے علاوہ اور کوئی نہ ہو تو مرحومہ کے ترکہ کے چار حصے ہوں گے اور ہر بھائی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

مرحومہ کا ایک بھائی مفقود (لاپتہ) ہے اس کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک زندہ مانا جائے گا جب تک اس کے ہم عمر زندہ ہیں، جب اس کے ہم عمر مرجائیں تب اس کو متوفی اور مردہ سمجھا جائے گا، اور نوے ۹۰ سال کی عمر ایسی مانی گئی ہے کہ اس کے ہم عمر عموماً اتنی مدت میں انتقال کرجاتے ہیں (ہاں بعض صورتوں میں جیسے کہ جنگ میں گم ہوگیا ہو یا ٹی بی یا کینسر وغیرہ مرض مہلک میں غائب ہوگیا ہو یا دریا میں کام کرتے ہوئے لاپتہ ہوگیا ہو اور شرعی قاضی کو یا اس کے قائم مقام شرعی پنچائت کو اس کی موت کا غالب گمان ہوجائے تو وہ موت کا حکم دے سکتا ہے، یا شہادت شرعیہ سے اس کی موت کا ثبوت ہوجائے تو اس کو مردہ تسلیم کیا جائے گا۔)

مفقود کا اپنا ذاتی مال وجائیداد ہے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے، جب اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا، اس وقت اس کے جو وارث زندہ ہوں گے ان میں وہ مال شرعی طور پر تقسیم کیا جائے گا اس کی موت کے حکم سے پہلے جن کا انتقال ہوگیا ہو محروم ہوں گے، یہ تو خود اس کی ذاتی مال کا حکم ہے۔

اور دوسروں سے اس کو جو مال بطور وراثت ملتا ہے وہ بطور امانت محفوظ رکھا جائے، اگر وہ آجائے تو وہ مال اس کو سپرد کردیا جائے، اور اگر واپس نہ آئے تو جب مندرجہ بالا اصول کے مطابق اس کی موت کا حکم لگایا جائے اس وقت وہ مال جو بطور امانت محفوظ رکھا تھا جس مورث سے اس کو وہ مال ملا تھا وہ مال اسی مورث کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے (مفقود کے وارثوں میں تقسیم نہ کیا جائے) لیکن اس وقت کے وارثوں کا اعتبار نہیں بلکہ ان وارثوں پر لوٹایا جائے جو مورث کے انتقال کے وقت موجود تھے، ان وارثوں میں جو زندہ ہوں گے وہ خود اس مال کو لیں گے اور جو انتقال کر گئے ہوں وہ حصہ ان کے وارثوں میں تقسیم ہوگا (سراجی ومفید الوارثین وغیرہ)

صورت مسئولہ میں مفقود کو اپنی بہن سے جو ایک حصہ ملا ہے وہ کسی امانت دار کے پاس محفوظ رکھا جائے اگر وہ آجائے تو اس کو وہ حصہ دے دیا جائے اور اگر نہ آئے تو جس وقت اس کی موت کا حکم لگایا جائے یہ ایک حصہ اس کی مرحومہ بہن کے جو تین بھائی اس کے انتقال کے وقت زندہ تھے، ان میں مساوی طور پر تقسیم کردیا جائے، اگر ان میں

سے کسی بھائی کا انتقال ہوجائے تو اس کے حصہ میں جو مال آتا ہے وہ اس کے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے۔

اور جو مفقود کا ذاتی مال ہے اس کو بھی محفوظ رکھا جائے، وارثوں میں تقسیم نہ کیا جائے، جب اس کی موت کا حکم لگایا جائے اس وقت اگر یہ وارث یعنی بیوی، لڑکا، لڑکی زندہ ہوں تو مفقود کے ترکہ کے چوبیس ۲۴ سہام ہوں گے، آٹھ سہام بیوی کو۔ چودہ ۱۴ سہام لڑکے کو، سات ۷ سہام لڑکی کو ملیں گے، اور اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو جو زندہ ہوں گے ان میں مفقود کا ترکہ تقسیم ہوگا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں کو محروم کرنے کا گناہ:

(سوال ۳۸۶) میرے پاس الحمدللہ کچھ جائیداد اور سونا اور نقد روپے ہیں میری تین لڑکیاں ہیں بیوی کا انتقال ہوگیا ہے تین بھائی ہیں، مگر ان میں سے کوئی کام کا نہیں میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے لئے بقدر گذران رکھ کر بقیہ اپنی تین لڑکیوں کو بخشش کردوں تاکہ بعد میں بھائیوں کو کچھ نہ ملے یا کم ملے تو اس طرح کرسکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

(الجواب) دوسرے وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے اپنی ملکیت صرف لڑکیوں کو بخشش کرنا غلط اور موجب گناہ ہے، حدیث میں ہے کہ بعض لوگ تمام عمر خدا کی فرمانبرداری میں گذارتے ہیں لیکن موت کے وقت وارثوں کو محروم کرجاتے ہیں، ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ دوزخ میں ڈال دے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضر ھما الموت فیضا ر ان فی الوصیۃ فتجب لھما النار ثم قرأ ابو ھریرۃ من بعد وصیۃ یو صی بھا او دین غیر مضار الی قولہ تعالیٰ وذلک الفوز العظیم (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۲۶۵ باب الوصایا) (حاشیہ میں ہے قولہ فیضآران . من المضارۃ ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی با کثر الثلث او بان یھب جمیع مالہ فالواحد من الورثۃ کیلا یرث وارث آخر من مالہ شیئا فھذا مکروہ وفرار عن حکم اللہ تعالیٰ ۱۲ مرقات)(التعلیق الصبیح ج ۳ ص ۳۹۸)

دوسری حدیث میں ہے۔ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم کردے گا، مشکوٰۃ شریف میں عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۲۶۶)

لہذا بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی ملکیت اپنے پاس رکھیں، آپ کے انتقال کے بعد لڑکیوں کو بطور میراث ثلثان (دو حصے) مل جائیں گے اور ایک حصہ دوسرے وارثوں (بھائیوں) کو ملے گا وہ بھی حق دار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو حق دار بنایا ہے اس لئے دل تنگ نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ورثاء میں پانچ لڑکے دو لڑکیاں شوہر اور ایک بہن ہے (۲) وصیت کے بغیر نماز روزہ کا فدیہ نکالنا (۳) ایک مسکین کو متعدد فدیہ دینا، یا ایک فدیہ متعدد مساکین کو دینا:۔

(سوال ۳۸۷) ہماری والدہ کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثاء حسب ذیل ہیں پانچ لڑکے، دو لڑکیاں، شوہر اور ایک حقیقی بہن، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، نیز۔

(۱) ایک شخص کے پاس مرحومہ کے بیس بائیس ہزار روپے جمع ہیں، کیا اس رقم سے مرحومہ کی طرف سے حج بدل کراسکتے ہیں؟ مرحومہ کی حج کی بہت تمنا تھی۔

(۲) بیماری کی وجہ سے تقریباً ۴ ماہ کی نماز فوت ہوئی ہے اور اسی طرح ایک ماہ کے روزے فوت ہوئے تو نماز روزوں کا فدیہ نکال سکتے ہیں؟ ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ کتنا ہے؟ مرحومہ نے فدیہ کی وصیت نہیں کی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرحوم کے کل ترکہ کے ۲۸ حصے ہوں گے، اس میں سے شوہر کو ۱۲ حصے (چوتھا حصہ) اور ہر لڑکے کو ۶۔ ۶ حصے اور ہر لڑکی کو ۳۔ ۳ حصے ملیں گے، بہن محروم ہے۔

اگر تمام ورثاء بالغ ہوں اور وہ سب اپنی مرضی سے مرحومہ کی طرف سے حج بدل کرانا چاہیں تو کراسکتے ہیں، ان پر حج کرانا واجب نہیں ہے، اگر ورثاء میں نابالغ بھی ہوں تو ان کی رضامندی معتبر نہیں ہے، لہذا ان کے حصہ میں سے کچھ نہ لیا جائے۔

اسی طرح نماز روزہ کے فدیہ کی وصیت نہیں کی ہے، لہذا فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہے، لیکن اگر بالغ ورثاء تبرعاً اپنی مرضی سے نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ادا کرسکتے ہیں (مالابدمنہ ص ۹۹، ص ۱۰۰) (نابالغ ورثاء ہوں تو ان کی رضامندی معتبر نہ ہوگی اور ان کے حصہ سے فدیہ ادا کرنا جائز نہ ہوگا۔)

ایک نماز اور ایک روزہ کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت ہے، ایک دن کی وتر کے ساتھ چھ نمازوں کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے۔

ایک مسکین کو چند نمازوں یا چند روزوں کا فدیہ دینا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، صاحب درمختار اور صاحب الجوہرۃ النیرۃ اور صاحب طحطاوی علی مراقی الفلاح نے جائز لکھا ہے، حضرت تھانویؒ اور مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ صاحب احسن الفتاویٰ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، اسی طرح ایک فدیہ کو چند مساکین کے درمیان تقسیم کرنا بھی امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق جائز ہے (یہ فتویٰ فتاویٰ رحیمیہ جلد دہم ص ۲۷۱، ص ۲۷۱ میں چھپ چکا ہے)

درمختار میں ہے۔ ویفدی وجوبا ولو فی اول الشھر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ (درمختار) (قولہ وبلا تعدد فقیر) ای بخلاف نحو کفارۃ الیمین للنص فیھا علی التعدد فلو اعطی ھنا مسکینا صاعاً عن یومین جاز لکن فی البحر عن القنیۃ ان عن ابی یوسف رحمہ اللہ فیہ روایتین وعند ابی حنیفۃ لا یجزیہ کما فی کفارۃ الیمین، وعن ابی یوسف لو اعطی نصف صاع من بر عن یوم واحد لمساکین یجوز قال الحسن وبہ نا خذ . اھ۔ ومثلہ فی القھستانی (درمختار مع الشامی ص

۱۶۳، ص ۱۶۴ فصل فی العوارض)

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے۔ فاعطوا فقیراً واحداً جملة ذلک حاز بخلاف کفارة الیمین (الجوهرة ج ۱ ص ۱۴۷ کتاب الصوم)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله وتلزمهما الفدیة) ثم ان شاء اعطی فی اول رمضان وان شاء اعطی فی آخره ولا یشترط فی المدفوع الیه العدد (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۶ کتاب الصوم فصل فی العوارض)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔

مسئلہ: ایک روزہ کے فدیہ کو دو آدمیوں میں تقسیم کرنا یا چند روزوں کے فدیہ کو ایک ہی شخص کو ایک تاریخ میں دینا درست نہیں، جیسا کہ شامی نے بحوالہ بحر از قنیہ نقل کیا ہے اور بیان القرآن میں اسی کو نقل کیا گیا ہے مگر حضرتؒ نے امداد الفتاویٰ میں فتویٰ اس پر نقل کیا ہے کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، شامی نے بھی فتویٰ اس پر نقل کیا ہے، البتہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک تاریخ میں ایک کو نہ دے، لیکن دے دینے میں بھی گنجائش ہے، یہ فتویٰ مورخہ ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۵۳ھ امداد الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۴ میں منقول ہے (معارف القرآن ج ا ص ۴۴۶ سورۂ بقرہ پارہ نمبر ۲ رکوع نمبر ۶) (امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۲۴ مطبوعہ پاکستان۔ ج ۲ ص ۱۶۱ ص ۴۴۶ سورۂ بقرہ پارہ نمبر ۲ رکوع نمبر ۶) (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۲۴ مطبوعہ پاکستان ج ۲، ص ۱۶۱، ص ۱۶۲ مطبوعہ ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند)

بہشتی زیور میں ہے:۔ مسئلہ وہ گیہوں (یعنی فدیہ کے گیہوں) اگر تھوڑے تھوڑے کئی مسکینوں کو بانٹ دے دے تو بھی صحیح ہے (بہشتی زیور ص ۴۲ حصہ تیسرا، فدیہ کا بیان)

احسن الفتاویٰ میں ہے۔

(سوال ۲۰۱) پانچ چھ روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب ومنه الصدق والصواب) اس میں اختلاف ہے، درمختار میں جائز لکھا ہے، اور شامیہ میں بحر سے نقل کیا ہے کہ عند الامامؒ جائز نہیں، امام ابو یوسفؒ سے جواز کی روایت ہے، شامیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فدیہ متعدد اشخاص پر تقسیم کرنے کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کا قول جواز، ماخوذ بہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ حکم فدیہ کا للکفارہ نہیں بلکہ احد قۃ الفطر ہے۔ لہذا متعدد روزوں کا ایک فدیہ ایک مسکین کو دینے میں بھی امام ابو یوسفؒ کا قول ہی راجح ہوگا یعنی یہی قول ماخوذ بہ ہے (اس کے بعد درمختار و شامی کی عبارت ہے) (احسن الفتاویٰ ص ۳۶۶ کامل مبوب کتاب الصوم والاعتکاف)

مرض الموت میں شوہر طلاق دے دے تو بیوی کو ترکہ ملے گا یا نہیں:

(سوال ۳۸۸) ایک شخص بہت بیمار تھا، اسی بیماری میں اس کا انتقال بھی ہوگیا، یعنی وہ مرض الموت میں مبتلا تھا، اس درمیان اس نے اپنے انتقال کے دس پندرہ روز پہلے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں، اس کی نیت کیا تھی وہ تو اللہ ہی

جانتا ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصود محض اپنی بیوی کو میراث سے محروم کرنا تھا، دونوں کے تعلقات خراب تھے تو اس مطلقہ عورت کو اس شخص کے ترکہ سے میراث ملے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شوہر نے مرض الموت میں عورت کو بغیر اس کے مطالبہ کے تین طلاقیں دے دیں اور عدت میں شوہر کا انتقال ہوگیا تو عورت میراث سے محروم نہ ہوگی اس کا جتنا حصہ شرعاً مقرر ہے وہ اس کو ملے گا۔ اور اگر عورت کے مطالبہ پر شوہر نے طلاق دی ہے تو وہ وارث نہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ولو طلقها بائنا او ثلثاً ثم مات وهی فی العدة فکذلک عندنا ترث ولو انقضت عدتها ثم مات لم ترث وهذا اذا طلقها من غیر سوالها فاما اذا طلقها بسوالها فلا میراث لها کذا فی المحیط (عالمگیری ج ۲ ص ۱۲۲ باب طلاق المریض)

مفید الوارثین میں ہے۔ اگر مریض اپنی زوجہ کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دے دے تو واقع ہو جائے گی لیکن اگر عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر مر گیا تو زوجہ میراث سے محروم نہ ہوگی (ص ۴۶) (بہشتی زیور ص ۴۱، ص ۴۲ حصہ چہارم بیمار کی طلاق دینے کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثاء میں ایک اخیافی بھائی بہن ہیں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟:

(سوال ۳۸۹) ایک شخص کا انتقال ہوگیا، ان کے وارثوں میں صرف ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن ہے (اخیافی یعنی ماں ایک ہو باپ الگ الگ ہوں ان کو ماں شریک بھائی کہتے ہیں) ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرحوم کے انتقال کے وقت ان کے وارثوں میں صرف ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن ہے، ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہ ہوں نہ مرحوم کے باپ، دادا، پردادا لڑکا لڑکی، پوتا، پوتی ہو اور نہ عصبات وذوالفروض میں سے کوئی ہو تو ان کی کل مال وملکیت کے دو حصے ہوں گے ایک حصہ اخیافی بھائی کو اور ایک حصہ اخیافی بہن کو ملے گا۔ قاعدہ کے اعتبار سے ان دونوں کو مرحوم کے کل مال کا ثلث تہائی حصہ ملتا ہے مگر چونکہ کوئی دوسرا وارث موجود نہیں ہے اس لئے بقیہ دو حصے بھی ان دونوں پر رد ہوں گے، نیز یہ بھی خیال رہے کہ اخیافی بھائی بہنوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ نہیں ہے، اخیافی بھائی بہنوں کو برابر ملتا ہے۔ هکذا فی کتب الفرائض.

(نوٹ) اخیافی بھائی بہن ذوی الفروض میں داخل ہیں، عصبات میں ان کا شمار نہیں، ان کی تین حالتیں ہیں (۱) جب یہ ایک ہو اور میت کا باپ دادا لڑکا لڑکی پوتا، پوتی موجود نہ ہوں تو اس کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا (۲) جب یہ دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو کل مال کا ثلث ملے گا (۳) جب میراث کا باپ دادا، لڑکا لڑکی، پوتا پوتی میں سے کوئی بھی موجود ہو تو اخیافی بہن محروم ہوتے ہیں، سراجی میں ہے، واما لاولاد الام فاحوال ثلث السدس للواحد والثلث للاثنین فصاعداً ذکورهم واناثهم فی القسمة والاستحقاق سواء ویسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق (سراجی ص ۶ باب معرفة الفروض الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

اپنے مال میں تصرف کرنا، نافرمان اولاد کو میراث سے محروم کرنا:

(سوال ۳۹۰) زید کے پاس جو کچھ مال واسباب ہے وہ اس کا بلاشرکت غیر مالک ومختار ہے اس کے لڑکے اپنا کاروبار الگ کرتے ہیں اور وہ سب زید کے نافرمان ہیں، زید کی ایک لڑکی ہے اور وہ غیر شادی شدہ ہے، زید اپنا مال وملکیت اپنی بیٹی کو دینا چاہتا ہے، لڑکوں کو یہ گوارہ نہیں ہے وہ اپنے والد کو طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں ان حالات میں زید اپنی ملک میں سے لڑکی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور لڑکوں کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) زید اپنے مال کا مالک ومختار ہے، زندگی میں جس کو چاہے دے سکتا ہے، فروخت کر سکتا ہے، لڑکی کو دے سکتا ہے مگر نیت لڑکوں کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی نہ ہو ورنہ گنہگار ہوگا، لڑکے بہر حال لڑکے ہیں، نافرمان ہونے کی وجہ سے عاق کرنے کی اجازت نہیں، باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ اس نے چھوڑا ہوگا اس میں نافرمان لڑکوں کو بھی ان کا حصہ ملے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مکان قابل تقسیم ہو اور بعض وارث مکان میں سے حصہ کا مطالبہ کریں تو مکان کس طرح تقسیم کیا جائے گا:

(سوال ۳۹۱) ہمارے والد صاحب جناب ابراہم صاحب کا ایک مکان ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہے، تقریباً چالیس سال قبل ان کا انتقال ہو گیا اس وقت ان کے وارثوں میں ان کی اہلیہ تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، اس کے بعد ہماری والدہ کا انتقال ہوا، ان کے وارثوں میں اوپر درج شدہ تین لڑکے (اقبال، خالد، زاہد) اور تین لڑکیاں (راشدہ، فاطمہ، حلیمہ) ہی تھیں ہمارے نانا نانی کا ہماری والدہ سے پہلے انتقال ہو گیا تھا، پھر ہمارے ایک بھائی اقبال کا انتقال ہو گیا، ان کے وارثوں میں ان کی زوجہ عائشہ خاتون، اور تین لڑکے (یوسف، محمد انس، طلحہ) اور پانچ لڑکیاں (میمونہ، سلمٰی رضیہ، حامدہ، نائمہ) ہیں، ہمارے والد کا مکان وارثوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ ہماری دو بہنوں کا خیال یہ ہے کہ ان کو مکان ہی میں سے حصہ دیا جائے، ایک مطلقہ ہے اور ایک کنواری ہے اور مکان بڑا بھی ہے تقسیم ہو سکتا ہے، تو ہم کس طرح تقسیم کریں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ھوالموفق

میت مسئلہ ۹ تصحیح ۲۹۶ — مرحوم ابراہیم و زوجہ

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
اقبال	خالد	زاہد	راشدہ	فاطمہ	حلیمہ
۲	۲ / ۸۸	۲ / ۸۸	۱ / ۴۴	۱ / ۴۴	۱ / ۴۴

صورت مسئولہ میں بعد ادائیگی حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع مرحوم جناب ابراہیم کا ترکہ ۲۹۶ سہام پر تقسیم ہوگا، اس میں سے خالد کو ۸۸ حصے زاہد کو ۸۸ حصے، راشدہ کو ۴۴ حصے فاطمہ کو ۴۴ حصے حلیمہ کو ۴۴ حصے اور مرحوم اقبال کی بیوی عائشہ کو ۱۱ حصے، یوسف کو ۱۴ حصے، محمد انس کو ۱۴ حصے، محمد طلحہ کو ۱۴ حصے، میمونہ کو ۷ حصے سلمٰی کو ۷ حصے، رضیہ کو ۷ حصے، حامدہ کو ۷ حصے نائمہ کو ۷ حصے ملیں گے۔

آپ کی دو بہنیں مکان میں سے حصہ مانگ رہی ہیں، مکان بڑا ہے اور تقسیم ہو سکتا ہے لہذا جب ان کی خواہش ہے کہ ہمیں اپنے والد مرحوم کی یادگار میں سے ہی حصہ ملے تو اسے مکان میں سے حصہ دے دیا جائے، اگر قیمت لگا کر تقسیم کیا جائے تو ان کے حصہ میں جتنی رقم آتی ہو ممکن ہے کہ اس رقم سے آج کی مہنگائی کے زمانہ میں مکان نہ خرید سکیں تو وہ بے گھر ہو جائیں گی اس لئے بہنوں کی جو تجویز ہے وہ بہتر ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب، ۱۴ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ۔

(۱) صرف لڑکیاں ہوں تو بھائی بہن کو ترکہ میں استحقاق ہوگا یا نہیں؟

(۲) اپنی زندگی میں اولاد کو جائیداد کا ہبہ؟:

(سوال ۳۹۲) ہم تین بھائی اور دو بہنیں ہیں، باپ کی ملکیت کا مکمل بٹوارہ ہو چکا ہے، رہن سہن بھی الگ الگ ہے، منشاء سوال یہ ہے کہ میری چھ لڑکیاں ہیں، لڑکے نہیں ہیں تو کیا میرے مال میں سے میرے بھائی اور بہنوں کو بھی ورثہ ملے گا؟ اگر ملے گا تو کتنا؟

(۲) میں اپنی حیات میں اپنی لڑکیوں کو اپنی ملکیت بخشش کر سکتا ہوں یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہوں تو کس طریقہ سے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عورت (بیوی) ہو تو آٹھویں حصہ کی وہ حق دار ہے اور لڑکیاں چھ ہیں وہ آپ کی ترکہ میں سے دوثلث ($\frac{2}{3}$) کی حق دار ہیں آپس میں برابر سرابر تقسیم کر لیں، اس کے بعد جو بچے اس میں بھائی بہن حق دار ہوں گے اور للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ (یعنی ایک بھائی کو دو بہنوں کے برابر) ملے گا، یہ حکم آپ کی وفات کے بعد کا ہے، بھائی بہن شرعاً وارث ہیں۔

آپ اپنی زندگی میں کیوں تقسیم کرنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ اپنی زندگی میں صرف اپنی بیوی اور لڑکیوں کو دیں گے اور جو کچھ دینا ہو اس پر قبضہ بھی کرا دیں تو قانوناً اگر چہ لڑکیاں اور بیوی مالک بن جائیں گی مگر بھائی بہن محروم ہوں گے اور ان کو محروم کرنے کا گناہ ہوگا، اگر آپ اپنے کو گناہ سے بچانا چاہتے ہوں اور زندگی میں تقسیم کرنا ضروری ہو تو بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے آپ اپنے لئے بقدر ضرورت الگ نکال لیجئے (کہ آئندہ آپ کو دوسروں کا محتاج ہونا نہ پڑے) بعدہٗ بیوی کو آٹھواں حصہ، چھ لڑکیوں کو کل مال کے دو حصے اور اس کے بعد جو بچے اوپر بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ دیا جائے انشاء اللہ اس صورت میں ہر ایک کو اپنا حق مل جائے گا اور کوئی محروم نہ رہے گا فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زندگی میں اپنی لڑکیوں کو جائیداد کی تقسیم کر دینا:

(سوال ۳۹۳) میری صرف لڑکیاں ہیں، بھائی بہن صاحب مال ہیں اور ایک دوسرے کی وراثت کی تمنا نہیں رکھتے، اس حال میں بھی کیا میرے بھائی بہنوں کو ترکہ میں سے دیا جائے گا؟ اگر میرے بھائی بہن راضی ہوں تو میں اپنی لڑکیوں کو اپنی جائیداد وغیرہ بطور ہبہ دے سکتا ہوں؟ رہنمائی فرمائیں، جزا کم اللہ، بینوا توجروا.

(الجواب) انتقال کے بعد ترکہ کی تقسیم شرعی حکم ہے، جو بھی شرعاً وارث ہو شریعت کے قانون کے مطابق اسے اس کا حق ملتا ہے وہ مالدار ہو یا غریب، تقسیم وراثت اپنی مرضی کی چیز نہیں کہ جسے چاہیں دے دیں اور جسے چاہیں نہ دیں، اور جو شرعی وارث ہے اسے بھی یہ حق نہیں کہ اپنا حصہ نہ لے بلکہ شرعاً اسے اس کا حصہ ملے گا، ہاں لینے کے بعد اسے حق حاصل ہے کہ جسے چاہے بخشش کے طور پر دے دے، اور اپنی زندگی میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ترکہ کی تقسیم یا بالفاظ دیگر تقسیم وراثت نہیں، یہ ہبہ اور بخشش ہے اور انسان کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے یہ حق ہے کہ اپنے مال میں جو چاہے تصرف کرے، لیکن اگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے اپنا مال کسی کو دے دے تو نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا، تفصیل کے لے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۵ ص ۲۷۶ ج ۶) (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب میں، وارثوں کو محروم کرنے کا گناہ کے عنوان سے دیکھا جائے ۱۲ مرتب) اور اگر وارثوں کو محروم کرنے کی قطعاً نیت نہ ہو اور ورثہ بھی دل سے اس پر راضی ہوں اور محض اس خیال سے کہ میرے انتقال کے بعد لڑکیوں کو تکلیف اور پریشانی نہ ہو اپنی زندگی میں بخشش کر کے قبضہ دے کر مالک و مختار بنا دے تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ماں نے اپنے والد کے ترکہ میں سے حصہ لینے سے انکار کیا تھا اب اس کی اولاد حصہ مانگ رہی ہے:

(سوال ۳۹۴) ایک شخص کے آٹھ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں ان کے والدین اور بیوی کا انتقال ان کی زندگی میں ہو گیا، ایک لڑکی کا انتقال والد کے بعد ہوا، اس لڑکی نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ مجھے اپنے والد کی ملکیت میں سے اپنا حق نہیں چاہئے، اور اس بات کے گواہ بھی ہیں، اس مرحومہ کے چھ لڑکے اور ایک لڑکی ہے، اس کے شوہر کا انتقال اس سے پہلے ہو گیا تھا، اس مرحومہ لڑکی کی کچھ اولاد اپنا حق (جو ماں سے انہیں مل سکتا ہے) مانگ رہے ہیں اور کچھ انکار کرتے ہیں، تو اب شرعاً کیا حکم ہے؟ لڑکی کو اس کے باپ کی جائیداد میں سے حق ملے گا یا نہیں؟ اور اس کے جو بچے اپنی والدہ کے حصہ میں سے اپنا حق مانگ رہے ہیں ان کا مطالبہ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) انتقال کے بعد مرحوم کے ترکہ کی تقسیم حکم شرعی ہے، جو بھی شرعاً وارث ہو شریعت کے مطابق اسے حق ملتا ہے، یہ اپنی مرضی کی بات نہیں ہے کہ جسے چاہیں دے دیں اور جسے چاہیں نہ دیں، اور جو شخص شرعی وارث ہے اسے بھی یہ حق نہیں ہے کہ اپنا حصہ نہ لے، اسے اس کا حق ملے گا، درمختار میں ہے: والثالث اما اختیاری وهو الوصية او اضطراری وهو الميراث وسمی فرائض لان الله تعالیٰ قسمه بنفسه واوضحه وضوح النهار بشمسه .الخ (درمختار مع رد المحتار ص ۶۶۳ ج۵، کتاب الفرائض)

لہذا صورت مسئولہ میں صرف اتنا کہہ دینے سے کہ مجھے میرا حق لینا نہیں ہے اس سے اس کا شرعی حق ختم نہ ہوگا (فتاویٰ رحیمیہ جلد اول، چند کلمات کے ماتحت)

صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحوم کی کل مال و ملکیت کے اٹھارہ سہام کر کے ہر لڑکے کو دو دو سہام اور ہر لڑکی کو ایک ایک سہام دیا جائے، مرحومہ لڑکی کو جو ایک حصہ ملا ہے پھر اس کے تیرا/۱۳ حصے ہوں گے ہر لڑکے کے دو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا، جن وارثوں کو حصہ نہ لینا ہو وہ اپنا حصہ لینے کے بعد جنہیں چاہیں اپنی مرضی سے دے سکتے ہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک لاولد خاتون کے تین بھائی تین بہنیں وارث ہوں تو اس کا حکم :

(سوال ۳۹۵) ایک خاتون ہے ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اس کے والدین بھی نہیں ہیں، اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے، رشتے داروں میں تین بھائی اور تین بہنیں ہیں، یہ عورت ابھی حیات ہے اگر اس عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ کیا یہ خاتون اپنی حیات میں جس کو چاہے اور جتنا چاہے اپنی ملک میں سے دے سکتی ہے؟ یا کسی کے لئے وصیت کر سکتی ہے؟ یہ عورت چاہتی ہے کہ اپنی وصیت لکھ کر رکھ دے مگر وہ بذات خود نہیں لکھ سکتی، تو اگر کسی کے پاس لکھوائے اور یہ عورت اس پر اپنے دستخط کر دے تو کیا یہ وصیت معتبر ہوگی؟ اس عورت کا ایک بھانجا اور ایک بھانجی ہے کیا وہ بھی وارثوں میں شامل ہو کر ترکہ کے حق دار ہوں گے؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (سورت)

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر خاتون کے انتقال کے وقت اس کے تین بھائی اور تین بہنیں حیات ہوں تو حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین، قرض، بعدہ ⅓ میں سے وصیت) کی ادائیگی کے بعد ترکہ کے نو حصے ہوں گے، ہر بھائی کو دو، دو حصے اور ہر بہن کو ایک ایک حصہ ملے گا، بھانجا، بھانجی ذوی الارحام میں سے ہیں اور بھائی بہن عصبہ ہیں اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں، لہذا بھانجا بھانجی وراثۃً حق دار نہ ہوں گے، اگر مذکورہ خاتون اپنے بھانجے بھانجی کو کچھ دینا چاہتی ہوں تو ایک تہائی مال تک وصیت کر سکتی ہیں اپنی زندگی میں جو کچھ دیا جائے یہ ترکہ کی تقسیم نہیں بلکہ ہبہ (اور بخشش) ہے اور انسان کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے یہ حق ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اپنے مال میں جو چاہے تصرف کرے (فتاویٰ محمودیہ ص ۶۳ ج ۵، باب مسائل المیراث) لیکن اگر وارثوں کو محروم کرنے یا کم حصہ ملے اس نیت سے اپنا مال کسی کو دے دے تو یہ بالکل غیر مناسب ہے کہ وراثت ملک غیر اختیاری ہے۔ اس لئے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے بعد ورثہ میں سے کسی کو محروم کر دے، شریعت نے جو حصہ جس وارث کا متعین کر دیا ہے) وہ اس کو ضرور پہنچے گا خواہ مورث راضی ہو یا ناراض (فتاویٰ محمودیہ ص ۶۳ ج ۵) اور احادیث میں اس پر سخت وعید ہے، مفید الوارثین میں ہے: ایک صحیح حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں، لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں (یعنی بلا وجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کر دیتے ہیں یا حصہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ پہنچا دیتا ہے (مفید الوارثین ص ۱۲ (مشکوۃ شریف ص ۲۶۵ باب الوصایا)

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الرجل

لیعمل والمرأة بطاعة الله ستین سنة ثم یحضر هما الموت فیضا ران فی الوصیة فتجب لهما النار ثم قرأ ابو هریرة من بعد وصیة یوصی بها او دین غیر مضار الیٰ قوله تعالیٰ وذلک الفوز العظیم (مشکوة ص ۲۶۵ ایضاً باب الوصایا) حاشیہ میں ہے (قوله فیضاران . من المضارة ای یو صلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیة للاجنبی باکثر الثلث اوبان یهب جمیع ماله لو احد من الوارثة کیلا یرث وارث آخر من ماله شیئا فهذا مکروه وفرار عن حکم الله ۱۲ مرقات) (التعلیق الصبیح ص ۲۹۸ ج۳)

دوسری حدیث میں ہے ارشاد ہے: عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیمة یعنی جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کردے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم فرمادیں گے (مشکوٰة شریف ص ۲۶۶ باب الوصایا مفید الوارثین ص ۱۲ فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۴ ج۱۰)، لہذا مناسب یہی ہے کہ اس عمر میں اگر کسی کے ساتھ سلوک کرنا ہو تو ایک تہائی کے اندر اندر کیا جائے (اور نیت صرف سلوک کی ہو وارثوں کو حصہ کم ملے یہ نیت نہ ہو) اور زندگی میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ہبہ (بخشش) ہے اور ہبہ تام (مکمل) ہونے کے لئے قبضہ شرط ہے، لہذا جو کچھ دینا ہو اگر وہ قابل تقسیم ہو تو تقسیم کر کے مکمل قبضہ دے کر مالک و مختار بنا دیا جائے تاکہ ہبہ مکمل اور تام ہو جائے۔ (درمختار و شامی ص ۷۰۰، ص ۷۰۳ ج۴) (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۷ ج۳ (جدید ترتیب کے مطابق کتاب الھبۃ میں باپ اپنی حیات میں بیٹے، بیٹی کو جائیداد ھبہ کرے مگر قبضہ خود رکھے الخ کے عنوان سے ملاحظہ کیا جائے ص۲۱۱ ج۹ مرتب)

اگر مذکورہ خاتون خود وصیت نامہ نہ لکھ سکیں اور دوسرا شخص ان کے حکم سے وکیل بن کر وصیت نامہ لکھ دے اور پھر وہ وصیت نامہ مذکورہ خاتون کو اور شرعی گواہوں کو سنا کر اس پر مذکورہ خاتون اور گواہ دستخط کر دیں اور بعد میں شرعی گواہ وصیت نامہ کی گواہی دیں تو ایسا وصیت نامہ معتبر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

متوفی کی جو رقم و زیور امانت ہو وہ اس کے ورثاء کو دی جائے:

(سوال ۳۹۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو ایک بڑی رقم اور زیورات بطور امانت دی اور کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے ورثاء میں سے فلاں فلاں دو لڑکوں کو دے دینا، دو لڑکوں میں سے ایک لڑکے نے بکر سے اپنے باپ کی امانت میں سے بڑی رقم قرض لی تھی، زید کی اجازت کے بغیر اب زید وفات پا چکے ہیں تو بکر یہ امانت کس کو دے؟ صرف ان دو لڑکوں کو یا تمام وارثوں میں تقسیم کرے؟ زید کے وارثوں میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، زید کی اہلیہ اور اسی طرح زید کے والدین کا انتقال زید کی زندگی میں ہو گیا تھا، بینوا توجروا۔

(الجواب) زید کی رقم جو بکر کے پاس بطور امانت ہے اور اس رقم میں سے بکر نے زید کی اجازت کے بغیر اس کے لڑکے کو بطور قرض دی ہے وہ رقم لڑکے سے وصول کر لی جائے اور پوری رقم اور زیورات کے گیارہ حصے کئے جائیں دو، دو حصے چار لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ تین لڑکیوں کو تقسیم کیا جائے زید کی وصیت پر عمل کرنا درست نہیں لا وصیة لوارث۔ الحدیث۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ یکم ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ۔

بوقت تقسیم جائیداد کی جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہوگا:

(سوال ۳۹۷) ہمارے والد صاحب کا انتقال ۱۹۷۵ء میں ہوا، وارثوں میں ہمارے والد صاحب کی دوسری اہلیہ اور آٹھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، ان کے والدین (یعنی ہمارے دادا، دادی اور ان کی پہلی اہلیہ کا انتقال ان کی زندگی میں ہو گیا تھا، والد صاحب کے انتقال کے بعد ۱۹۷۷ء میں جائیداد وغیرہ کی تقسیم کے لئے ایک خاکہ بنایا گیا مگر وہ خاکہ صرف کاغذ پر رہا باقاعدہ تقسیم وراثت نہ ہو سکی اور پھر تقسیم کا معاملہ ہی معرض التوء میں پڑ گیا، ۱۹۸۶ء میں ایک مرتبہ ہمارے بڑے بھائی میرے پاس آئے اور ۱۹۷۷ء کے خاکہ کے مطابق تقسیم کی گفتگو کی، دوسرے ورثہ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی، احقر نے عرض کیا کہ وہ تقسیم صرف کاغذ پر رہی، اب آج تقسیم کرنے کا خیال ہے تو اس وقت جائیداد وغیرہ کی جو قیمت بنتی ہے اس کے اعتبار سے تقسیم کرنا چاہئے، مگر وہ اپنی بات پر مصر رہے تو احقر نے اس تقسیم پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا، اب حال میں پھر جائیداد وغیرہ کی تقسیم کی بات چل رہی ہے، دریافت طلب بات یہ ہے کہ جائیداد وغیرہ کی تقسیم حالیہ قیمت سے ہوگی یا ۱۹۷۷ء والے کاغذی خاکہ کے وقت کی قیمت کے اعتبار سے ہوگی۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد چار بھائیوں اور تین بہنوں کی شادی مشترکہ کاروبار سے کی گئی تو جتنا خرچ ہوا ہے کیا یہ خرچ ان کے حصہ میں سے وضع کیا جائے گا بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر سوال میں درج شدہ باتیں بالکل صحیح ہوں اور حقیقت یہی ہو کہ ابھی تک جائیداد وغیرہ کی تقسیم نہیں ہوئی ہے اور نہ حصہ متعین کر کے ہر ایک کا حصہ ادا کیا گیا، یا کچھ ادا کر کے دوسروں سے ان کی رضامندی سے بعد میں ادائیگی کے لئے مدت لی گئی، اور اب اس وقت تقسیم کرنا چاہتے ہو تو جائیداد کی تقسیم حالیہ قیمت کے اعتبار سے ہوگی ۱۹۷۷ء میں جائیداد کی تقسیم کر لی ہوتی اور ہر وارث کا حصہ معین کر دیا گیا ہوتا تو اس وقت کے اعتبار سے ٹھیک تھا مگر جب کہ تقسیم صرف کاغذی خاکہ تک رہی باقاعدہ عمل میں نہیں آئی اور اب ہر وارث کو اس کا شرعی حصہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو جس وقت ترکہ تقسیم کیا جائے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے، اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

جن بھائی بہنوں کی شادی والد صاحب کے انتقال کے بعد ہوئی ہے کیا شادی کے وقت ان سے یہ کہا گیا تھا کہ جو کچھ ان کی شادی کے سلسلہ میں خرچ ہوگا تقسیم وراثت کے وقت اس کو وضع کیا جائے گا اگر باہمی یہ معاہدہ ہو گیا ہو اور بھائی بہنوں نے اسے تسلیم کیا ہو تب تو اخراجات وضع کر کے ان کا حصہ ادا کیا جائے گا اور اگر باہمی رضامندی سے ایسا معاہدہ نہ ہوا ہو تو اسے تبرع و احسان کہا جائے گا، ان کے حصہ میں سے جبراً وصول نہیں کیا جا سکتا، البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے وضع کرنے کے لئے کہیں تو ان کی مرضی کی بات ہے، صورت مسئولہ میں مرحوم کے وارثوں میں درج شدہ ہی ورثہ ہوں تو حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحوم کے ترکہ کے ۱۶۸ سہام ہوں گے مرحوم کی اہلیہ کو ۲۱ سہام (ثمن) ہر لڑکے کو ۱۴-۱۴ سہام ہر لڑکی کو ۷-۷ سہام ملیں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں میں زوجہ، والدہ اور حقیقی بھائی بہن، علاتی بھائی اور اخیافی بھائی بہن موجود ہیں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا :

(سوال ۳۹۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ عباس سلیمان کا انتقال ہوگیا، عباس کی کوئی اولاد نہیں ہے ان کے وارثوں میں ان کی اہلیہ والدہ دو حقیقی بھائی اور دو حقیقی بہنیں ہیں، اور ان کے علاوہ ان کے تین علاتی بھائی (باپ ایک، ماں الگ) بھی ہیں، اور مرحوم عباس کی والدہ کا نکاح پہلے ایک شخص مسمی غلام رسول سے ہوا تھا ان سے چار اولادیں ہوئیں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں (یعنی مرحوم کے ایک اخیافی بھائی اور تین اخیافی بہن بھی ہیں) واضح ہو کہ جائیداد مرحوم عباس کی ہے مرحوم کا ترکہ مذکورہ وارثوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ مرحوم عباس کے والد اور دادا کا انتقال بھی مرحوم سے پہلے ہوگیا ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مرحوم عباس کے سوال میں درج شدہ ہی وارث ہوں، مرحوم کی اولاد باپ دادا میں سے بھی کوئی نہ ہو تو حقوق متقدمہ علی الارث تجہیز وتکفین، قرض، بعدہ ایک ثلث میں سے جائز وصیت ادا کرنے کے بعد مرحوم کی ذاتی مال وملکیت کے ۲۴ حصے ہوں گے اس میں سے۔

مرحوم عباس کی زوجہ کو	۶	حصے	(چوتھا حصہ)
مرحوم عباس کی والدہ کو	۴	حصے	(چھٹا حصہ)
مرحوم عباس کے اخیافی بھائی کو	۲	حصے	
مرحوم عباس کی ایک اخیافی بہن کو	۲	حصے	
مرحوم عباس کی دوسری اخیافی بہن کو	۲	حصے	
مرحوم عباس کی تیسری اخیافی بہن کو	۲	حصے	
مرحوم عباس کے ایک حقیقی بھائی کو	۲	حصے	
مرحوم عباس کے دوسرے حقیقی بھائی کو	۲	حصے	
مرحوم عباس کی ایک حقیقی بہن کو	۱	حصے	
مرحوم عباس کی دوسری حقیقی بہن کو	۱/۲	حصہ ملے گا۔	

مرحوم عباس کے علاتی بھائی، حقیقی بھائیوں کے موجود ہونے کی وجہ سے محروم ہیں، حقیقی بھائی، علاتی بھائیوں کی بہ نسبت قریب کے عصبہ ہیں، اور مرحوم کے اخیافی بھائی بہن ذوی الفروض ہیں اور صورت مسئولہ میں مرحوم عباس کی اولاد باپ دادا میں سے کوئی نہیں ہے اس لئے یہ محروم نہیں، شرعاً وارث ہیں۔ اور ثلث مال کے حق دار ہیں۔ اور یہ ثلث مال ان کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہوگا۔ سراجی میں ہے۔ واما اولاد الام فاحوال ثلث، السدس للواحد والثلث للاثنین فصاعداً ذکورهم واناثهم فی القسمة والاستحقاق سواء ویسقطون بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاتفاق (سراجی ص ۱۶ باب معرفة الفروض ومستحقیها)

اور اخیافی بھائی بہن ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں سراجی میں ہے وفریق یرثون بحال ویحجبون بحال وهذا مبنی علی اصلین احدهما هو ان کل من یدلی الی المیت بشخص لا یرث مع وجود ذلک الشخص سوی اولاد الام فانهم یرثون معها لانعدام استحقاقها جمیع الترکة (سراجی باب الحجب) فقط والله اعلم بالصواب .

وارثوں میں صرف ایک حقیقی بھائی اور ایک علاتی بہن ہے اور اس کا حکم:

(سوال ۳۹۹) ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کی کوئی اولاد اور باپ دادا میں سے کوئی نہیں ہے، صرف ایک حقیقی بھائی اور ایک علاتی بہن ہے تو مرحوم کے ترکہ کا حق دار کون ہے؟ علاتی بہن کو اگر ملتا ہو تو کتنا ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ مرحوم کے ماں باپ دادا وغیرہ اور اولاد میں بھی کوئی بیٹا بیٹی نہیں، صرف ایک حقیقی بھائی اور ایک علاتی بہن ہے تو حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحوم کا کل ترکہ حقیقی بھائی کو ملے گا، علاتی بہن محروم ہے۔ سراجی میں ہے۔ ویسقط بنو العلات بالاخ لاب وام وبالاخت لاب واما اذا صارت عصبة (سراجی باب معرفة الفروض ومستحقیها) تنویر الحواشی شرح سراجی میں ہے: اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہیں تو علاتی بہن (بلکہ علاتی بھائی بھی) میراث سے محروم رہیں گے اور ان کو کچھ حق نہیں پہنچے گا (تنویر الحواشی ص ۲۸) (مفید الوارثین ص ۱۱۵، فصل دسویں علاتی بہن کے حصے) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں میں بھانجی اور بھانجے کے دو لڑکے ہیں:

(سوال ۴۰۰) عبدالرحمٰن کا انتقال ہوا، اس کے وارثوں میں اس کی ایک حقیقی بہن کی ایک لڑکی (یعنی اس کی بھانجی) اور دوسری حقیقی بہن کے لڑکے کے دو لڑکے (یعنی اس کے بھانجے کے دو بیٹے) ہیں، ان کے علاوہ کوئی وارث نہیں، والدین اور اس کی دونوں بہنوں کا انتقال عبدالرحمٰن کی زندگی میں ہوگیا تھا تو عبدالرحمٰن کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں عبدالرحمٰن کے وارثوں میں صرف سوال میں درج شدہ ہی وارث ہوں، ماں باپ ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحوم کا کل ترکہ ان کی حقیقی بھانجی کو ملے گا، بھانجے کی اولاد محروم ہے، ان کو کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ بھانجی بہ نسبت بھانجے کی اولاد کی میت کے زیادہ قریب ہے۔

بھانجے اور بھانجی کی اولاد ذوی الارحام کی صنف سوم میں داخل ہیں اور صنف سوم میں تقسیم وراثت کا طریقہ یہ ہے کہ میت سے جو اقرب ہوتا ہے وہ مقدم ہوتا ہے، سراجی میں ہے: فصل فی الصنف الثالث الحکم فیهم کالحکم فی الصنف الاول اعنی اولهم بالمیراث اقربهم الی المیت (سراجی ص ۴۷ باب ذوی الارحام)

مفید الوارثین میں ہے: ۔ جب درجہ اول ودوم کے ذوی الارحام موجود نہ ہوں (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی کوئی نہ ہو) تو درجہ سوم کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ان میں بھی جو میت سے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ بعید سے مقدم ہے یعنی جن چار نمبروں کا ہم ذکر کرتے ہیں ان میں اول نمبر کے سامنے دوم نمبر والے محروم رہیں گے اور

دونمبر کی موجودگی میں سوم نمبر والے محروم ہوں گے وعلی ہذا القیاس۔ اس کے بعد حضرت مؤلف علیہ الرحمہ نے چاروں نمبروں کا تفصیل سے بیان فرمایا ہے، بھانجی کو درجۂ سوم کے نمبر والے وارثوں میں اور بھانجوں کی اولاد کو درجۂ سوم کے نمبر۲ کے وارثوں میں شمار فرمایا ہے، لہٰذا بھانجے کی اولاد بھانجی کی موجودگی میں محروم ہوگی (مفید الوارثین ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۰ فصل نمبر۳ ذوی الارحام کا تیسرا درجہ) اسی تفصیل کے ساتھ تنویر الحواشی شرح سراجی (اردو) ص۹۸ تا ص۱۰۱ میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں میں بیٹا بیٹی ہیں، بیٹا زمین کا خالی حصہ بیٹی کو دینا چاہتا ہے اور تعمیر شدہ خود لینا چاہتا ہے:

(سوال ۴۰۱) ایک شخص کا انتقال ہوگیا وارثوں میں صرف ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے، اس کی اہلیہ کا اور ماں باپ کا انتقال مرحوم کی زندگی میں ہوگیا تو مرحوم کا ترکہ اس کے بیٹا اور بیٹی میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ مرحوم کے ترکہ میں ایک مکان ہے، مکان کے اگلے حصہ میں تعمیر ہے اور پچھلا حصہ کھلی جگہ ہے، مکان کے تین حصے کر کے بھائی اپنی بہن سے کہتا ہے کہ تم یہ کھلی جگہ جو ایک حصہ کے بقدر ہے لے لو، بہن اس پر راضی نہیں ہے وہ کہتی ہے اس میں میرا نقصان ہے، تو شرعاً بھائی کی بات قابل قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد مرحوم کے کل ترکہ کے تین حصے ہوں گے، بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا، بھائی اپنی بہن کو مکان میں سے کھلی جگہ (جس میں تعمیر نہیں ہے) دینا چاہتا ہے اور تعمیر والا حصہ خود لینا چاہتا ہے، اگر بہن اسے لینے پر دل سے راضی نہ ہو تو بھائی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بہن کو یہ جگہ لینے پر مجبور کرے، ترکہ میں جو چیز ہوتی ہے اس کے ہر ہر جزو میں تمام وارثوں کا حق ہوتا ہے، لہٰذا کوئی وارث اپنی مرضی سے دوسرے وارث کا حصہ متعین کر کے اس کو وہ حصہ لینے پر مجبور نہیں کرسکتا، شرعاً اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے، ہدایہ اولین میں ہے: الشرکة ضربان شرکة املاک وشرکة عقود فشرکة الاملاک العین یرثها رجلان او یشتریانها فلا یجوز لاحدهما ان یتصرف فی نصیب الاخر الا باذنه (هدایه اولین ص ۶۰۴ کتاب الشرکة) فتح القدیر میں فوائد ظہیریہ سے نقل کیا ہے: ان الشرکة اذا کانت بینهما من الابتداء بأن اشتریا حنطةً او ورثاها کانت کل حبة مشترکة بینهما . الخ (فتح القدیر مع عنایة ص ۱۵۴ ج۶ کتاب الشرکة) دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے، شرکت کی دو قسمیں ہیں۔ شرکت املاک، شرکت عقود، شرکت املاک یہ ہے۔ دو آدمی (یا ان سے زیادہ) کسی چیز کے وارث بنے یا دو آدمیوں نے مل کر کوئی چیز خریدی تو وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگی، اور دونوں میں سے کسی ایک کے لئے اپنے ساتھی کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اور شرکت جب بالکل ابتداء سے ہو جیسے دو آدمیوں نے مل کر گیہوں خریدے یا گیہوں کے وارث بنے تو اس کا ہر ہر دانہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا (ہدایہ اولین، فتح القدیر)

عنایہ شرح ہدایہ میں ایک مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: ان صاحب عشرة اسهم یکون شریکاً لصاحب تسعین سهماً فی جمیع الدار علی قدر نصیبها منها ولیس لصاحب الدران یدفع صاحب

القلیل من جمیع الدار فی قدر نصیب من ای موضع کان . عبارت کا مطلب یہ ہے، کہ ایک مکان میں دو شخص حصہ دار ہیں ایک شخص کی نوے ۹۰ حصے ہیں اور دوسرے کے دس، تو دونوں اپنے اپنے حصے کے بقدر پورے مکان میں شریک ہیں، لہٰذا جس شخص کا حصہ زیادہ ہے اس کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے ساتھی کو جہاں سے چاہے حصہ دیدے (عنایہ شرح هدایه ص ۲۷۵ ج۶ مع فتح القدیر تحت المسئلة ومن اشتری عشرة اذرع من مائة ذراع من دار اوحمام ، کتاب البیوع)

لہٰذا صورت مسئولہ میں کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ دونوں میں سے کسی کا نقصان نہ ہو اور ہر ایک کو اتنا حصہ مل جائے جتنا کہ اس کا حق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

موروثہ زمین ومکان میں اپنے حصۂ میراث کو دوسرے وارث کے ہاتھ بیچنا:

(سوال ۴۰۲) ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ترکہ میں مکان اور زمین چھوڑی ہے ہم تین بھائی اور دو بہنیں ہیں، ابھی تک ترکہ باقاعدہ تقسیم نہیں ہوا، مکان اور زمین میں میرا جو شرعی حق اور حصہ ہے وہ حصہ میں اپنے ایک بھائی کو بیچنا چاہتا ہوں تقسیم سے پہلے پہلے میں اپنا حصہ بھائی کو بیچ سکتا ہوں یا نہیں؟ بھائی کے علاوہ کسی اور کو بیچوں تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ترکہ کی تقسیم سے قبل آپ مکان اور زمین کا اپنا حصہ اپنے بھائی کو بیچ سکتے ہیں، اسی طرح کسی اور کو بھی بیچنا چاہیں تو بیچنا جائز ہے، ہدایہ اولین میں ہے: ویجوز بیع احدهما نصیبه من شریکه فی جمیع الصور ومن غیر شریکه بغیر اذنه (هدایه اولین ص ۶۰۴ کتاب الشرکة)

فتح القدیر میں فوائد ظہیریہ سے نقل فرمایا ہے: ان الشرکة اذا کانت بینهما من الابتداء بان اشتریا حنطةً او ورثاها کانت کل حبة مشترکه بینهما فبیع کل منهما نصیبه شائعاً جائز من الشریک والاجنبی الخ (فتح القدیر مع عنایة ص ۱۵۴ ج۶ کتاب الشرکة. فقط واللہ اعلم بالصواب .

بڑے مکان میں سے اپنا حصہ مانگنا اور پورا مکان بیچنے پر راضی نہ ہونا:

(سوال ۴۰۳) ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، ان کے ترکہ میں ایک بڑا مکان بھی ہے، اس میں شرعاً میرا بھی حق ہے، میں کہتا ہوں کہ مکان میں میرا حصہ ہے وہ مجھے دے دو اور تقسیم کرنا آسان ہے مشکل نہیں۔ ایک فرد کہتا ہے حصہ تقسیم کرنے سے مکان کی قیمت کم ہوجائے گی، پورا مکان بیچ دیا جائے اور پیسے تقسیم کر لئے جائیں، مجھے پیسے نہیں زمین چاہئے تو اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ میں مکان میں سے زمین مانگنے کا حق دار ہوں یا نہیں؟ مجھے اپنی زمین بیچنے پر مجبور کیا جائے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) ترکہ میں جو چیز ہوتی ہے اس کے ہر ہر جزو میں تمام وارثوں کا حق ہوتا ہے اور تمام ورثاء اس میں شریک ہوتے ہیں فوائد ظہیریہ میں ہے ان الشرکة اذا کانت بینهما من الابتداء بان اشتریا حنطة او ورثاها . کانت کل حبة مشترکه بینهما (فوائدظهیریه علی هامش الهدایه ص ۶۰۴ جلد ۲)(فتح القدیر مع عنایه ص ۱۵۴ ج۶ کتاب الشرکة)

اسی طرح کسی وارث کو یہ بھی حق نہیں کہ صرف اپنی مرضی سے مکان یا زمین تقسیم کر کے دوسروں کو اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرے الا یہ کہ سب راضی ہوں، عنایہ شرح ہدایہ میں ایک مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ان صاحب عشرة اسهم يكون شريكاً لصاحب تسعين سهما فى جميع الدار على قدر نصيبهما منها وليس لصاحب الدار ان يدفع صاحب القليل من جميع الدار فى قدر نصيب من اى موضع كان (عنايه شرح هدايه ص ۲۷۵ ج ۷ مع فتح القدير كتاب الشركة

صورت مسئولہ میں مکان بڑا ہے تقسیم کے قابل ہے اور آپ کا مطالبہ یہ ہے کہ مکان میں میرا جو حصہ ہے وہی (یعنی زمین) مجھے ملنا چاہئے تو آپ کا مطالبہ صحیح ہے، آپ کی مرضی کے بغیر پورا مکان بیچ کر پیسے تقسیم کرنے پر آپ کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) قومی فساد میں باپ بیٹے شہید کر دیئے گئے، کون پہلے شہید ہوا اس کا علم نہیں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ (۲) مرنے والوں کو حکومت کی طرف سے ملی ہوئی رقم کس طرح تقسیم کی جائے؟:

(سوال ۴۰۴) ہمارے یہاں قومی فساد کے موقع پر ایک گھر میں ایک شخص حاجی سلیمان اور ان کے تین بیٹے شہید کر دیئے گئے، ان میں کون پہلے شہید ہوا کون اس کے بعد اس کا بالکل علم نہیں اور نہ اس کا کوئی چشم دید گواہ موجود ہے، تینوں بیٹوں میں ایک بیٹا محمد حنیف شادی شدہ ہے اور دو بیٹے غیر شادی شدہ ہیں، محمد حنیف کے وارثوں میں ایک بیوہ ایک بیٹا دو بیٹیاں ہیں، اور حاجی محمد سلیمان کی وارثوں میں ان تین شہید بیٹوں کے علاوہ مرحوم کی بیوی اور چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ مرحوم حاجی سلیمان کے ترکہ میں سے ان کے مرحوم بیٹے محمد حنیف کی بیوی اور بچوں کو حصہ ملے گا یا نہیں۔

(۲) جتنے افراد شہید ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک کو حکومت کی طرف سے ساٹھ ساٹھ ہزار روپے دیئے گئے ہیں، حاجی سلیمان کی بیوہ کو ان کے شوہر اور ان کے دو غیر شادی شدہ بیٹوں کے پیسے دیئے گئے ہیں، اور محمد حنیف کے پیسے ان کی بیوی کو دیئے گئے ہیں، جو رقم ملی ہے ان کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو جو افراد شہید ہوئے ان میں کون پہلے اور کون بعد میں شہید ہوا اس کا علم نہیں اور نہ کوئی گواہ ہے تو اس صورت میں شہید ہونے والے افراد آپس میں ایک دوسرے سے میراث پانے کے مستحق نہیں اور ہر ایک کی ذاتی ملکیت (مال، سامان) اس کے حیات وارثوں میں تقسیم کی جائے گی، سراجی میں ہے: اذا ماتت جماعة ولا يدرى ايهم مات اولاً جعلوا كانهم ماتوا معاً فمال كل واحد منهم لورثته الا حياء ولا يرث بعض الاموات من بعض هذا هو المختار (سراجى فصل فى الغرقى والحرقى والهدمىٰ) (معين الفرائض ص ۱۰۵، ص ۱۰۶)

حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحوم حاجی سلیمان کے ترکہ کے ۸۸ سہام ہوں گے، مرحوم کی بیوہ کو ۱۱ سہام، ہر حیات بیٹے کو چودہ چودہ سہام، اور ہر حیات بیٹی کو سات سات سہام ملیں گے۔ اگر دو غیر شادی شدہ بیٹوں کے پاس اپنا ذاتی مال ہو تو ان میں سے ہر ایک کے ترکہ کے ۶۶ سہام ہوں گے، ان کی والدہ کو گیارہ سہام اور ہر حیات بھائی کو دس دس سہام اور ہر حیات بہن کو پانچ پانچ سہام ملیں گے...... مرحوم محمد حنیف کے ترکہ کے ۹۶ سہام ہوں

گے اس میں سے ان کی اہلیہ کو بارہ سہام، ان کی والدہ کو ۱۶ سہام، ان کے بیٹے کو ۳۴ سہام، ان کی ایک بیٹی کو ۱۷ سہام اور دوسری بیٹی کو ۱۷ سہام ملیں گے۔

مرحوم حاجی سلیمان کے ترکہ میں سے ورثۂ محمد حنیف کی بیوہ اور اولاد کو کچھ نہیں ملے گا (مرحوم حاجی سلیمان کے بیٹے موجود ہیں اور بیٹوں کی موجودگی میں پوتے پوتیاں محروم ہوتی ہیں) البتہ حاجی صاحب کے ورثا اپنے مرحوم بھائی محمد حنیف کے بچوں کا تعاون کریں تو بہت بہتر ہوگا صلہ رحمی ہوگی اور انشاء اللہ اجر و ثواب کا کام ہوگا جتنا دینا ہو وارثوں کی مرضی پر موقوف ہے ایک ثلث کے اندر اندر ہے۔

حکومت کی طرف سے بطور مدد جو کچھ دیا گیا ہے وہ ترکہ نہیں ہے (۱) لہذا جن کو دیا گیا ہے وہی اس کی حق دار ہیں وہ اپنی مرضی سے دوسروں کو دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں ان کی مرضی پر موقوف ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں میں بیوی، حقیقی بھائی اور ایک علاتی بہن ہے:

(سوال ۴۰۵) حسن محمد کا انتقال ہو گیا ان کے وارثوں میں بیوہ ایک حقیقی بھائی اور ایک علاتی (باپ ایک ماں الگ الگ) بہن موجود ہے، مرحوم حسن کے والدین کا انتقال ان سے پہلے ہو گیا اور مرحوم کی کوئی اولاد نہیں تو مذکورہ وارثوں میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین، قرض بعدہ ⅓ میں سے وصیت) کی ادائیگی کے بعد مرحوم حسن محمد کے مال کے چار حصے ہوں گے ان میں سے ایک حصہ زوجہ کو اور بقیہ تین حصے بطریقہ عصبہ بھائی کو ملیں گے، علاتی بہن محروم ہے اسے کچھ نہ ملے گا، مفید الوارثین میں ہے (۵) جب حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی اور علاتی بہنیں محروم رہیں گے (مفید الوارثین ص ۱۴۱ عصبہ درجہ سوم نمبر ۲ حقیقی بھائی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رہن رکھا ہوا مکان راہن کی موت کے بعد مرتہن نے کورٹ کی اجازت سے فروخت کر دیا، پھر بھی کیا ورثاء کا حق ہے:

(سوال ۴۰۶) مرحوم محمد حسین نے محمد عمر سے ایک لاکھ روپے قرض لئے، اور اپنا مکان بطور رہن محمد عمر کے پاس رکھا، رضہ ادا کرنے سے پہلے محمد حسین کا انتقال ہو گیا، محمد حسین کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ محمد عمر (مرتہن) نے محمد حسن کے وارثوں سے کہا کہ تمہارے والد کا مکان میرے پاس رہن ہے، تم لوگ اپنے والد کا قرضہ ادا کر کے اپنا مکان چھڑا لو مگر وارثوں نے کچھ دھیان نہیں دیا، محمد عمر نے مجبوراً اپنا قرضہ وصول کرنے کے لئے کورٹ میں اپنا معاملہ پیش کیا اور کورٹ ہی کی معرفت وہ مکان ایک لاکھ روپے میں نیلام ہو گیا، ایک لاکھ روپے بالکل مناسب قیمت تھی، مکان اسی حیثیت کا تھا، محمد اقبال نے بذریعہ کورٹ وہ مکان خریدا، اس کا دستاویز محمد اقبال کے پاس تھا اس کے بعد راہن مرحوم محمد حسین کے ایک بیٹے ابراہیم کی زوجہ فاطمہ بی بی نے وہ مکان محمد اقبال سے خریدا، فاطمہ کے زوج ابراہیم کا انتقال پہلے ہو گیا تھا اب محمد حسین کے دوسرے وارث فاطمہ بی بی زوجۂ ابراہیم سے اس مکان میں سے اپنا حق مانگتے ہیں، کیا شرعاً اس مکان میں مذکورہ صورت میں محمد حسین کے وارثوں کا حق ہے؟ مدلل جواب کی ضرورت ہے، ان لوگوں کا شدید اصرار ہے حالانکہ فاطمہ بی بی نے یہ مکان خالص اپنی رقم سے خریدا ہے۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) راہن (جس نے قرضہ لے کر کوئی چیز رہن رکھی ہو) کا انتقال ہو جائے اور راہن کے ورثا اپنے مورث کا قرضہ ادا نہ کریں، ترکہ میں مال نہ ہونے کی وجہ سے یا لاپرواہی کی وجہ سے، اور شئی مرہون فروخت کی جائے تو اس کے ثمن کا سب سے زیادہ حق دار مرتہن (جس نے قرضہ دیا ہو اور شئی مرہون اس کے پاس ہو) ہے، اس ثمن میں سے

---

(۱) اس مسئلہ میں دوسری رائے یہ بھی ہے کہ وہ امدادی رقم بحکم دیت ہے اور تمام شرعی ورثا کا حق ہے کیونکہ یہ رقم فساد میں یا کسی سنگین حادثہ میں ہلاک ہونے والے ہر شخص کو یکساں ملتی ہے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اور خواہ وہ بالغ ہو یا بچہ ۱۲۔ سعید احمد۔

مرتہن اپنا قرضہ وصول کرے اگر کچھ رقم بچ جائے تو اس میں دوسرے قرض خواہ یا مرحوم کے وارثوں کا حق ہوتا ہے، اور اگر ثمن قرضہ سے کم ہو تو جتنا قرضہ باقی رہتا ہو اتنا قرضہ مرتہن کو راہن کے ترکہ میں سے وصول کرنے کا حق ہوتا ہے اور اگر ثمن قرضہ کے برابر ہو تو پورے ثمن کا مرتہن حق دار ہوتا ہے، بدائع الصنائع میں ہے و کذلک اذا بیع الرھن بعد وفاۃ الراھن وعلیہ دیون ولم یخلف ما لا آخر سوی الرھن کان المرتھن احق بثمنہ من بین سائر الغرماء لما ذکر نا فان فضل شئی یضم الفضل الی مال الراھن ویقسم بین الغرماء بالحصص لان قدر الفضل لم یتعلق بہ حق المرتھن وان نقص عن الدین یرجع المرتھن بما بقی من دینہ فی مال الراھن ...... الخ (بدایع الصنائع ص ۱۵۳ ج ۶، کتاب الرھن فصل واما شرائطہ کونہ مصمونا عند الھلاک)

ہدایہ اخیرین میں ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے: کالراھن اذامات حاشیہ میں ہے: قولہ کالراھن الخ فان المرتھن احق بالمرھون یباع فی دینہ اذا تعذر الاستیفاء ۱۲ (ھدایہ اخیرین ص ۸۷ کتاب البیوع)

صورت مسئولہ میں مرحوم محمد حسین نے محمد عمر سے ایک لاکھ روپے قرض لے کر اپنا مکان محمد عمر کے پاس بطور رہن رکھا، اور قرض ادا کر کے اپنا مکان چھڑانے سے قبل ان کا انتقال ہوگیا، ان کے وارثوں پر لازم تھا کہ اپنے مرحوم والد صاحب کا قرضہ ادا کر کے مکان چھڑا لیتے، اور مرتہن محمد عمر نے وارثوں کو اس طرف متوجہ بھی کیا مگر وارثوں نے اس طرف دھیان نہیں دیا اور مجبوراً محمد عمر نے اپنا معاملہ کورٹ میں پیش کیا اور کورٹ کی معرفت ایک لاکھ روپے میں مکان نیلام کر دیا گیا (اور سوال میں تحریر کرنے کے مطابق مناسب داموں پر یہ مکان نیلام کیا گیا) شئی مرہون (مکان) کا ثمن قرضہ کے برابر تھا اس لئے اس پوری رقم کا مرتہن (محمد عمر) حق دار ہے وہ اپنے قرضہ میں یہ رقم وصول کر سکتا ہے، اس رقم میں محمد حسین کے وارثوں کو کوئی حق نہیں ہے، اور اب اس مکان کے مالک محمد اقبال شمار ہوں گے، اس کے بعد مرحوم محمد حسین کی بہو فاطمہ بی بی زوجہ ابراہیم نے وہی مکان محمد اقبال سے خریدا، اگر فاطمہ بی بی نے خالص اپنے پیسوں سے وہ مکان خریدا ہو تو فاطمہ بی بی اس مکان کی مالکہ ہے اور اگر اپنے شوہر کے پیسوں سے خریدا ہے تو اس کے شوہر ابراہیم کے تمام وارثوں کا اس میں حق ہوگا، اور محمد حسین کے دیگر وارثوں کا اس مکان میں مرحوم محمد حسین کا ترکہ ہونے کے اعتبار سے کوئی حق نہیں، یہ مکان مذکورہ صورت میں ان کے ترکہ میں شامل ہی نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سرکاری زمین پر گھر بنالیا اس کے بعد وفات ہوئی تو کیا اس میں وراثت جاری ہوگی؟:

(سوال ۴۰۷) سرکاری زمین پر ہمارے والد مرحوم نے دوکان بنائی تھی، اس زمین اور دکان کا کوئی دستاویز ملکیت کا نہیں ہے، اور نہ کرایہ ادا کرتے ہیں بلکہ اس قطعہ زمین پر بہت سے لوگوں نے (جن میں مسلم و غیر مسلم سب ہیں) اسی طرح دکان مکان بنالئے ہیں، سرکار سے اس زمین کو خریدنے کی کوشش جاری ہے مگر ابھی تک سرکار نے زمین فروخت نہیں کی ہے، مذکورہ زمین کی میراث کا کیا مسئلہ ہے؟ یہ زمین والد مرحوم کے ترکہ میں شامل ہو کر تمام وارثوں میں شرعی قانون کے موافق تقسیم کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو چیزیں مملوکہ ہوں اور ان میں کسی دوسری کا حق نہ ہو ایسی چیزیں ترکہ میں شامل ہوتی ہے اور جس چیز کے متعلق علم ہو کہ یہ چیز مرحوم کے پاس مالکانہ طور پر نہیں تھی اس میں شرعاً وراثت جاری نہ ہوگی اور ایسی چیز ترکہ میں شامل نہیں ہوگی (درمختار و شامی ص ۶۶۶ ص ۶۶۷ ج ۵، کتاب الفرائض)

مفید الوارثین میں ہے: پس وہ تمام مال جس پر شریعت نے اس کے ملک اور مملوک ہونے کا حکم لگا دیا ہے اور غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق نہیں اور میت اس کو چھوڑ کر رخصت ہوگیا ہے وہ سب ترکہ اور مال میراث کہلائے گا خواہ اس کو ماں باپ دادا وغیرہ کسی رشتے دار کی طرف سے میراث میں پہنچا ہو یا زوجہ یا شوہر کی جانب سے ملا ہو یا اس نے اپنا روپیہ اور محنت لگا کر خریدا اور حاصل کیا ہو، غرض جو چیزیں بوقت مرگ آخری دم میں اس کی خالص مملوک تھی خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وہ چیزیں زمین، باغ، نقد، زیور، کپڑا، جانور ہوں یا گھر کا اسباب و آرائش کا سامان،

ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ میں داخل ہے اور سب چیزوں سے وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں، اور اگر میت کی جیب میں ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ بلا اجازت وارثوں کے اس کو منہ میں ڈال لے کیونکہ وہ وارثوں کا حق ہے کسی ایک آدمی کا حصہ نہیں (مفید الوارثین ص ۲۷ فصل نمبر ۴)

صورت مسئولہ میں دکان کے ملبہ اور دکان کے مال میں تو وراثت جاری ہوگی اور دوکان کی زمین سرکاری ہے والد مرحوم اس کے مالک نہیں تھے تو شرعی طور پر اس میں وراثت جاری نہ ہوگی البتہ وہ وارث جو اس زمین کو استعمال کر رہے ہیں اگر وہ دوسرے وارثوں کو کچھ دے کر رضامند کر لیں تو ان کی بھی دل جوئی ہو جائے گی اور پھر اس زمین کا معاملہ بھی صاف ہو جائے گا اس سے ان کا کچھ تعلق نہ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتول کی بیوہ اور بیٹے کو بطور امداد جو رقم حکومت کی طرف سے ملے اس میں دیگر ورثہ کا حق نہیں ہے:

(سوال ۴۰۸) مرحوم اقبال کی وفات برطانیہ میں قتل سے ہوئی تھی سرکار برطانیہ کی طرف سے مرحوم کی بیوہ کو ایک رقم بحیثیت مدد ملی ہے نیز مرحوم کے بیٹے کے لئے بھی سرکار نے ایک رقم منظور کی ہے جو اس کو اٹھارہ سال کی عمر میں دی جائے گی، سوال یہ ہے کہ ان دونوں رقموں میں مرحوم کے والد یا والدہ یا کسی اور رشتے دار کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(سوال ۴۰۸/ب) مرحوم کی بیوہ نے منت مانی تھی کہ جب اسے رقم ملے گی تو اس میں سے مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے کچھ رقم مثلاً دو ہزار پاؤنڈ صرف کرے گی، رقم ملنے کے بعد مرحوم کے والد نے پوری رقم اپنے پاس رکھ لی اور کہا کہ میں ایصال ثواب کے لئے صرف کروں گا مگر اب تک کچھ نہ کیا تو اب مرحوم کی بیوہ کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب حکومت نے وہ رقم صرف مرحوم کی بیوہ اور مرحوم بیٹے ہی کو بطور امداد اور تعاون کے دی ہے تو اس رقم کے حق دار بیوہ اور مرحوم کا بیٹا ہی ہے، یہ مرحوم کا ترکہ نہیں ہے کہ اس میں مرحوم کے والد یا والدہ یا کسی اور رشتے دار کا حق ہو۔

(۲) مرحوم کے والد نے وہ رقم اپنے پاس رکھی ہے وہ ان کے پاس امانت ہے اس رقم کی مالک تو مرحوم کی بیوہ ہی ہے، اس میں مرحوم کے والد کو تصرف کا حق حاصل نہیں ہے، اس میں تصرف کا حق بیوہ کو ہی ہے، لہذا مرحوم کے والد کو چاہئے کہ وہ رقم مرحوم کی بیوہ کو دے دے، رقم مل جانے کے بعد بیوہ اپنی منت پوری کرے فقط واللہ اعلم بالصواب

ورثاء میں ایک بیٹی ایک بہن اور تین بھتیجے چھوڑے:

(سوال ۴۰۹) ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے وارثوں میں ایک بیٹی ایک بہن اور تین بھتیجے ہیں، مرحوم کے والدین بیوی اور بھائی کا انتقال مرحوم کی زندگی میں ہوگیا، مذکورہ صورت میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث کی ادائیگی کے بعد مرحوم کے ترکہ کے دو حصے ہوں گے ایک حصہ مرحوم کی بیٹی کو اور ایک حصہ ان کی بہن کو ملے گا بھتیجے محروم ہیں، بہن جب بیٹی کے ساتھ جمع ہوتی ہے تو وہ عصبہ مع الغیر بن جاتی ہیں۔ سراجی میں ہے۔ ولھن الباقی مع البنات او بنات الابن لقولہ علیہ السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة یعنی بہنوں کو بیٹیوں یا پوتیوں سے باقی حصہ ملے گا، حضور اکرم ﷺ کا قول ہے بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ (سراجی نمبر ۱۰ باب معرفۃ الفروض و مستحقیہا) دوسری جگہ ہے: واما العصبة مع غیر فکل انثی تصیر عصبة مع انثی اخری کالاخت مع البنت لما ذکرنا، حاشیہ میں ہے قولہ مع البنت . سواء کانت صلبیة او بنت ابن وسواء کانت واحدۃ او اکثر کما ذکرنا من قولہ اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة (سراجی مع حاشیہ ص ۱۵ وحاشیہ نمبر ۱ ایضا) اس سے ثابت ہوا کہ بہن بیٹی کے

ساتھ مل کر عصبہ بن جائے گی چاہے بہن ایک ہو یا ایک سے زائد، اور چاہے بیٹی ایک ہو یا ایک سے زیادہ بہر حال بہن عصبہ بنے گی۔

مفید الوارثین میں ہے (۳) اگر میت کے بیٹی پوتی یا پڑپوتی یا سکر پوتی (خواہ ایک ہو یا زیادہ) تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی ہمشیرہ کو مل جائے گا (مفید الوارثین ص ۱۱۲ ذوی الفروض کا بیان فصل نمبر ۹)۔

لہذا صورت مسئولہ میں بہن عصبہ ہونے کی وجہ سے بقیہ نصف ترکہ کی حقدار ہوگی اور بھتیجے محروم رہیں گے۔

مفید الوارثین میں ہے: (۴) اگر میت کے کوئی حقیقی یا علاتی بھائی موجود ہو (یا درجہ اول و دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو) تو بھتیجا بالکل محروم رہ جائے گا، اور اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن دونوں موجود ہوں تب بھی یہ محروم ہے (مفید الوارثین ص ۱۴۳ پانچواں باب، عصبات کا بیان، عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۱ حقیقی بھتیجا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

شوہر، بیٹی، دو بہن، دو بھتیجے وارث چھوڑے:

(سوال ۴۱۰) ایک عورت کا انتقال ہوا اس کی وارثوں میں اس کا شوہر، ایک بیٹی، دو حقیقی بہنیں اور دو بھتیجے ہیں مرحومہ کے والدین اور بھائی کا انتقال مرحومہ کی زندگی میں ہو گیا ہے مرحومہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو مذکورہ صورت میں مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث (قرض، جائز وصیت) کی ادائیگی کے بعد مرحومہ کے ترکہ کے ۸ سہام ہوں گے اس میں سے مرحومہ کے شوہر کو ۲ سہام مرحومہ کی بیٹی کو ۴ سہام، مرحومہ کی ایک بہن کو ایک سہام اور مرحومہ کی دوسری بہن کو ایک سہام ملے گا۔

مرحومہ کے بھتیجے محروم ہیں ان کو کچھ نہیں ملے گا، مرحومہ کی دونوں بہنیں مرحومہ کی بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ مع الغیر بن جائے گی اور بیٹی کو اس کا شرعی حصہ دینے کے بعد بقیہ حصوں کی دونوں بہنیں حق دار ہوں گی (سراجی ص ۱۰ نیز ص ۱۵ مع حاشیہ باب معرفۃ الفروض مفید الوارثین ص ۱۱۹ ذوی الفروض کا بیان فصل نمبر ۹، نیز ص ۱۴۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹی کو دیئے ہوئے قرض کی تحریر لینا کیسا ہے:

(سوال ۴۱۱) زید نے اپنی دختر کو پانچ لاکھ روپے بطور قرض داماد کے کاروبار کے لئے دیئے لیکن ابھی تک زید کو اپنی دختر سے قرض وصول ہونے کی امید نظر نہیں آتی اور زید بیمار رہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی سے ایک تحریر لے کہ اتنی رقم میرے والد نے مجھے بطور قرض دی ہے، مقصد تحریر یہ ہے کہ ایک حجت باقی رہے اور بیٹی کے حصہ میراث سے اتنی رقم کم کردی جائے، تو شرعاً تحریر لینا اور بیٹی کے حصہ میراث میں سے اس رقم کے کم کروانے کا حق حاصل ہے؟ اور زید کا تحریر لینا جائز ہے؟ وہ رقم بیٹی کے حصہ میراث سے کم ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سوال کے پیش نظر زید کی دی ہوئی رقم قرض ہے اور قرض واجب الاداء ہوتا ہے، اگر زید کی دختر اپنے والد کی زندگی میں قرض ادا نہ کر سکے اور والد کا انتقال ہو جائے تو یہ قرض مرحوم کے ترکہ میں شمار ہوگا اور زید کے ورثہ کو قرض وصول کر کے تمام وارثوں میں شرعی قانون کے مطابق تقسیم کرنا ہوگا اس وقت خدانخواستہ زید کی دختر قرض ادا نہ کر سکی تو دیگر ورثہ اس کے حصہ میراث میں قرض کی رقم وضع کر سکتے ہیں۔

زید نے اپنی دختر کو قرض دیا ہے اس سلسلے کی تحریر زید لے سکتا ہے، قرآن مجید میں ہے۔

یا یھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یأب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئاً فان کان الذی علیہ الحق سفیھاً او ضعیفاً اولا یستطیع ان یمل ھو فلیملل

ولیہ بالعدل. (قرآن مجید، سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۱ پارہ نمبر ۳، رکوع نمبر ۶)

ترجمہ:۔ اے ایمان والوں، جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک تو اس کو لکھ لیا کرو اور یہ ضروری ہے کہ تمہارے آپس میں کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھے اور لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سکھلا دیا اس کو چاہئے کہ لکھ دیا کرے اور وہ شخص لکھوادے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور اس میں ذرہ برابر کمی نہ کرے پھر جس کے ذمہ حق واجب تھا اگر وہ خفیف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا پھر خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک لکھوادے۔

اس آیت کریمہ میں یہ ارشاد ہے کہ اے لوگو جب تم کوئی ادھار کا معاملہ کرو تو اس میں وقت متعین کر لیا کرو کہ آج سے پندرہ دن بعد آپ کی رقم ادا کروں گا اور پھر اس معاملہ کو باہمی طور پر لکھ لینا چاہئے تاکہ کل کو کسی طرح کا کوئی اختلاف اور جھگڑا نہ ہو سکے اور یہ لکھوانا قرض لینے والے کے ذمہ ہے جو دراصل اس کی طرف سے ایک طرح کا اقرار نامہ ہے الخ (آسان تفسیر ص ۲۴۴ ج ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وارثوں میں ایک پوتی ایک پڑپوتا دو پڑپوتیاں ہیں:

(سوال ۴۱۲) قاسم کا بیٹا نور محمد ہے نور محمد کا انتقال اپنے والد کی زندگی میں ہو گیا اس کا ایک لڑکا احمد اور ایک لڑکی فاطمہ حیات ہیں، احمد کی شادی ہوگئی اس کا بھی ایک لڑکا شبیر اور دو لڑکیاں ممتاز اور مریم ہیں، احمد کا انتقال بھی اپنے دادا قاسم کی زندگی میں ہو گیا، جب قاسم کا انتقال ہوا اس وقت اس کے وارثوں میں ایک پوتی مسماۃ فاطمہ اور ایک پڑپوتا شبیر اور دو پڑپوتیاں ممتاز اور مریم ہیں، تو مرحوم قاسم کا ترکہ مذکورہ حیات وارثوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)

میت — مسئلہ ۲ — مضروب — مرحوم قاسم

بنت الابن	ابن ابن الابن شبیر	بنت ابن الابن	بنت ابن الابن
فاطمہ	۱	ممتاز	مریم
	۲		۱

صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز و تکفین، قرض بعدہ ثلث مال سے وصیت) ادا کرنے کے بعد مرحوم قاسم کی پوتی کو بطریقہ فرضیت نصف ترکہ ملے گا اور بقیہ نصف ترکہ پڑپوتے شبیر اور دو پڑپوتی ممتاز اور مریم میں للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقہ پر تقسیم ہوگا، کل ترکہ کے آٹھ حصے ہوں گے اس میں سے چار حصے پوتی فاطمہ کو، دو حصے پڑپوتے شبیر کو ایک حصہ پڑپوتی ممتاز کو اور ایک حصہ دوسری پڑپوتی مریم کو ملے گا۔

سراجی میں ہے: ولو ترک ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر ...... الیٰ قولہ للعلیا من الفریق الاول النصف وللوسطیٰ من الفریق الاول مع من یوازیھا السدس تکملۃ للثلثین ولا شئی للسفلیات الا ان یکون معھن غلام فیعصبھن من کانت فوقہ ممن لم تکن ذات سھم ویسقط من دونہ (سراجی ص ۹، ص ۱۰ باب معرفۃ الفروض الخ)

شریفیہ شرح سراجی میں ہے: وان فرض الغلام مع العلیا من الفریق الاول کان جمیع المال بینہ وبین اختہ للذکر مثل حظ الانثیین ولا شئی للسفلیات (بمقتضی قولہ ویسقط من دونہ) وھی ثمان (سوی العلیا المذکورۃ) وان فرض (الغلام) مع الوسطیٰ الاول فیاخذ علیا الاول النصف (بالفرض) والباقی للغلام مع من یحاذیہ وھی وسطی الاول وعلیا الثانی للذکر مثل حظ الانثیین (شریفیہ مع حاشیہ ص ۳، ص ۲۵ باب معرفۃ الفروض)

درمختار میں ہے: بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب من مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سھم ویسقط من دونہ فلو ترک ثلث بنات ابن بعضھم اسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن آخر

کذلک ...... الیٰ قولہ ...... فالعلیا من الفریق الاول لا یوازیہا احد فلہا النصف ...... الیٰ قولہ ...... الا ان یکون مع واحدۃ منہن غلام فیعصبہا ومن یحاذیہا ومن فوقہا ممن لا تکون صاحبۃ فرض وسقط السفلیات .

شامی میں ہے:(قولہ فلہا النصف) لانہا قامت مقام بنت الصلب عند عدمہا (قولہ والوسطیٰ من الفریق الاول توازیہا العلیا من الفریق الثانی (لان کلا منہما یدلی الی المیت بواسطتین الخ .قولہ الا ان یکون الخ ...... وان فرض الغلام مع العلیا من الفریق الاول کان جمیع المال بینہ وبین اختہ للذکر مثل حظ الانثیین ولاشئی للسفلیات وہن ثمان، وان فرض مع الوسطیٰ الاول فتاخذ علیا الاول النصف والباقی للغلام مع من یحاذیہ وہی وسطی الاول وعلیا الثانی للذکر مثل حظ الانثیین الخ (قولہ ممن لاتکون صاحبۃ فرض ، اما من کانت صاحبۃ فرض فانہا تاخذ سہمہا ولا تصیر بہا عصبۃ وہی العلیا من الفریق الاول التی اخذت النصف والوسطیٰ منہ مع العلیا من الفریق الثانی حیث اخذتا السدس وہذا قید معتبر فیمن کانت فوقہ دون من کانت بحذائہ فانہ یعصبہا مطلقاً (درمختار ورد المختار ص ۶۷۶ وص ۶۷۷ ج۵، کتاب الفرائض، قبیل باب العول) (غایۃ الاوطار ص ۴۹۰ ،ج۴)فقط واللہ اعلم بالصواب .

میاں بیوی کا ایک ساتھ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوا تو وراثت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۴۱۳) زید اور اس کی بیوی عائشہ کار میں سفر کر رہے تھے دونوں کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا زید کی دو بیویاں ہیں، پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اس کی ایک لڑکی فاطمہ ہے، دوسری بیوی کا ایک مکان ہے، اس مکان میں ورثۂ زید کی پہلی بیوی کی بیٹی حقدار ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں زید اور اس کی دوسری بیوی عائشہ کا کار حادثہ میں ایک ساتھ ایکسیڈنٹ ہوا اور دونوں ایک ساتھ انتقال کر گئے، کون پہلے اور کون بعد میں مرا یہ معلوم نہیں، تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث نہیں بنے گا اور ہر ایک کی ذاتی مال وملکیت ان کے اپنے اپنے وارثوں میں شریعت کے قانون کے مطابق تقسیم ہوگی ،لہٰذا زید کو اس کی دوسری بیوی عائشہ کے گھر میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

سراجی میں ہے:۔فصل فی الحرقی والغرقی والھدمی. اذا ماتت جماعۃ ولا یدری ایہم مات اولاً جعلوا کانہم ماتوا معاً فمال کل واحد منہم لو رثتہ الاحیاء ولا یرث بعض الاموات من بعض ہذا ہو المختار (سراجی ص ۵۴)

معین الفرائض میں ہے:۔حرقی، غرقی، ہدمی کا بیان۔ اگر چند رشتے دار دریا میں ڈوب کر یا آگ میں جل کر یا مکان میں دب کر بیک وقت مر جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کون پہلے مرا کون پیچھے تو وراثت کے بارے میں وہ آپس میں ایک دوسرے کی نسبت کالعدم تصور کئے جاتے ہیں یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے سے میراث پانے کا استحقاق نہیں رکھتے بلکہ ہر ایک کی ذاتی ملکیت اس کے موجودہ مستحق ورثاء میں تقسیم کی جاتی ہے ...... الخ (معین الفرائض ص ۱۰۵، ص ۱۰۶)

صورت مسئولہ میں جب زید مرحوم ہی کو اس کی دوسری بیوی عائشہ کے مکان میں سے شرعاً کچھ نہیں ملتا تو اس میں سے زید کی پہلی بیوی کی بیٹی فاطمہ کو بھی کچھ نہیں ملے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ترکہ پر قابض دو وارثوں میں سے ایک وارث دیگر ورثاء کا حق دینے پر تیار ہے جب کہ دوسرا تیار نہیں، جو وارث تیار ہے اگر وہ اپنا پورا حصہ اپنے قبضہ والے مکان میں سے وصول کرے تو کیا حکم ہے

(سوال ۴۱۴) ہمارے والد والدہ کا انتقال ہوگیا ہے والدین کے وارثوں میں دو بیٹے تین بیٹیاں ہیں، والد

صاحب کے دو مکان ہیں ایک بڑا جس کی قیمت اندازاً سات لاکھ روپے ہے اور ایک اس سے چھوٹا اس کی قیمت اندازاً پانچ لاکھ ہیں، بڑا مکان بڑے بیٹے کے قبضہ میں ہے اور چھوٹا مکان میرے قبضہ میں ہے۔ بڑے بھائی ورثاء کو اس کا حصہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں میں الحمد للہ تیار ہوں، اگر میں دونوں مکانوں کی قیمت مجموعی (بارہ لاکھ روپے) کے اعتبار سے جو میرا حصہ بنتا ہے (۳۴۲۸۵۷۔۱۴) یہ حصہ اپنے قبضہ والے مکان میں سے وصول کر کے بقیہ رقم (۱۵۷۱۴۲۰۔۸۶) تینوں بہنوں میں مساوی طور پر تقسیم کردوں تو شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ یہ تقسیم ترکہ کے سات حصے کر کے کی گئی ہے، دونوں بیٹوں کو دو دو حصے اور تینوں بیٹیوں کو ایک ایک حصہ، ایک مفتی صاحب نے ہمیں یہی طریقہ بتایا ہے، تینوں بہنوں نے بھی بڑے بھائی سے اپنے اپنے حصے کا مطالبہ کیا ہے مگر وہ تیار نہیں ہیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) آپ نے تقسیم کی جو صورت لکھی ہے وہ صحیح نہیں ہے اس صورت میں آپ کو تو پورا حصہ مل جائے گا اور بہنوں کو کم حصہ ملے گا۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ سب مل کر بڑے بھائی کو بھی ترکہ کی تقسیم پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں، ضرورت ہو تو خاندان اور محلہ کے دیندار سمجھدار انصاف پسند لوگوں کا تعاون حاصل کریں، اگر ان تمام کوششوں کے باوجود بڑا بیٹا تیار نہ ہو تو آپ کے قبضہ میں جو مکان ہے اس کے سات حصے کر کے ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کو دے دیں دو حصہ کے آپ حقدار ہیں اور بڑے بھائی کے جو دو حصے ہیں وہ آپ اپنے قبضہ میں رکھ کر بڑے بھائی کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے قبضہ والے مکان میں میرے جو دو حصے ہیں ان دو حصوں کا ان دو حصوں سے حساب کرلیں گے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ورثوں میں پانچ علاتی بھائی چار علاتی بہنیں اور ایک حقیقی بھتیجا ہے تو تقسیم کس طرح ہوگی؟:

(سوال ۴۱۵) غلام محمد کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی حامدہ سے ایک لڑکا عبدالحق اور دو لڑکی زہرا اور سارا ہوئیں، حامدہ کے انتقال کے بعد غلام محمد نے حفصہ سے نکاح کیا اس سے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں، غلام محمد کا انتقال ہو چکا ہے اس کی پہلی بیوی حامدہ کے لڑکے عبدالحق کا ایک لڑکا احمد ہے، عبدالحق کا اور اسی طرح اس کی حقیقی بہن زہرا کا انتقال ہو چکا ہے، زہرا کے دو لڑکے ہیں، ابھی حال میں سارا کا انتقال ہوا اس کی شادی نہیں ہوئی ہے، سارا کے وارثوں میں اس کے پانچ علاتی (باپ شریک) بھائی اور چار علاتی بہنیں اور ایک حقیقی بھتیجا احمد اور دو بھانجے ہیں، سارا کا ترکہ مذکورہ وارثوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث (تجہیز وتکفین، قرض بعدہٗ ثلث مال میں سے وصیت) کی ادائیگی کے بعد مرحومہ سارا کے ترکہ کے چودہ حصے ہوں گے اس میں دو دو حصے ہر علاتی بھائی کو اور ایک ایک حصہ ہر علاتی بہن کو ملے گا، سارا کا حقیقی بھتیجا احمد اور دو بھانجیاں محروم ہیں ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ علاتی بھائی۔ حقیقی بھتیجے پر مقدم ہوتا ہے اور مذکورہ صورت میں علاتی بہنیں اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بغیرہ بن جائیں گی اور ان تمام کے درمیان مرحومہ سارا کا ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کے طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

درمختار میں ہے (ثم جزء ابیہ الاخ) لابوین (ثم) لاب ثم (ابنہ) لابوین ثم لاب (وان سفل)(درمختار ص ۶۸۷ ج۵، کتاب الفرائض فصل فی العصبات) مفید الوارثین میں ہے۔

(۲) جب علاتی بھائی موجود ہو تو حقیقی بھتیجا محروم رہتا ہے، کیونکہ بھائی قریب ہے اگرچہ علاتی ہے اور بھتیجے کا درجہ بعیدی ہے۔

(۳) اگر میت کی علاتی بہنیں بھی موجود ہوں تو وہ بھی علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی اور ہر ایک بہن کو بھائی سے نصف حصہ ملے گا۔ (مفید الوارثین ص ۱۴۲ عصبہ درجہ سوم نمبر ۲/۱۰ علاتی بھائی)

نیز مفید الوارثین میں ہے۔ اگر میت کے کوئی حقیقی یا علاتی بھائی موجود ہو (یا درجہ اول ودوم کا کوئی عصبہ موجود

ہو) تو بھتیجا بالکل محروم رہ جائے گا۔ الخ (ص ۱۴۳ عصبہ درجہ سوم ۱۱/۳ حقیقی بھتیجا) (یعنی حقیقی بھائی کا بیٹا)

نیز مفید الوارثین میں ہے۔"

(۱) جب میت کا حقیقی اور علاتی بھائی کوئی نہ ہو تو حقیقی بھائی کا بیٹا اس تمام مال کا مستحق ہوگا جو ذوی الفروض کے حصے لگانے کے بعد باقی رہا ہے (مفید الوارثین ص ۱۴۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باپ نے ٹیکس سے بچانے کے لئے جائیداد بیٹوں کے نام کردی تو اس میں بیٹیوں کو حق میراث ہے یا نہیں:

(سوال ۴۱۶) زید نے انتقال کیا، بیوی، چھ لڑکے، چار لڑکیاں، ایک دوکان اور نو مکان اور ہزاروں روپے نقد چھوڑے، زید کے چھ لڑکوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اگر آپ اپنی زندگی میں اپنی تمام جائیداد کی تقسیم کر جائیں تو حکومت موجودہ کی وہ ٹیکس جو مورث کی موت کے بعد وارثوں کو ادا کرنی پڑتی ہے اور یہ ٹیکس حکومت وصول کرتی ہے اس سے بچ جائیں گے۔ زید نے اپنے لڑکوں کے اصرار پر جائیداد کی تقسیم کر ڈالی چنانچہ دکان اور مکانات اپنے لڑکوں کے نام لکھ دیئے اور نقد روپیوں میں سے تھوڑی سی رقم بلا لحاظ اصول شرعیہ اپنی لڑکیوں کے لئے کاغذ پر تحریر کردی مگر یہ رقم بھی ان چاروں لڑکیوں کو ان کی ضمانت میں نہیں دی، لڑکوں نے اپنے باپ کی تقسیم کے مطابق مکانات دوکان پر قبضہ کرلیا، اب جب کہ زید باپ کا انتقال ہوا اور چاروں لڑکیوں کا مطالبہ شروع ہوگیا کہ ہمارے باپ کا جو ترکہ ہے اس میں شرعی تقسیم کی جائے اور جو ہمارا حق ہے وہ ہمیں دیا جائے، مگر زید کے چھ لڑکوں نے ان چار لڑکیوں کے سوال و مطالبہ کا جواب یوں دیا کہ ہمارے والد نے جس نہج پر تقسیم کی ہے وہ درست ہے اور دکان اور مکانات ہمیں بخشش کے طور پر دیئے ہیں، اس لئے اب تمہارا حق دکان اور نو مکانات میں نہیں ہے، ہاں جتنا حق تمہارا ان کی تحریر کے مطابق روپیوں میں ہے وہ ہم دیں گے، اور دوسرے ترکہ میں تمہیں مطالبہ کا استحقاق نہیں، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید مرحوم کی ملکیت میں ان کی چار لڑکیوں کا حصہ ہوگا؟ یا زید نے جو تحریر اپنی ضمانت میں مخصوص رقم کی تحریر لکھی تھی صرف اتنا ہی ان کا حق مانا جائے گا؟ نیز مذکورہ بالا ترکہ میں زید کی بیوی (بیوہ) کا کتنا حق ہوگا؟

(الجواب) حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ زید نے مرض الموت سے پہلے اپنی جائیداد اپنے لڑکوں کے نام باقاعدہ ہبہ کرکے قبضہ بھی کرادیا تھا تو ہبہ صحیح اور معتبر ہے، اس ہبہ شدہ جائیداد میں لڑکیوں کا کوئی حصہ نہ ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ لڑکیوں کو محروم کرنے کی وجہ سے زید سخت گنہگار ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم کردے گا۔ مشکوٰۃ باب الوصایا ص ۲۶۵۔ ایک حدیث میں ہے کہ بعض لوگ پوری زندگی خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری میں گذارتے ہیں لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو نقصان پہنچا کر (یعنی بلا عذر شرعی کسی حیلہ سے محروم کرکے) جہنمی بن جاتے ہیں۔

قال ان الرجل لیعمل والمرأة بطاعة اللہ ستین سنة ثم یحضر هما الموت فیضار ان فی الوصیة فتجب لهما النار (مشکوة شریف ص ۲۶۵.

لیکن اگر ہبہ کے بعد لڑکوں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور زید مرگیا، یا ہبہ مرض الموت میں واقع ہوا ہے تو ان دونوں صورتوں میں ہبہ باطل ہے، اسی طرح اگر یہ واقعہ ہے کہ زید نے لڑکوں پر اعتماد کرکے اس کی خیر خواہی کی بناء پر اپنی جائیداد برائے نام ان کے نام لکھ دی، ان کو مالک بنانا مقصود نہیں تھا تب بھی لڑکے اس جائیداد کے مالک نہ ہوں گے اور تمام ورثاء اس جائیداد میں بہ حصہ رسد حق دار ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تمت